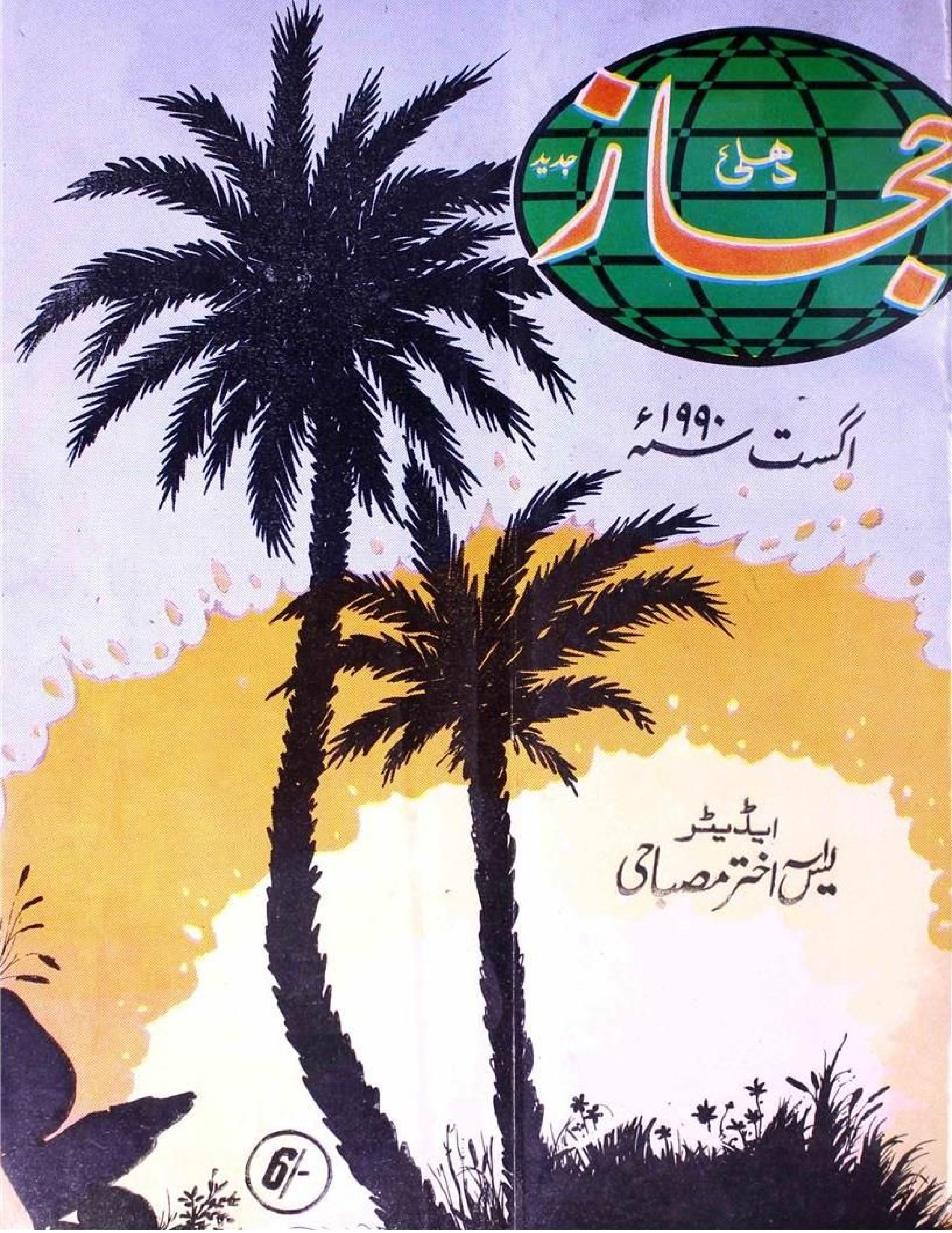
حجاز جدید
دہلی

اگست سنہ ۱۹۹۰ء



ایڈیٹر
یٰسٓ اختر مصباحی

6/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمانِ دین و دانش

ماہنامہ حجاز جدید، دہلی

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

محرم الحرام سنہ ۱۴۱۱ھ
مطابق اگست ۱۹۹۰ء

جلد ۳ شمارہ ۸ فون: ۶۸۳۶۷۹۶

زرِ اشتراک

سالانہ اعزازی ۱۰۱/-	سالانہ عمومی ۶۰/-
ششماہی ۳۵/-	فی شمارہ ۶/-

بیرونِ ملک

پاکستان	۲۵۰/- روپے	عمان	۸/- عمانی ریال
سعودی عرب	۸۰/- سعودی ریال	متحدہ عرب امارات	۸۵/- درہم
قطر	۸۵/- قطری ریال	برطانیہ	۲۰/- پونڈ
کویت	۷/- دینار	امریکہ	۲۲/- ڈالر
بحرین	۸/- دینار		

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد یٰسٓ اختر مصباحی نے ایس۔ کے آفسیٹ پریس مٹیا محل دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ حجاز جدید ۸۸، اسٹریٹ ۱۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ
منیجر ماہنامہ حجاز جدید
۸۸۔ اسٹریٹ ۱۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

ڈرافٹ بر صرف حجاز جدید منتقلی لکھیں

HIJAZ JADEED MONTHLY

تزئین:- عمید الزماں جلالپوری فیض آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاروان حجاز

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

اقرأ باسم ربك الذي خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ وربك الاكرم ۝ الذي

علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم يعلم ۝

دین فطرت اور یونیفارم سول کوڈ

اداریہ

یٰس اختر مصباحی

خالقِ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ (الروم: ۳۰) اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا۔ اللہ کی بنائی چیز میں تبدیلی نہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور فطرت کے اندر کوئی تغیر و تبدّل نہیں ہوا کرتا ہے اس لئے اسلامی اصول و معتقدات کے اندر بھی کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

محبت و نفرت انسانی فطرت میں داخل ہیں اس لئے ہر انسان کے ساتھ یہ دونوں جذبات ضرور پائے جاتے ہیں۔ کسی کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے اور کسی سے اسے نفرت ہوتی ہے۔ اس بات کا تو امکان ہے کہ اس کو جس سے محبت ہے اس سے نفرت اور جس سے نفرت ہے اس سے محبت ہو جائے لیکن اس کا ہرگز کوئی امکان نہیں کہ جذبات محبت و نفرت اس کے دل سے نکل جائیں۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام فطرت کے مطابق نہیں بلکہ فطرت اسلام کے مطابق ہے۔ اور فطرت وہی چاہتی ہے جو اسلام چاہتا ہے۔ وہی چیزیں پسند کرتی ہے جو اسلام کی پسند ہے۔ اس کی نظر میں بھی وہ چیزیں معیوب و مبغوض ہیں جنھیں اسلام معیوب و مبغوض سمجھتا ہے۔ اور اس کی ہر گردش اسلام کے دائرے میں اور اسی کے محور پر ہوتی ہے۔

اسلام کو اوّلیت حاصل ہے اور وہی محرکِ فطرت ہے۔ اس لئے اس کا وجود پہلے ہے۔

اس بنیادی فرق کو اس مثال سے سمجھئے کہ کسی عمارت کی تعمیر سے پہلے معمار کے سامنے اس کا نقشہ ہوتا ہے۔ اور اس کے مطابق بنیاد، در و دیوار اور چھت کی تعمیر ہوتی ہے۔ تکمیل عمارت کے بعد کہنے کو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ نقشہ و عمارت دونوں ایک جیسے ہیں۔ مگر نقشہ پہلے وجود میں آیا اور اسے دیکھ کر معمار نے زمین پر ایک عمارت کھڑی کی اس لئے نقشے کی اوّلیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔

ٹھیک اسی طرح اسلام اور فطرت کا معاملہ ہے کہ اسلام مقدّم ہے اور فطرت موخر!! اور جب فطرت کے اندر کسی تبدیلی کا امکان نہیں تو اسلام کے اندر کسی تبدیلی کے امکان کا کیا سوال؟.... لاتبدیل لکلمٰت اللہ (یونس: ۶۴) اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں۔

اسلام کو دنیا کے سامنے عملی شکل میں پیش کرنے کے لئے انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ اور سب سے آخر میں سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو قرآن حکیم کے ساتھ اس جہانِ آب و گِل میں اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ جنھوں نے انسانی زندگی کے ہر گوشے کی مکمل ہدایت و رہنمائی فرمائی اور اسلام کے اصول و ضوابط کی تفصیل و توضیح اپنی عبادات و معاملات، اخلاق و کردار اور رفتار و گفتار کے ذریعہ فرما دی۔

اس دنیا سے آپ کے پردہ فرمانے کے بعد خلفاء راشدین، صحابۂ کرام، اہل بیت اطہار، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، فقہاء کاملین اور علماء و صلحاء امّت نے عہد بہ عہد اسلام کی حفاظت و صیانت کا فریضہ انجام دیا اور اپنے خونِ جگر سے شجر اسلام کی آبیاری کرتے رہے۔ کیونکہ یہی نفوس قدسیہ اور پاکانِ امّت خلافتِ ارضی کے امین اور انبیاء و مرسلین کے وارث تھے۔

عالم اسلام کا جائزہ لیا جائے تو خطۂ ہند کے علماء و فضلاء اپنے کمالِ فن اور تبحر علم میں صدیوں سے ممتاز و نمایاں اور مقام بلند پر فائز نظر

آئیں گے۔ ماضی قریب کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو غیرت ایمان و عشق میں ان کا ثانی و نظیر مشکل ہی سے مل پائے گا۔ وہ سارے مسلمانانِ عالم کا درد اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ اپنے اصول و معتقدات کو سینوں سے لگائے ہوئے ہیں اور ہزار مشکلات اور مزاحمتوں کے باوجود باوقار و باعزت مسلمان بن کر زندہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مسلمانانِ ہند کی غیرتِ ملی کا ایک جیتا جاگتا نمونہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جو ترکی کے مرد بیمار کی مسیحائی اور دنیائے اسلام کی رہنمائی کے لئے عالم وجود میں آئی تھی۔ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور علی برادران کی ولولہ انگیز قیادت نے پورے ہندوستان میں ایک طوفانِ شوق برپا کر دیا تھا کہ ہم خلافت کی شمع روشن رکھنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔

اگرچہ یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ تحریک خلافت کو اس وقت سخت مایوسی ہوئی اور اس کی ناکامی پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی جب مصطفےٰ کمال پاشا نے خود ہی اس کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کی بنیادی کمزوری کو دیکھتے ہوئے امام اہلسنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ و بعض دیگر علماء و مشائخ نے اسے غیر مفید سمجھتے ہوئے اس سے اختلاف کیا۔

حلقۂ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب بھی اس کے خلاف تھے اور بانی جماعت اسلامی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی اس کے نقصانات کو سمجھا۔ جیسا کہ ۱۹۷۰ء میں کراچی کے ایک اجلاس میں انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس تحریک کی ناکامی سے مسلم قیادت ہی میری نظر میں ناقابلِ اعتبار ٹھہری اور میں نے الگ راہوں پر سوچنا شروع کر دیا۔

ان تمام باتوں کے باوجود اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ خلافت اسلامیہ کی بقا کے نام پر مسلمانانِ ہند سیلاب کی طرح امنڈ پڑے تھے اور انھوں نے ملی غیرت و حمیت اور اتحاد و اتفاق کا زبردست مظاہرہ کیا تھا اور بے شمار مردہ دلوں میں خونِ زندگی کی لہر دوڑا دی تھی۔

اجتماعی زندگی کے اتحاد کا دوسرا منظر ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ سامنے آیا۔ جب اکثر مسلمانانِ ہند ایک مملکت خداداد کے حصول کی تمنا لے کر میدان میں نکل آئے اور اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے انھوں نے اپنی علمی و فکری اور سیاسی و عملی صلاحیتیں بروئے کار لا کر خواب و خیال کو حقیقت کا روپ دے دیا۔

یہاں مجھے تقسیم ہند کے اثرات و نتائج اور سیاسی اغراض و مقاصد کے منافع و مضرات سے کوئی بحث نہیں۔ بتلانا صرف یہ ہے کہ تحریک خلافت کے بعد یہ دوسرا موقع تھا جب مسلمانوں نے جوش و خروش اور جذبات کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے زیر اہتمام بنارس میں لاکھوں مسلمان اور ہزاروں علماء و مشائخ اہلسنت ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے دوسرے شہروں، اداروں اور تنظیموں نے اس سلسلے میں جو رول ادا کیا اس کا ذکر بھی صفحاتِ تاریخ میں محفوظ ہے۔ جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اور تیسرا دور تحریک تحفظ شریعت کا ہے۔ جس نے ماضی کی دونوں تحریکوں کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اور مسلمانانِ ہند اپنے دین و مذہب کی حفاظت و بقا کے نام پر سر سے کفن باندھ کر میدان میں نکل آئے۔ اور انھوں نے یہ بانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ ہم اپنی شریعت کے اندر کسی طرح کی ترمیم برداشت نہیں کر سکتے اور کسی بھی کورٹ اور اسمبلی و پارلیمنٹ کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ مصلح و ریفارمر بن کر خدا کے بنائے ہوئے دین کے اصلاح و تصحیح کی کوشش کرے۔

پہلے مرحلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام متفقہ طور پر مسلمانوں نے حکومتِ ہند کو یہ باور کرا دیا کہ وہ اختلافات کے باوجود حفاظتِ دین کے نام پر ایک مرکز پر جمع ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ حضرت علامہ ارشد القادری صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا کانفرنس اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ واضح رہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ پر کسی ایک مکتبِ فکر کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ اس کی تاسیس و قیام اور تشکیل و استحکام میں ہر مکتب فکر کے رہنماؤں نے کھل کر حصہ لیا ہے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۷۲ء میں بمبئی کے ساحل پر مسلم پرسنل لا بورڈ کا جو سب سے پہلا کنونشن ہوا تھا اس میں تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف کے حکم پر تین حضرات جماعت اہل سنت کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ جبل پور سے برہان الملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب قبلہ بمبئی سے حضرت مولانا نصرت اللہ عباسی اور جمشید پور سے یہ خاکسار ارشد القادری۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے بھرے مجمع میں جہاں قاری طیب صاحب،

مولانا ابوالحسن علی ندوی، اور مولانا منت اللہ رحمانی وغیرہ سبھی موجود تھے۔ تقریر کرتے ہوئے صاف صاف کہا تھا کہ اسٹیج پر جو چہرے نظر آرہے ہیں ان حضرات کے ساتھ ہمارے سنگین اختلافات کل بھی تھے اور آج بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم صرف اس جذبے میں آج یہاں دوش بدوش بیٹھے ہوئے ہیں کہ حکومتِ ہند کو یہ باور کرادیں کہ مسلم پرسنل لار کے تحفظ کے لئے جہاں دیوبند اور لکھنؤ سینہ سپر ہیں وہاں بریلی نے بھی سر سے کفن باندھ لیا ہے۔

حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب قبلہ اور مولانا نصرت اللہ عباسی خدا کو پیارے ہو گئے۔ یہ لوگ جب تک بقید حیات تھے مسلم پرسنل لار بورڈ کے نائب صدر اور جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے مسلم پرسنل لار کے تحفظ کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔"

۲۳ر اپریل ۱۹۸۵ء کو مقدمہ محمد احمد خاں بنام شاہ بانو میں سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا اس نے مسلمانوں کے سارے وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور کشمیر سے کنیا کماری تک ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ اس نے حکومت ہند کو بھی لرزہ براندام کر دیا۔ جلسہ وجلوس کا ایک سیلاب امنڈ آیا بلکہ طوفان برپا ہو گیا اور اخبارات ورسائل میں مضامین ومراسلات کی بھرمار ہو گئی۔ کل ہند سنی جمعیۃ العلمار۔ جمعیۃ العلمار ہند۔ جماعت اسلامی، مسلم مجلس مشاورت، تعمیر ملت، اتحاد المسلمین، مسلم یوتھ کنونشن، ایس۔ آئی۔ ایم وغیرہ کے احتجاجی مراسلات وبیانات نے مسلمانوں کے اندر بیداری کی ایک لہر دوڑا دی۔

کان پور میں مسلم پرسنل لار بورڈ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس ہوئی جس کی صدارت مولانا عبدالسمیع فاطمی شہر نے کی اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے اس میں شرکت کی۔ دوسری کانفرنس کل ہند سنی جمعیۃ العلمار نے کی جس کے مقرر خصوصی مولانا حافظ عبید اللہ اعظمی تھے۔

۱۸ر اکتوبر ۱۹۸۵ء کو انجمن اصلاح المسلمین اندور کی تحریک پر مسلمانوں نے یوم احتجاج منایا اور جامع مسجد سے لاکھوں مسلمانوں کا تاریخی جلوس نکلا جس کی قیادت حضرت مولانا محمد حبیب یار خاں قادری نوری اور الحاج عبدالغفار قادری نوری نے کی اور کمشنر کے دفتر تک پہنچ کر اجلاس عام کو خطاب کیا اور اپنا میمورنڈم پیش کیا۔

۲۶/۲۷ر اکتوبر ۱۹۸۵ء کو سیوان بہار میں مسلم پرسنل لار کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ علامہ اختر رضا ازہری۔ علامہ ارشد القادری۔ مولانا قمر الزماں اعظمی، مولانا حافظ عبید اللہ اعظمی ودیگر علمار اہل سنت نے اس کانفرنس کو خطاب فرمایا۔ اخبارات کی رپورٹ کے مطابق سامعین وشرکار کی تعداد کئی لاکھ تھی۔

۸ر نومبر ۱۹۸۵ء کو عرس رضوی کے موقع پر علامہ اختر رضا ازہری، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی۔ علامہ ضیار المصطفےٰ قادری وغیرہم نے محلہ سوداگران بریلی شریف سے ایک احتجاجی جلوس نکالا جو عیدگاہ پہنچا اور بعد نماز جمعہ مسلم پرسنل لار کانفرنس کا آغاز ہوا جسے مذکورہ علمار ودیگر حضرات نے خطاب فرمایا۔ سامعین وحاضرین کی تعداد لگ بھگ دو لاکھ تھی۔

بمبئی کے مسلمان جو سب سے زیادہ غیور وحساس ہیں انھوں نے جلسوں کے علاوہ ایک زبردست جلوس نکالا۔ ۲۱ر نومبر کے اس احتجاجی جلوس میں لاکھوں افراد شریک تھے۔ جلوس کی قیادت مولانا سید محمد ہاشمی کچھوچھوی نے کی۔ بمبئی کی تاریخ کا یہ سب سے پُر ہجوم اور عظیم الشان جلوس تھا۔ جس کی فضا حافظ عبید اللہ اعظمی کی شعلہ بار خطابت نے ہموار کی تھی۔

جودھپور (راجستھان) میں اس موضوع پر مولانا حافظ عبید اللہ اعظمی کی تقریر تو ملک گیر شہرت کی حامل ہو چکی ہے۔

۲۰ر فروری ۱۹۸۶ء کو علامہ ارشد القادری، مولانا عبید اللہ اعظمی، مولانا محمد ادریس بستوی وغیرہم کی قیادت میں لکھنؤ کے اندر تین سو تیرہ مسلمانوں نے گرفتاری دی۔

تحریک تحفظ شریعت میں علمار اہل سنت کے موثر کردار کا ایک روشن ثبوت وہ بھی ہے (ماہنامہ حجاز جدید شمارہ مئی ۹۰ء کا اداریہ ملاحظہ فرمائیں) جو شاہ بانو نے پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنے تحریری بیان میں کہا۔

میرے دینی وایمانی بھائیو! السلام علیکم

گزارش یہ ہے کہ میرے پاس "تحفظ شریعت بورڈ جامع مسجد شہر اندور مالوہ ایم۔ پی کی جانب سے مفتی مالوہ مولانا محمد حبیب یار خاں قادری شیخ الحدیث دار العلوم نوری اندور، معمار قوم حاجی عبدالغفار صاحب نوری خلیفۂ مفتئ اعظم ہند بریلی شریف وناظم اعلیٰ دار العلوم نوری اندور اور دیگر حضرات تشریف لائے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں نکاح وطلاق ومہر ونفقہ کے احکام بتائے۔ سننے اور سمجھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ میرے لئے اللہ ورسول کے قانون ہی سب کچھ ہیں جن پر میرا کامل ایمان ویقین ہے۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

(بیان کا آخری حصہ یہ ہے) آخر میں جماعت اہل سنت بریلی کے علماء خصوصًا مفتی مالوہ مولانا محمد حبیب یار خاں قادری شیخ الحدیث دارالعلوم نوری اور خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند معمارِ قوم الحاج حافظ عبدالغفار صاحب نوری ناظم اعلیٰ دارالعلوم نوری اندور کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے مجھے راہِ راست دکھا کر حق پر گامزن کیا اور میری دنیا و آخرت کو بچا لیا۔

ساتھ ہی ہندوستان کے تمام علماء سے اپیل کرتی ہوں کہ مطلقہ عورت کے لئے تحفظ شریعت بورڈ قائم کریں جن کے ذریعے تمام شرعی امور خصوصًا مہر و طلاق و نفقہ وغیرہ سے متعلق مسائل کے شرعی تصفیہ کے ساتھ ان کو شرعی حقوق دلانے کے لئے پیش قدمی کی جاسکے۔

فقط والسلام شاہ بانو

(بقیہ صفحہ ۲۸ کا)

آئے اور مژدہ ہو بشارت ہو نوید ہو تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے، وقف کیا ہے، مسجد بنائی ہے ان سب کی بھی مقبولی کی امید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے جب وہ زائل ہو گیا انہیں بھی باذن اللہ تعالیٰ شرف قبول حاصل ہو گیا چارہ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی برائی بھلائی کا اختیار رکھتا ہے۔ مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوٰۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہو سکے تو عاقبت پاک کرنے کے لئے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آسکے فرض کرے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لئے جمع رہے گا وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ و گمان سے باہر ہے عطا فرمائیگا اور کم گیا تو بادشاہ قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسہ کا۔" یہ بدیں وجہ کہ مال کثیر اور قرنوں کی زکوٰۃ جب یہ رقم وافر دیتے ہوئے نفس کو درد پہنچے گا تو اول تو یہی خیال کر لیجئے کہ قصور اپنا ہے سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گٹھری کیوں بندھ جاتی؟ پھر خدائے کریم عزوجل کی مہربانی دیکھئے اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دونا ثواب رکھا ہے۔ ایک تصدق کا، ایک صلۂ رحم کا۔ تو جو اپنے گھرے پیارے دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی بھتیجے بھانجے انہیں دے دیجئے کہ ان کا دینا چنداں ناگوار نہ ہوگا۔ بس اتنا لحاظ کر لیجئے کہ نہ وہ غنی ہوں نہ غنی باپ زندہ کے نابالغ بچے، نہ ان سے علاقۂ زوجیت یا ولادت ہو۔ یعنی نہ وہ اپنی اولاد میں نہ آپ ان کی اولاد میں۔

پھر اگر رقم ایسی ہی فراواں ہے کہ گویا اتھاہ کل خالی ہوا جاتا ہے تو دیئے بغیر تو چھٹکارا نہیں خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار ہیں۔ دنیا کی یہ چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی تاہم اگر یہ شخص اپنے ان عزیزوں کو بہ نیت زکوٰۃ دیکر قبضہ دلا دے پھر وہ ترس کھا کر بغیر اس کے جبر و اکراہ کے اپنی خوشی سے بطور ہبہ جس قدر چاہیں واپس کر دیں تو سب کے سب سراسر فائدہ ہے اس کے لئے یہ کہ خدا کے عذاب سے چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ کا قرض

قرض ادا ہوا اور مال بھی حلال و پاکیزہ ہو کر واپس ملا جو یا وہ اپنے جگر پاروں کے پاس رہا ان کیلئے یہ فائدے ہیں کہ دنیا میں مال ملا عقبیٰ میں اپنے عزیز مسلمان بھائی پر ترس کھانے اور اسے ہبہ کرنے اور اس کا ادائے زکوٰۃ میں مدد دینے سے ثواب پایا پھر اگر ان پر پورا اطمینان ہو تو زکوٰۃ و سالہائے سال کا حساب لگانے کی بھی حاجت نہ رہے گی اپنا کل مال بطور تصدق انہیں دیکر قبضہ دلائے پھر وہ جس قدر چاہیں اپنی طرف سے ہبہ کر دیں کتنی ہی زکوٰۃ اس پر تھی سب ادا ہو گئی اور سب مطلب برآئے اور فریقین نے ہر قسم کے دینی و دنیوی نفع پائے مولیٰ عزوجل اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائے آمین آمین یا رب العالمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ (کتبہٗ عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(بقیہ صفحہ ۲۴ کا)

خون کو رائیگاں بتانے کے لئے سرگرم ہیں ایک مسلم کی جان جو قیمت رکھتی ہے اوس کا اندازہ صرف اس سے کیا جا سکتا ہے کہ خود اون کے پیدا کرنے والے نے جب اون کی جانوں کو طلب کیا ہی تو اوس کا معاوضہ جنت سے کم اوس مالک الملک احکم الحاکمین کی جناب سے بھی نہ قرار پایا۔ کیا یہ آیہ مسلمانوں کو یاد نہیں۔ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جانوں کو اور مالوں کو جنت کے عوض میں خرید فرمالیا ہے) ایسی قیمتی جانیں جب سنبھل کے موقعہ پر قربان کی جا چکی ہیں تو کیا ان کا عوض صرف زبانی ہمدردی ہے صد افسوس مسلمانوں کی بدبختی اور کس مپرسی پر کہ ان کی جانوں کی تو قدر نہ کی جائے اور چند ہندوؤں کی زبانی ہمدردی پر مسلمان شعار توحید اور شعائر اسلام قربان کر دیں۔

دامِ تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

فدائیان وطن مسلم اور ہنود کے اتفاق و اتحاد کا مقصد تو یہ تھا کہ اغراض سیاسی ملکی میں دونوں قومیں یک زبان ہو کر مطالبہ پیش کریں اور دونوں ہاتھ ایک بن کر انتظامات میں شریک ہوں اس اتفاق کا یہ مطلب تو ہرگز نہ تھا اور نہ ہونا چاہئے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں اگر اس صدی کے مسلمانوں کے نزدیک اون کا دین اون کی شاہراہ ترقی پر سنگ راہ ہے تو اونہیں اس کا اختیار ہے کہ اس صراط مستقیم اور اس دین قویم سے اپنے کو علیحدہ کر لیں اور جو مذہب اونہیں دنیاوی تمتعات سے مالامال کر دے اوسے اختیار کر لیں لیکن اس کا اونہیں اختیار نہیں کہ اپنے کو مسلم اور مومن کہہ کر قوانین

۶ - ایمان اور شریعت اسلام میں اصلاحیں دیں اور ایک مذہب ممزوج اور ایک دین مرکب ایجاد کریں، اس نئے دین سے وہ مقدس اسلام جسے آج سے چودہ سو برس قبل ہمارے پیغمبر روحی فداہ لائے تھے اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہے اور مثل دیگر ادیان باطلہ اسے بھی ایک دین باطل کے لقب سے خطاب کرتا ہے۔

اسلام اور علم

قمرالزماں اعظمی مصباحی (مانچسٹر)

دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے اپنے عظیم انقلاب کی بنیاد علم پر رکھی ہے اس نے علم کو انسانیت کا جوہر قرار دیا ہے اس کے نزدیک علم صرف مادی کامیابیوں ہی کا ذریعہ نہیں بلکہ روحانی ترقیوں کے لئے بھی ناگزیر ہے۔

قرآن عظیم نے تخلیق آدم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرشتوں کے مقابلے میں آدم علیہ السلام کے علم ہی کو پیش فرمایا تھا۔ چنانچہ جب فرشتوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار کیا تو اس زمین پر ایک ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس کرۂ ارض کو فتنہ وفساد سے بھردے تو اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو صبح قیامت تک پیدا ہونے والی اشیاء کے نام اور ان کے حقائق کی تعلیم دی اور پھر انہیں فرشتوں کے مقابلے میں پیش کیا۔ فرشتوں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کیا تو انہیں حکم دیا گیا کہ آدم کے حضور سجدۂ تعظیم بجالائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ فی الارض قرار دیا گیا اور نیابتِ الٰہی کے اس عظیم منصب اور اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے انہیں زیور علم سے آراستہ کیا گیا۔ تخلیق آدم کے اس قرآنی واقعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل حقائق سامنے آئے۔

۱۔ انسان اگر افضل المخلوقات ہے تو علم ہی کی بنا پر۔

۲۔ انسان علم ہی کی وجہ سے خلافتِ ارضی کا مستحق ہے۔

۳۔ علم انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان وجہ امتیاز ہے۔

۴۔ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں ان کے حقیقی وارث وہی لوگ ہوں گے جو زیورِ علم سے آراستہ ہوں۔

۵۔ علم ہی کے ذریعہ انسان انسانیت کے جملہ مدارج کمال کو طے کرسکتا ہے۔

چنانچہ قرآن عظیم میں جناب طالوت کو قوم بنی اسرائیل کی حکمرانی کے واسطے اس لیے منتخب کیا گیا کہ وہ علم اور جسم میں دوسروں سے زیادہ تھے۔

وزادہ اللہ بسطۃ فی العلم والجسم۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو دولت اقتدار اور علم ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے صرف علم کو اختیار کیا مگر اس کے نتیجے میں دولت اور اقتدار دونوں ان کے قدم بوس ہوگئے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جو ایک عظیم پیغمبر ہیں ان کو سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وہ صاحبِ علم تھے۔

قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت واللہ بما تعملون خبیر

اللہ رب العزت انہیں بلندیوں سے نوازتا ہے جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہیں ایمان کے ساتھ علم کی دولت سے نوازا گیا وہ درجوں بلند بلند ہوتے ہیں اللہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے انہوں نے لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی عطا کی۔ انبیاء کرام کو کتابیں دی گئیں، صحیفے عطا کئے گئے تاکہ وہ جہل اور کفر کی تاریکیوں کے خلاف جہاد کرسکیں۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے دورِ نبوت میں اپنی قوم کو زیورِ علم سے آراستہ کیا مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ امام الانبیاء بن کر تشریف لائے اور ان کی نبوت مطلقہ وسیادت عامہ چوں کہ کسی خاص دور

کے لیے مخصوص نہیں تھی اس لیے آپ نے علم پر سب سے زیادہ زور دیا اور اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ہر دور میں جہل کے خلاف جہاد کریں اور دنیا کو علم کی روشنی سے معمور کر دیں۔

آپ غار حرا کی تنہائیوں میں اپنی قوم کی جہالت اور پسماندگی کے لیے مصروفِ دعا تھے کہ علیم و خبیر پروردگار کے فرستادہ جبرئیل حاضر بارگاہ ہوئے اور اقرأ باسم ربک کی تلاوت کی۔ یہ وحی کا آغاز تھا۔ آپ آغازِ وحی کے الفاظ پر غور کریں، سب سے پہلے پڑھنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کیا یہ مطالبہ اس بات کی طرف واضح اشارہ نہیں ہے کہ اس وحی پاک کے ذریعے جو انقلاب برپا ہوگا وہ خالص علمی اور فکری انقلاب ہوگا اور اقرأ کی عظیم امانت کا حامل جب منصبِ دعوت پر جلوہ گر ہوگا تو پوری دنیا کو علم کی دولت سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب آپ غار حرا کی خلوتوں سے اُفقِ دعوت پر جلوہ گر ہوئے تو آپ نے بنی نوع انسان کو قوم ملک اور زبان کی طرف نہیں بلایا بلکہ کتاب الٰہی کی طرف دعوت دی۔ رنگ و نسل زبان و علاقہ کے تمام امتیازات جہل کی پیداوار تھے آپ نے ان سب سے بلند ہو کر تمام دنیا کے انسانوں کو ایک مقدس کتاب کی طرف دعوت دی۔ آپ نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل فرمائی جس میں کتاب الٰہی کو مرکزِ ثقل قرار دیا گیا۔ دنیا میں کہیں بھی بسنے والا انسان اس مقدس معاشرے کا رکن بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے کو اس عظیم کتاب کی امانت کا اہل ثابت کر سکے۔ چنانچہ جہل و کفر کے خوگر مکہ مکرمہ میں رہ کر اس عظیم انقلاب سے فیضیاب نہ ہو سکے مگر جن کی فطرت میں قدرت نے ازلی سعادتیں پوشیدہ فرما دی تھیں وہ فارس، روم اور حبشہ سے کھنچے ہوئے آئے اور علم کی اس عظیم امانت کو سینوں میں محفوظ کر لیا۔

آپ نے اسلام کی اولین اجتماعی دعوت کوہ صفا کی بلندیوں سے دی حالانکہ اس کے لئے کعبہ کا صحن یا کوئی اور مقام بھی منتخب کیا جا سکتا تھا مگر آپ نے کوہ صفا کو اس لئے منتخب فرمایا کہ اپنے پیغمبرانہ انقلاب کی ایک تعبیر محسوس کو دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

آپ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں، لوگ پہاڑ کے دامن میں اس امین و صادق کا پیغام سننے کے لئے گوش بر آواز ہیں جو اس انسانی جماعت کا سب سے مبارک اور مسعود فرد تھا۔ آپ کے سامنے وہ لوگ ہیں جو اس وادی میں جمع ہو گئے ہیں اور صفا کے دوسری جانب کی دنیا بھی ہے جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر آپ نے سمجھایا کہ میں رسول ہوں میرے سامنے عالم غیب بھی ہے اور عالم شہادت بھی۔ میں دنیا اور آخرت کا یکساں مشاہدہ کر رہا ہوں اور میں اس عذاب کو بھی دیکھ رہا ہوں جو تمہاری طرف دشمن کی شکل میں بڑھ رہا ہے۔

کوہ صفا کی بلندیوں سے یہ عظیم دعوت اس لئے دی گئی کہ انسانی دنیا یہ جان لے کہ ان کی حیطۂ نگاہ سے ماوراء ایک ایسی عظیم دنیا بھی ہے جس کا علم نبی پر ایمان لائے بغیر اس مقدس کتاب کو پڑھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا جو اس مقدس نبی پر نازل ہو رہی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی اس عظیم کتاب نے علم کی اہمیت کو سب سے نمایاں انداز میں پیش فرمایا۔ اس نے علم کو بصارت اور جہل کو نابینائی سے تعبیر کیا۔

ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون۔

کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کا سوالیہ تیور اس قدر پُر جلال ہے کہ انسان بے ساختہ پکار اٹھے گا، ہرگز نہیں۔

اس نے بے علم افراد کو حکم دیا کہ وہ حصول سعادت کیلئے اہل علم کے حضور میں حاضری دیں۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

قرآن عظیم نے علم اور اس کے مشتقات کو ۷۸۰ بار استعمال فرما کر لوگوں کے دلوں میں علم کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا اور اگر علم کے مترادفات کو بھی شامل کیا جائے تو ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ خود خلاق کائنات نے اپنی ذات کے لئے علیم علام وغیرہ جیسی مقدس صفات کا ذکر فرما کر علم کو اپنی صفات کا پَرتو قرار دیا۔

قرآن عظیم نے جہل کو کفر کے ہم معنی قرار دیا۔ مثلاً

واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما

یہاں جاہل سے مراد کافر ہیں۔ اب غور فرمائیں کہ اگر جہل کفر کے مرادف ہے تو علم ایمان کے مرادف ہوگا یا نہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم نے خشیتِ الٰہی کی بنیاد علم پر رکھی ہے۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ

اللہ رب العزت سے اس کے بندوں میں علماً سب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے مطالعہ کے بعد ایک مغربی مفکر نے کہا تھا کہ

یہ بات حیرت انگیز بھی ہے اور اسلام
کی صداقت کا واضح ثبوت بھی کہ اسلام
نے خشیتِ الٰہی کا سبب علم قرار دیا ہے
جب کہ دوسرے مذاہب نے خوف کی بنیاد
جہل وغباوت اور اوہام وخرافات
پر رکھی۔

قرآن عظیم نے علم کے علاوہ انسان کی ان تمام توانائیوں کو اپنا مخاطب قرار دیا ہے جو علم کے لئے وسائل اور ذرائع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ قرآن عظیم میں جگہ جگہ تفکر، تدبر، بصیرت، بصارت، تعقل ادراک، نظر اور مشاہدہ کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ آیات آفاق وانفس کے مطالعہ اور مشاہدہ کو معرفت الٰہی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ یہی نہیں کہ اسے صرف معرفت الٰہی حاصل ہوگی جو ایک انسان کا منتہائے مقصود ہے بلکہ اس کے وسیلے میں وہ ان تمام منازل علم کو طے کرے گا جو ایک ترقی یافتہ قوم کا منتہائے نگاہ ہیں۔ قرآن عظیم نے اہل ایمان کو آسمان وزمین اور ان کے اندر پوشیدہ حقائق کے مطالعہ کی بار بار دعوت دی ہے۔

قل انظروا ماذا فی السمٰوات والارض

ترجمہ: اے رسول آپ فرمادیں کہ زمین وآسمان کے اندر موجود چیزوں کا مطالعہ کرو۔

اور اگر کسی مقام پر ٹھہر کر مطالعہ ناممکن ہوجائے تو پورے روئے زمین کی سیر کرو اور صداقتوں کی تلاش کرو۔

افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا واٰذان یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

ترجمہ: پھر وہ لوگ زمین کی سیر کیوں نہیں کرتے کہ انہیں سوچنے والے دل اور سننے والے کان مل سکیں جہالت آنکھوں کو اندھا نہیں کرتی بلکہ ان دلوں کو اندھا کرتی ہے جو سینوں کے اندر پوشیدہ ہیں۔

قرآن عظیم نے سچائیوں سے انحراف کرنے والوں کو ہمیشہ علم واستدلال کے ذریعہ مخاطب کیا اور ان سے بھی ان کے دعاوی کے سلسلے میں برہان واستدلال ہی طلب کیا۔

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

اے رسول فرمادیجئے کہ اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

حالانکہ اس دور کا انسان محض جذبات کی زبان سے بات کرتا تھا اور ہمیشہ ایسے محرکات کا سہارا لیتا تھا جن کا عقل واستدلال سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ ان حالات میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جذبات کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے ماحول میں اسلام ہی نے عقل واستدلال کے چراغ روشن کئے اور کاروانِ علم کو آگے بڑھایا۔

قرآن عظیم نے اپنی صداقت کو منوانے کے لئے اپنی بے شمار معجزانہ حیثیتوں میں سے صرف اس حیثیت کو منتخب کیا جس کا تعلق علم سے تھا چنانچہ اس نے منکرین کو چیلنج کیا۔

وان کنتم فی ریب مما نزّلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔

ترجمہ: اگر تم اس کتاب کے بارے میں بتلائے شک ہو جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمائی تو تم اس کے جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

قرآن عظیم نے عدم تدبر کو افراد اور اقوام کی موت سے تعبیر کیا ہے یعنی وہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں جو ملکوت سمٰوات والارض میں غور وفکر کے لامتناہی عمل کو ہر دور میں جاری رکھیں اگر وہ ایسا کریں گی تو ہر دور میں زندہ رہیں گی اور زندگی کی عظمتوں سے ہمکنار رہیں گی اور اگر ایسا نہ کریں گی تو اس زمین پر مردہ اقوام میں شمار ہوں گی۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔

اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوات والارض وما خلق اللہ من شیٔ وان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلھم۔

کیا ان لوگوں نے زمین وآسمان کی کائنات اور اللہ کی تخلیق کی ہوئی چیزوں میں غور نہیں کیا شاید ان کی اجل قریب آگئی ہے۔

یہ کائنات اس قدر وسیع وعریض ہے کہ انسانی دماغ کسی دور میں بھی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ ابھی کائنات کے ایک حصے کا مطالعہ ختم بھی نہیں ہوتا کہ خالق کائنات اولوالعزم انسانوں کے سامنے ایک اور کائنات ظاہر فرما دیتا ہے۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

اللہ رب العزت ہر دور کے انسانوں پر کائناتی علوم کے انہیں گوشوں کو روشن فرماتا ہے جن کی ان کو ضرورت ہوتی ہے بقیہ کائنات کی لا انتہا وسعتیں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ اس اعتبار سے دنیا میں وہی لوگ حکمرانی کر سکتے ہیں جو کائنات کے رازہائے سربستہ کو اپنے دور کی ضروریات کے مطابق سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ قرآن عظیم نے مسلمانوں کو ان تمام علوم کے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے جن پر آج سائنسی دور کا انحصار ہے۔

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءً فتصبح الارض مخضرۃً ان اللہ لطیف خبیر۔

ترجمہ: کیا آپ یہ مشاہدہ نہیں فرما رہے ہیں کہ اللہ آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے جس سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے وہ کتنا عظیم مہربان اور اپنے بندوں کی ضروریات سے آگاہ ہے (علم نباتات)

وآیۃ لھم الارض المیتۃ احییناھا واخرجنا منھا حبًا فمنہ یاکلون وجعلنا فیھا جناتٍ من نخیل واعناب وفجرنا فیھا من العیون لیاکلوا من ثمرہ وما عملتہ ایدیھم افلا یشکرون۔

ترجمہ: اور ان کے لئے مردہ زمین میں اللہ کی روشن نشانیاں ہیں کہ ہم نے اس کو زندہ فرمایا پھر اس سے ہم نے اناج اگایا جس کو وہ کھاتے ہیں اور ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے اور چشمے جاری کئے تاکہ وہ ایسا پھل کھائیں جو ان کے ہاتھوں کی محنت کا نتیجہ نہیں ہے کیا وہ شکر گزار نہ ہوں گے۔ (علم غذائیات)۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خُلقت والی السماء کیف رُفعت والی الجبال کیف کیف نُصبت والی الارض کیف سُطحت۔

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھ رہے ہیں اونٹوں کو کہ ان کی تخلیق کس طرح کی گئی (علم حیوانات) اور آسمانوں کو کہ انہیں کس طرح بلند کیا (علم فلکیات) اور پہاڑوں کو کس طرح انہیں نصب کیا گیا اور زمینوں کو کہ کس طرح انہیں بچھایا گیا (علم ارضیات) ان تمام علوم کی طرف اشارہ کرنے کے بعد خدائے جلیل اپنے عظیم تر پیغمبر کو مخاطب فرما رہا ہے فذکر انما انت مذکر آپ انہیں یاد دلاتے رہیں بلاشبہ آپ کو یاد دلانے والا بنا کر بھیجا گیا۔ یہی نہیں کہ تنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مُذکّر بنا کر بھیجا گیا بلکہ ایک ایسی کتاب بھی نازل کی گئی جس کی آیات آفاق و انفس میں غور کرنے سے ان تمام علوم کے دروازے کھلتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ومایعزب من ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔

زمین و آسمان کا کوئی ذرہ (جوہر) اور نہ اس سے چھوٹا (منفیہ) اور نہ بڑا (سالمہ) آپ کے رب کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔

قرآن عظیم اہل ایمان سے مطالبہ کر رہا ہے کہ تمام مخلوقات کے بارے میں غور و فکر سے کام لو اس لئے کہ اللہ رب العزت نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں فرمائی ہے۔ اگر کوئی چیز بیکار نظر آئے تو بھی اس سے بے اعتنائی نہ برتو بلکہ اس کی کیفیت تخلیق اور مقصد تخلیق جاننے کی کوشش کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارے افق علم پر حقائق کے نئے آفتاب طلوع ہوں گے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔

بلاشبہ زمین و آسمان کی تخلیق اور اختلاف لیل و نہار میں ان ارباب عقل کے لئے نشانیاں ہیں جو اپنے اللہ کا ذکر اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حالت میں کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کرنے کے بعد اس حقیقت کا اعلان کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ان چیزوں کو بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اس کائنات پر خدائے قدیر کا احسان عظیم ہے چنانچہ ان کی تشریف آوری کو قرآن عظیم نے احسان عظیم سے تعبیر فرمایا ہے۔

لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا۔

ترجمہ: اللہ نے اہل ایمان پر اپنے رسول کی بعثت سے احسان عظیم فرمایا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلاصہ موجودات حاصل تخلیق کائنات امام الانبیاء اور کلکِ قدرت کا وہ عظیم شاہکار ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر کے بعد ان سے بڑا کوئی نہیں۔ وہ انسانی عظمت کے

کے لئے معیار کامل ہیں۔ صبح قیامت تک انسان انہیں کے نقش قدم کی اتباع کر کے انسانیت کے مراتب علیا پر فائز ہوتا رہے گا۔ ان کی تشریف آوری عالم انسانی کے لئے خدا کا فضل عظیم ہے مگر علم کا مقام یہ ہے کہ وہ علم جو منصب ختم المرسلین کے شایان شان ہے خود ان کے لئے فضل عظیم ہے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔

ترجمہ: اور آپ کے پروردگار نے آپ کو وہ سب کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ معلم کائنات بنا کر بھیجا گیا تھا اس لئے ان کے پروردگار نے انہیں خود ہی تعلیم دی۔ تاکہ وہ کسی اور کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے زیر بار منت نہ ہوں اور انہیں جو علم عطا ہو وہ عین یقین ہو تاکہ ان کی اتباع کرنے والے ظن و تخمین کی راہوں کے مسافر نہ ہوں بلکہ یقین کے اجالوں میں منزل حیات حاصل کر سکیں۔

آپ کے پیغمبرانہ مناصب میں سے سب سے زیادہ نمایاں منصب کتاب و حکمت کی تعلیم ہے۔

ویعلمھم الکتب والحکمۃ

ترجمہ: اور وہ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ حیثیت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا۔

بعثت معلماً

مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا خدا بھی معلم ہے اور اس کے رسول بھی معلم ہی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مبدأ فیاض سے براہ راست علم حاصل کر رہے ہیں جو علیم و خبیر ہونے کی حیثیت سے حقیقی سرچشمۂ علم ہے اور اس معلم حقیقی نے اس کائنات میں سب سے زیادہ علم و ادب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

ادبنی ربی فاحسن تادیبی

میرے پروردگار نے مجھے ادب سے نوازا تو بہترین تربیت فرمائی۔

رب العزت نے اپنے محبوب رسول کو اتنا عطا فرمایا کہ اپنی لامتناہی عطا و بخشش کی ناپیدا کنار وسعتوں کے باوجود ان کے علم کو کوثر کے خطاب سے نوازا۔ لیکن پیغمبر اعظم کی جستجوئے علم اور مبدأ فیاض سے براہ راست حصول علم کے ذوق کا یہ عالم ہے کہ ماکان و مایکون کی وسعتوں کا احاطہ کرنے کے باوجود

رب زدنی علما

اے میرے پروردگار میرے علم کو اور زیادہ فرما۔

وظیفہ سحر و شام ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ حصول علم کے لئے کوئی عمر مخصوص نہیں ہے بلکہ زندگی کے آخری لمحے تک حصول علم کے لئے جدوجہد کرنا زندگی کی معراج ہے۔

کونوا متعلمین من المھد الی اللحد

گہوارے سے قبر تک طالب علم ہی رہو

یہی وجہ ہے کہ اپنے دور کے جملہ علوم و فنون کا احاطہ کرنے والے اور اس وقت کے تمام باطل فلسفوں کو شکست دینے والے علم و یقین کی راہوں میں اپنی دانش حاضر سے ہزاروں چراغ روشن کرنے والے غزالی درازی زندگی کے آخری لمحوں میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ

ہم علم کے سمندر کے کنارے سیپیاں
چنتے رہے ہیں ہم بحر علم میں
غوطہ زن ہو کر گوہر مقصود حاصل
نہ کر سکے۔

علم اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات ازلیہ میں سے ہے بندہ علم کے اعتبار سے جس قدر ترقی کرتا ہے اللہ سے اسی قدر قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ قلب انسانی آئینۂ تجلیات الٰہی بن جاتا ہے اور اس پر علم الٰہی کے انوار کا نزول ہوتا ہے اس کے اندر ایک ایسی انکشافی شان پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حقائق اشیاء کا براہ راست مطالعہ کرنے لگتا ہے۔ اب اس کے لئے اس کی حاجت نہیں رہ جاتی کہ مجہولات کے علم کے لئے معلومات کو ترتیب دیتا پھرے پھر بھی ظن و تخمین کے دائرے سے باہر نہ نکل سکے۔ انبیاء کرام کو وحی کے ذریعہ اور اولیاء کرام کو کشف و الہام کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ دراصل خدائے علیم و علام کے علوم ازلیہ کا پرتو ہیں یا آئینۂ قلب پر اس کی تجلیات علم کا انعکاس ہیں جن میں خطا کا امکان ہی نہیں۔

عالم الغیب والشہادۃ کے نائب مطلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین میں اس اعتبار سے بھی ممتاز ہیں کہ ان کا سینہ اطہر علوم الٰہیہ کا سب سے بڑا مخزن ہے اس لئے وہ خود ارشاد فرماتے ہیں میرے لئے دنیا اٹھا دی گئی ہے میں دنیا کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ان ہتھیلیوں کو۔

حقیقی شعور

بدر القادری مصباحی ۔ المرکز الاسلامی ۔ دی ہیگ ۔ ہالینڈ

اسلام میں حقیقی عقل و شعور محض وہ شے نہیں جس سے مادی وسائل کی فراہمی اور نت نئی ایجادات واکتشافات معرض وجود میں آئیں بلکہ انوار روح کی قوت اور باایمان قلبی حواس درحقیقت منبع عقل ہیں اور جب تک ایسی حیاتِ حقیقی حاصل نہ ہو، نور وحی کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ عقل و شعور جسدی آلائشوں سے آزاد ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ جسم چونکہ خاک، باد، آب و آتش سے مرکب ہے اس لئے اس عالم مادی کی جانب کھنچاؤ رکھتا ہے اور اس کشش سے بے نیاز ہونے کے لئے روح کی قوت میں اضافہ ہونا چاہئے، ایمان کی لذت یابی کے بعد مادیات سے بلند ہونے کے واسطے ان حواس کے بندھن سے نکل کر اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم پر صدق و محبت ایمانی سے دل باندھے تو وہ عقل کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

اسی مفہوم میں اہل ایمان زندہ ہیں اور کفار و مشرکین مردہ ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ

(انفال ـ ۸ ـ ۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

ذات حی و قیوم سے وابستگی کے بعد بندۂ مومن تاریکی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور نور حقیقی کی تجلیات میں نہا کر مصفیٰ بن جاتا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

(البقرہ ۲ ـ ۲۵۷)

اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی (نور) کی طرف کھینچ لاتا ہے۔

پھر وہ نور تاباں اس بندۂ مومن کو طاعات سے منور فرماتا ہے اور اس کے پیکرِ جسدی کے تمام رگ و ریشے میں نورانیت بکھیر دیتا ہے۔ وہ نورِ ایمان پھر بسیط ہو کر اس کے اطراف کو جگمگاتا ہے۔

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا

(الانعام ـ ۶ ـ ۱۲۲)

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے اس کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہو اور نکلتا نہ ہو۔

یہ وہی حقیقی عقل ہے جو انوار روحانیہ سے فیض پا کر مومن کو سرفراز کرتی ہے۔

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ

(یونس ـ ۱۰ ـ ۱۰۰)

کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے۔

خداشناسی اور خودشناسی کا وہ نور محض اہل ایمان کا حصہ ہے۔ منکرین اسلام اس سے قطعاً محروم ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان خود اپنے دین کی عظمتوں سے ناواقف اور ایمان کی لذتوں سے ناآشنا ہیں اور اہلِ کفر کی مادی ترقی سے اس قدر مرعوب ہیں کہ اپنے ایمان و اسلام کی حقیقی قدروں کو خود بخود پامال کر رہے ہیں دنیا کا کوئی بددین خود کو کب بے عقل و شعور شمار کرتا ہے، بلکہ وہ تو اپنے سواسب کو فہم و فراست اور عقل و آگہی سے کورا تصور کرتا ہے۔ ایمان باللہ

ماجاء بہ الرسول محمد صلی اللہ تعالیٰ
لیہ و آلہ وسلم کی لذتوں اور برکتوں کو ایمان
ل کے حاملین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لذتِ جماع کو
ید النشی عنین اور لذتِ نظارہ کو چشم و دل کا
دھا کیا جان پائے

اسلام کی اظہر من الشمس حقانیت کو آج
جودہ دنیا کے عظیم سمجھے جانے والے مفکرین و
نشور، سائنس داں و فلاسفر کی عقلیں کیوں قبول
یں کرتیں۔ اس لئے کہ ان کی عقل و نگاہ پر سفاہت
تنگ نظری، تعصب اور عناد اور حقیقۃً عدم توفیق
یزدی) کا پردہ پڑا ہوا ہے، اور انہی میں سے
ن پر فضل خدا ہوتا ہے ان سے تمام پردے
اک کردئے جاتے ہیں اور وہ اسلام کا دل دادہ بن
اتا ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا
نْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (البقرہ ۲-۱۳۰)

اب کون ہے جو طریقہ ابراہیمی (اسلام) سے
فرت کرے سوائے اس کے جس نے خود کو حماقت
جہالت میں مبتلا کرلیا ہو۔

علم و شعور کی اس روشنی میں جب کہ سائنس
ور دیگر علوم نے خدائے قادر و قیوم کے وجود اور
ام نظامہائے کائنات پر اس کی مضبوط گرفت کا
ت کچھ ثبوت فراہم کردیا ہے، اور انسانی منصوبوں
ور اسکیموں کو قدم قدم پر قدرت کے مقابلے میں پاش
ش ہوتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے ـــ ایسے
ور میں داخل ہوکر بھی دنیا کا اسلام، قرآن، اور
لتِ ابراہیمی سے بُعد تعجب خیز امر ہے۔ اس
رحلہ میں داخل ہوکر ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ تحقیق و
دقیق کے نام پر دنیا کے ہر موضوع کی جنہوں نے
بال کی کھال نکال ڈالی۔ واجب الوجود، خدائے
واحد کے مظاہر جو آج دعوتِ نگاہ دے رہے
ہیں، انہیں کیوں نظر نہیں آتے تو مالک حقیقی ہی کا
فرمان ہمیں ورطۂ حیرت سے نکالنے کا ذریعہ بنتا
ہے۔ مالک و مولا جل و علا ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ
اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ
بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

(الاعراف۔ ۷۔ ۱۷۹)

اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انس
ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے
ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان
کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں
ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ
جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے
یہ وہ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔

جن و انس کا یہ طبقہ قلب رکھتا ہے مگر احساس
قلب سے عاری ہے آنکھیں پاس ہیں مگر حقیقی بینائی
سے معذور ہیں۔ کان ہیں مگر سماعتِ صالحہ سے
مفقود ہے اس لئے اور حیوانات ہی کی طرح یہ بھی
ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ غفلت کی گھٹا ٹوپ
تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ عالم مادی ہی کی
تدبیروں میں ساری صلاحیتوں کا استعمال کر
کے مرجائیں گے اور عالمِ آخرت میں ان کا کوئی حصہ
نہ ہوگا۔ ان کی دنیوی تگ و دو، بھاگ دوڑ، مساعی
و مشاکل اور جد وجہد کی اس سے بہتر مثال
نہیں ہوسکتی جو رب تعالیٰ کا قرآن فرما رہا ہے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ
اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ
اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا
لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ
تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (یونس ۱۰-۲۴)

اور دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے
آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار جسے
آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں خوب گھنی ہوگئی
پھر عین اس وقت جب کہ زمین اپنی بہار پر تھی اور
کھیتیاں بنی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک سمجھ
رہے تھے کہ اب ہم ان سے فائدہ اٹھانے پر قادر
ہیں یکا یک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آپہونچا اور ہم
نے اسے ایسے غارت کرکے رکھ دیا کہ گویا کل وہاں
کچھ تھا ہی نہیں، اس طرح ہم نشانیاں کھول کھول کر
پیش کرتے ہیں ان کے لوگوں کے لئے جو سوچنے
سمجھنے والے ہیں۔

اور اقرار توحید و رسالت کے بعد بندۂ مومن
نور باطن کا اہل ہوجاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ
خود میں مستور قدرت کی اس قندیل کے عرفان سے
از خود محروم ہو، مومن وہ ہے جس کا مقصودِ حقیقی
خدا ہی ہو، حیاتِ دنیوی میں اپنے عظیم مقصد کو
فراموش نہ کرے۔ مومن نور باطن سے دیکھتا
ہے۔ اور عالم میں برتی جانے والی ہر حکمت اصلیہ
مومن کا سرمایہ ہے، حیات مستعار کے شب و روز
میں قلب مومن کو اپنے معبود حقیقی سے غفلت نہیں
ہوتی۔ قلب مومن خدا کا عرش ہے۔ حدیث قدسی ہے۔
(بقیہ صفحہ ۱۸ پر)

حسرتِ دیدار

حضرت سید محمد علی حسین اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

دل کو حسرت ہے مدینے میں پہنچ جاؤں میں
درِ محبوب انہیں آنکھوں سے دیکھ آؤں میں

یہ مقدر ہے یہاں بیٹھ کے پچھتاؤں میں
سیکڑوں جائیں چلے راہ میں رک جاؤں میں

مجھ سے پوچھے جو کوئی شورشِ ہجراں کا حال
رو کے بس آبلۂ دل اسے دکھلاؤں میں

الغیاث اے مرے محبوبِ خدا سرورِ دیں
حکم کر دیجئے جلدی سے چلا آؤں میں

اب نہیں تاب کہ میں صبر کروں ہجراں میں
دلِ رنجیدہ کو کس طرح سے سمجھاؤں میں

مرے آقا، مرے مولا، مری لو جلد خبر
آستانے پہ تو مدفن کی جگہ پاؤں میں

قبر میں اشرفیٔ زار کے پاس آجانا
وہ مکاں تنگ ہے وحشت سے نہ گھبراؤں میں

حضرت شاہ سید محمد علی حسین اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

دل پہ غم نے پھر لگایا زخم کاری یا رسول
درد میں اب حد سے گزری بے قراری یا رسول

ہائے خواہش ہی مرے دل کو مدینے کی رہی
کٹ گئی حسرت میں اپنی عمر ساری یا رسول

آپ کی فرقت خزاں ہے نخلِ دل کے واسطے
آپ کا دیدار ہے فصلِ بہاری یا رسول

اب مریضِ عشق پر اپنے کرم فرمایئے
ہجر میں کب تک کروں میں اشک باری یا رسول

دل میں ہے شوقِ زیارت کیا کروں مجبور ہوں
رات دن کرتا [illegible] غم میں آہ و زاری یا رسول

قافلے ہر سال جاتے ہیں مدینے کی طرف
میری کب آئے گی واں جانے کی باری یا رسول

اشرفیؔ شوقِ زیارت میں تڑپتا ہے مدام
صدمۂ ہجراں سے ہے اب جان عاری یا رسول

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

ازل کی صبح کے مہرِ مبیں تشریف لاتے ہیں
شبستانِ ادب کے مہ جبیں تشریف لاتے ہیں
نگاہ کبریا کے نازنیں تشریف لاتے ہیں
ظہورِ شانِ رب العٰلمیں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

شفاعت تاج ہے اس کے نگیں تشریف لاتے ہیں
عنایت راج ہے اس کے امیں تشریف لاتے ہیں
جہاں محتاج ہے سلطانِ دیں تشریف لاتے ہیں
یہی غل آج ہے نورِ مبیں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

قدم اس کے تجلی آفریں تشریف لاتے ہیں
حدوث اس کا بہارِ اولیں تشریف لاتے ہیں
وہی زینت دہِ عرشِ بریں تشریف لاتے ہیں
اٹھائے پردہ کو پردہ نشیں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

دوائے دردِ ہر اندوہگیں تشریف لاتے ہیں
سکون و راحتِ قلبِ حزیں تشریف لاتے ہیں
غریبوں کے مددگار و معیں تشریف لاتے ہیں
اٹھائے پردہ کو پردہ نشیں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

سنوارے آج زلفِ عنبریں تشریف لاتے ہیں
تبسم لب پہ آنکھیں سرمگیں تشریف لاتے ہیں
جلو میں لے کے سب دنیا و دیں تشریف لاتے ہیں
لئے ہاتھوں میں فردوسِ بریں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

امین و مہبطِ روح الامیں تشریف لاتے ہیں
فروغِ طٰہٰ و یٰسیں یہیں تشریف لاتے ہیں
زمیں پر رونقِ عرشِ بریں تشریف لاتے ہیں
جلو میں اہلِ چرخِ چنبریں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

جو کہتے تھے کہ وہ ہرگز نہیں تشریف لاتے ہیں
وہ گندے ہیں وہ گندوں میں کہیں تشریف لاتے ہیں
جہاں ہم نے پکارا وہ وہیں تشریف لاتے ہیں
بحمد اللہ وہ سید یہیں تشریف لاتے ہیں
جناب رحمۃٌ للعٰلمیں تشریف لاتے ہیں

زکوٰۃ کی فرضیت و اہمیت

امام احمد رضا فاضل بریلوی

زکوٰۃ اعظم فروضِ دین و اہم ارکانِ اسلام سے ہے ولہٰذا قرآن عظیم میں بتیس ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا، صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا، بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ۔	اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔[1]

بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں۔ احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہو جائے گا۔ پر عاقل ہوش مند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یونہی مرجھا کر رہ جائے گا، یہی حساب زکوٰتی مال کا ہے۔

حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ أَوْ مَالُ الزَّكٰوةِ مَالًا إِلَّا أَفْسَدَتْهُ۔ زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کردے گا۔ رواہ البزار والبیہقی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

دوسری حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا تَلِفَ مَالٌ فِی بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا بِحَبْسِ الزَّكٰوةِ۔	خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔

أخرجه الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تیسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ أَدّٰى زَكٰوةَ مَالِهٖ فَقَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُ شَرَّهٗ۔	جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور فرمادیا۔

اخرجه ابن خزیمۃ فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

چوتھی حدیث میں ہے حضور اعلیٰ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ فرماتے ہیں۔

حَصِّنُوْا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ وَدَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔	اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

رواہ ابو داؤد فی مراسیلہ عن الحسن والطبرانی والبیہقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا تو بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے، اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت پانا ہو جائے گا، تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل و علا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا وہ فرماتا ہے زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا۔ اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی جاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہان کا زیاں[2] مول لیتا ہے۔

حدیث ۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، إِنَّ تَمَامَ إِسْلَامِكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ۔ تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ رواہ البزار عن علقمۃ۔

حدیث ۲ میں حضور غنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَلْيُؤَدِّ زَكٰوةَ مَالِهٖ، جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دے۔ یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ

---

[1] ترجمہ از کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن پ ۳ ع ۶، البقرہ ۱۲ [2] نقصان ۱۲

زکوٰۃ ادا کی جائے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث ۳ :۔ حضور پر نور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس زر و سیم[1] کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں تپائیں گے۔ پھر ان سے اس شخص کی پیشانی، کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر انہیں تپا کر داغیں گے قیامت کے دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو چکے۔ اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ[1]

اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں بشارت دے دکھ کی مار کی جس دن تپایا جائے گا۔ وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا۔

پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھئے کہ کوئی چھپکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی و پشت و پہلو کی فقط چربی جل کر بس ہو گی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سن لیجئے۔

حدیث ۴ :۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان کے سر پستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔ اخرجہ الشیخان عن الاحنف بن قیس۔

اور فرمایا میں نے حضور نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔ رواہ مسلم، اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سن رکھئے۔

حدیث ۵ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا، نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

اے عزیز! کیا خدا اور رسول کے فرمان کو یوں ہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے۔ ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کرکے بدن پر رکھ، دیکھ پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر کی آگ بھڑک ایک ہی روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال، کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں ہزاروں برس کی آفت، کہاں یہ ہلکا سا چھپکا، کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر وار پار ہونے والا غضب اللہ تعالیٰ مسلمان کو ہدایت بخشے، آمین۔

حدیث ۶ :۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا، پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اسکی تصدیق پڑھی کہ رب عز وجل فرماتا ہے۔ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[2] جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن۔ رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۷ :۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ بھاگے گا، اس سے فرمایا جائے گا لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں، جب دیکھے گا کہ اس اژدہے سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دیگا وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۸ :۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہ اژدہا اس پر دوڑیگا یہ پوچھے گا تو کون ہے، کہے گا میں تیرا وہ بے زکوٰتی مال ہوں جو چھوڑ مرا تھا، جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا کئے ہی جاتا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دیدے گا وہ چبائے گا، پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا۔

اخرجہ البزار والطبرانی وابن خزیمۃ وحبان عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۹ :۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، وہ اژدہا اس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں رواہ البخاری والنسائی، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۱۰ :۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیاء کے ہاتھوں، سن لو! ایسے تونگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا، اور انہیں دردناک عذاب دیگا۔ رواہ الطبرانی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

حدیث ۱۱ :۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبان پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔

رواہ ابن خزیمۃ واحمد وابویعلیٰ وابن حبان۔

حدیث ۱۲ :۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور زکوٰۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا۔

رواہ الاصبہانی۔

---

[1] پ ۱۰ ع ۱۱۔ توبہ۔ [1] پ ۱۰ ع ۱۱۔ توبہ
[2] پ ۴ ع ۹۔ آل عمران، [3] بھاگنے کی جگہ۔

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن تونگروں کے لئے محتاجوں کے ہاتھ سے خرابی ہے، محتاج عرض کریں گے۔ اے رب ہمارے! انہوں نے ہمارے وہ حقوق جو تو نے ہمارے لئے ان پر فرض کئے تھے ظلماً نہ دیئے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انہیں دور رکھوں گا۔ رواہ الطبرانی وابوالشیخ عن انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث ۱۴: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے فرق لنگوٹیوں کی طرح کچھ چیتھڑے تھے اور جہنم کی گرم آگ پتھر اور تھوہڑ اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھاس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں عرض کی یہ زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ اللہ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔ رواہ البزار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۱۵: دو عورتیں خدمت والا میں سونے کے کنگن پہنے حاضر ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی؟ عرض کی نہ فرمایا کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے عرض کی نہ فرمایا تو زکوٰۃ دو رواہ الترمذی والدار قطنی واحمد وابوداؤد والنسائی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حدیث ۱۶: ایک بی بی چاندی کے چھلے پہنے تھیں فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی؟ انہوں نے کچھ انکار سا کیا فرمایا تو یہی تجھے جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں۔ رواہ ابوداؤد والدار قطنی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حدیث ۱۷: کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا۔ رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث ۱۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں ایک وہ تونگر کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔ رواہ ابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحیھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے۔ نہ دینے والے کو ہزارہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہیئے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، ناداں سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔

اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، قرض نہ دیجئے اور بالائی بے کار تحفے بھیجئے وہ کب قابل قبول ہوں گے، خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان وجہانیان سے بے نیاز ہے، یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے کوئی زمیندار مال گذاری تو بند کرے اور تحفہ میں ڈالیاں بھیجا کرے دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں۔ ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے فرض کیجئے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفہ میں آم خربوزے بھیجیں کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہوگا یا آتے ہوئے اسکی نادہندی پر جو آزار انہیں پہنچا سکتا ہے ان آم خربوزے کے بدلے اس سے باز آئیگا سبحان اللہ جب ایک کھنڈساری کے مطالبے کا یہ حال ہے تو مَلِکُ الْمُلُوْكِ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن جَلَّ وَعَلَا کے قرض کا کیا پوچھنا۔

لاجرم محمد بن المبارک بن الطباخ اپنے "جزء املاء" اور عثمان بن ابی شیبہ اپنی "سنن" اور ابونعیم "حلیۃ الاولیاء" اور ہناد "فوائد" اور ابن جریر "تہذیب الآثار" میں عبدالرحمٰن بن سابط زید وزبید پسران حارث ومجاہد سے راوی۔

لَمَّا حَضَرَ اَبَا بَكْرِنِ الْمَوْتُ دَعَا عُمَرَ فَقَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ يَا عُمَرُ وَ اعْلَمْ اَنَّ لِلّٰهِ عَمَلاً بِالنَّهَارِ لَا يَقْبَلُهُ بِاللَّيْلِ وَعَمَلاً بِاللَّيْلِ لَا يَقْبَلُهُ بِالنَّهَارِ وَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا يَقْبَلُ نَافِلَةً حَتّٰى تُؤَدَّى الْفَرِيْضَةُ، (الحديث)

یعنی جب خلیفہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائیگا اور کچھ کام رات میں ہیں کہ انہیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے

اور خبردار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے۔

ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی الشافعی فی الباب الثالث عشر من کتاب "القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب" وفی الباب التاسع عشر من کتاب "التحقیق فی فضل الصدیق" وھو اقل کتب کتابہ "الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء" ورواہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجامع الکبیر نقال عن عبد الرحمٰن بن سابط وزبید بن زبید بن الحارث ومجاھد قالوا لما حضر الخ۔

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب "فتوح الغیب شریف" میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لئے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں۔

اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لئے بلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہو اور اس کے غلام کی خدمت گاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت

امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اِسقاط ہوگیا، اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچہ والی۔ یعنی جب پورے دنوں پر آکر اسقاط ہوا تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا۔ حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچہ نہ امید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوئی ہوتی ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس سے روپیہ تو اٹھا مگر جب کہ فرض چھوڑا، یہ نفل بھی قبول نہ ہوا، تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں اسی کتاب مبارک میں حضور مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ۔

فَاِنِ اشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ وَاُهِيْنَ.

یعنی فرض چھوڑ کر سنت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور ، خوار کیا جائے گا۔

یوں ہی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کی شرح میں فرمایا۔

"ترکِ[1] آنچہ لازم وضروری است واہتمام بہ آنچہ نہ ضروری ست از فائدہ عقل وخرد دوراست چہ دفع ضرر اہم است برعاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست"۔

حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملۃ والدین سہروردی قدس سرہٗ العزیز "عوارف شریف" کے باب الثالث والثلثین میں حضرت خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

بَلَغَنَا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ نَافِلَةً حَتّٰى تُؤَدّٰى فَرِيْضَةٌ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَثَلُكُمْ كَمَثَلِ الْعَبْدِ السُّوْءِ بَدَأَ بِالْهَدِيَّةِ قَبْلَ قَضَاءِ الدَّيْنِ.

ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمہاری اس بد بندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔

خود حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهُ فِى الْاِسْلَامِ فَمَنْ جَاءَ بِثَلٰثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَاْتِىَ بِهِنَّ جَمِيْعًا الصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَيْتِ.

چار چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چار ملا نہ بجا لائے نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان، حجِ کعبہ۔

رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند حسن عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اُمِرْنَا بِاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَمَنْ لَّمْ يُزَكِّ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ. ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔

سُبْحٰنَ اللّٰه۔ جب زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز روزے حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے؛ بلکہ انہیں سے اصبہانی کی روایت میں یوں آیا کہ فرماتے ہیں۔

مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُؤْتِ الزَّكٰوةَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ يَّنْفَعُهٗ عَمَلُهٗ.

جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے، وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔

الٰہی مسلمانوں کو ہدایت فرما آمین۔

بِالْجُمْلَة اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا، یہ سب امور صحیح ولازم تو ہوگئے کہ نہ اب دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس کر سکتا ہے، نہ کئے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے نہ اس گاؤں کی توفیر اداۓ زکوٰۃ خواہ اپنے اور کسی کام میں صرف کر سکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم وحتمی ہو جاتا ہے جسکے اِبطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔ فی الدر المختار اِذَا الْوَقْفُ عِنْدَهُمَا حَبْسُهَا عَلٰى مِلْكِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَلْزَمُ فَلَا يَجُوْزُ لَهٗ اِبْطَالُهٗ وَلَا يُوْرَثُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى.

مگر ہاں ہم جب تک زکوٰۃ پوری پوری نہ ادا کرے ان اعمال پر امید ثواب و قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہوجانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا، مقبولِ بارگاہ ہونا اور بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لئے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہوگئی، فرض اتر گیا، پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب پائے گا بلکہ الٹا گنہگار ہوگا۔ یہی حال اس شخص کا ہے۔

اے عزیز! اب شیطانِ لعین کہ انسان کا عدو مبین[2] ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصدِ خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقراء کو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لئے یوں فقرہ سوجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ چلو اسے بھی دور کرو اور شیطان کی پوری بندگی بجا لاؤ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمنِ ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا بلکہ تجھے تو وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذابِ سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کے یہ وقف ومسجد وخیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی امید پڑتی۔ بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں، اکارت جاتی محنتیں از سرِ نو ثمرہ لائیں، یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو صورتِ بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھلے ہوئے سرکشوں اِشتہاری باغیوں میں نام لکھا لیجئے وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے صدق دل سے توبہ کیجئے آج تک کی جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے۔ فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولیٰ جس نے جان عطا کی اعضا دیئے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے حضور منہ اجالا ہونے کی صورت نظر

---

[1] "لازم اور ضروری کام کو چھوڑ دینا اور غیر ضروری کا اہتمام کرنا عقل سے دور ہے اس لئے کہ عقلمند کے نزدیک نقصان کا دور کرنا نفع حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ بلکہ درحقیقت اس صورت میں نفع ہی نہیں ہے"۔ م ح۔ نعمانی۔ [2] کھلا دشمن ۱۲

(باقی صفحہ ۶ پر)

یوم عاشورہ کے فضائل و اعمال

محمد شہاب ظفر اعظمی رفیع گنج اورنگ آباد

ماہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو شریعت کی اصطلاح میں عاشورہ کہتے ہیں۔ یہ دن اسلام میں بڑی عظمت و بزرگی اور فضل و شرف والا ہے۔ عام طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس دن کے تمام فضائل شاید واقعۂ فاجعہ شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہیں، حالانکہ امر واقعہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ دیگر بہت سے اہم واقعات بھی اس تاریخ سے متعلق ہیں جو اس کی استثنائی عظمت و کرامت کو ثابت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب نزہۃ المجالس میں تحریر فرماتے ہیں "کہ اسی روز زمین و آسمان اور قلم کی تخلیق ہوئی، اسی دن حضرت آدم و حوا علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ اور آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام مرتبہ خُلت سے سرفراز کئے گئے، اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے چالیس سال بعد ملے، اسی روز حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے، اسی روز حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے، اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت خدیجہ سے ہوا اور اسی روز قیامت بھی قائم ہوگی" (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۸۱)

معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کے نزدیک یہ تاریخ بہت عظمت و فضیلت والی ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے کی شہادت کے لئے بھی اسی دن کو منتخب فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ انسانوں کے نزدیک بھی یہ دن قدیم الایام سے معزز و مفتخر خیال کیا جاتا رہا ہے۔ جیسا کر صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے۔ کان الیوم عاشوراء یعظمہ الیہود ویتخذونہ عیداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم۔ عاشورہ کے دن کی یہود تعظیم کیا کرتے تھے اور اس دن عید منایا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تم بھی اس روز روزہ رکھا کرو۔

مسلم شریف کی روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— خیبر والے عاشورہ کے دن روزہ رکھتے اور اس دن عید منایا کرتے تھے اور اپنی عورتوں کو اچھا لباس اور زیور پہنایا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مسلمانو!) تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

احادیث پاک کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں ہمیشہ ہی سنت متوارثہ کے طور پر جاری رہی ہیں یعنی کوئی ایک پیغمبر بھی ایسا نہیں گزرا جس نے انھیں ترک کیا ہو جیسے داڑھی بڑھانا، مونچھیں کٹانا، موئے زیر ناف صاف کرنا، بغلیں بنوانا، مسواک کرنا، ختنہ کرانا۔ اسی طرح ایک روایت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں چار چیزیں ایسی

ہیں جن کو ہر پیغمبر نے پابندی سے ادا کیا ہے اور کوئی پیغمبر بھی ایسا مبعوث نہیں ہوا جس نے اسے ترک کیا ہو۔

۱۔ فجر کی دو رکعت سنّتیں

۲۔ ہر مہینے ایام بیض کے روزے

۳۔ ماہ ذی الحجہ کے عشرۂ اوّل کے روزے

۴۔ عاشورۂ محرّم کا روزہ

یوم عاشورہ کے دن نماز

سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ یَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَقُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ اِحْدٰی عَشْرَۃَ مَرَّۃً غَفَرَ اللہُ ذُنُوْبَ خَمْسِیْنَ عَامًا وَبَنٰی لَہٗ مِنْبَرًا مِّنْ نُوْرٍ۔ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پوری سورۃ گیارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کے لیے نور کا ایک منبر بنائے گا۔ (نزہۃ المجالس ج ۱ صـ ۱۰۱)

یوم عاشورہ کا روزہ

عاشورۂ محرم کے روزے کا بہت اہم مقام ہے۔ اسی لئے حضور نے اس کے اہتمام کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ کا حکم فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا یارسول یہ وہ دن ہے جس کی یہود اور عیسائی تعظیم کرتے ہیں تو حضور نے فرمایا "لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ" اگر میں سال آئندہ دنیا میں باقی رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ صـ ۱۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کیا دن ہے جس میں تم لوگ روزہ رکھتے ہو وہ بولے یہ بڑی عظمت کا دن ہے اس دن خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو (فرعون کی) غلامی سے نجات بخشی اور فرعون کو اس کی قوم کے ساتھ بحر قلزم میں غرق کردیا۔ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ میں روزہ رکھا اس لئے ہم بھی رکھتے ہیں یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لئے آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی حکم فرمایا۔ (بخاری شریف ج ۱ صـ ۲۶۸)

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عاشورہ کے دن حضور نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو یہ منادی کرنے کا حکم دیا کہ جو شخص کچھ کھا چکا ہے وہ بقیہ دن کچھ نہ کھائے اور جس نے ابھی کچھ نہ کھایا ہے وہ روزہ رکھ لے کیونکہ آج عاشورہ کا دن ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا "صِیَامُ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ" ــــ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ عاشورہ کے روزہ کو پچھلے سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بنادے۔ (مشکوٰۃ صـ ۱۷۹)

صدقہ و خیرات اور کھانا کھلانا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَعَۃٍ سَائِرَ سَنَتِہٖ" ــــ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں کشادگی کرے گا سال بھر تک کشادگی میں رہے گا۔ (ماثبت بالسنہ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صـ ۱۰)

حضرت عبداللہ ابن العاص سے مروی ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا گویا اس نے سال بھر روزے رکھے اور جس نے اس دن صدقہ خیرات کیا وہ ایسا ہے جیسے کوئی سارے سال صدقہ خیرات کرتا رہا ہو۔

(اخرجہ ابو موسیٰ المدینی)

حضرت حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے اس روایت کے بارے میں احمد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انھوں نے (نہ معلوم کیوں) اس کو بے وزن سمجھا۔ لیکن ابن منصورہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے احمد سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ روایت سنی ہے۔ من

(باقی صفحہ ۷۸ پر)

ہندو مسلم مفاہمت کی مستحکم بنیادیں

مطبوعہ ۱۹۲۰ء

علامہ سید سلیمان اشرف، سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اگر دو چیزوں میں اختلاف باعتبار ذات اور قوام حقیقت پایا جاتا ہے تو جب تک ان دونوں کی ذات قائم ہے اوس اختلاف کا مٹنا ناممکن ہے دو متغائر بالذات کبھی اپنی حقیقت اور لوازم میں متحد و متفق ہو نہیں سکتے۔ تضاد و تغائر ذاتی کا یہی اقتضا ہے۔ ہاں ان دونوں کا اتحاد اگر ہوگا بھی تو منشا اس کا ذات نہ ہوگی بلکہ کوئی امر خارج از ذات ہوگا جب تک وہ امر خارج ان دونوں میں موجود ہے دونوں متفق و متحد ہیں اور جہاں وہ خارج زائل ہوا یا زائل کیا گیا پھر ذات اپنی مقتضیات و لوازم کی طرف رجوع کر جائے گی۔

اس کی ایک مثال

اختلاف عرضی میں اوس امر خارج اور عارض کا زوال اتفاق کا موجب ہے اور اختلاف ذاتی میں اوس امر خارج اور عارض کا بقا اتفاق کا موجب ہے روزمرہ کے معمولات اور عادتوں میں اگر لحاظ کیا جائے تو اس اصول کی ہمہ گیری اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ مثلاً بعض اوقات کوئی خوش خوراک جس کی طبیعت نہایت غذا کو سی بن گئی ہو بعض امراض میں مبتلا ہو کر خستہ کشی سے ایسا بیزار ہوا ہے کہ اوس کے بو ہی سے بھی اوس کا دل گھبراتا ہے لیکن طبیعت جیوں ہی اصلاح پر آنا شروع ہوتی ہے اور آثار صحت ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ نفرت رغبت سے بدلنی شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر مطالبات و مرغوبات نفس کا یہی حال ہے کہ بعض عوارض کے پیش آجانے سے اون میں ایسا جمود و سکوت پیدا ہو جاتا ہے جس سے یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ مطلوب و مرغوب نفس تھا ہی نہیں لیکن عارض کے دفع ہوتے ہی ایکبارگی نفس کا مطالبہ اس شدت سے ہوتا ہے کہ اگر احتیاط سے کام نہ لیا جاوے تو سخت نقصان یا تکلیف ہو پہنچ جائے۔ غرض لحوق عوارض کے وقت ذات اور لوازم ذات کے مقتضیات کو اعراض و چشم پوشی نہ چاہیے۔ جو حالت کسی عارض کے سبب سے پیدا ہو جائے اوس پر اعتماد و اطمینان یا یاس و ناامیدی سزاوار نہیں۔

کانگریس اور مسلمان

مسلمانوں کا ایک وہ دور گذرا جبکہ ہندو اور مسلمان کا اتفاق مثل رات اور دن کے اجتماع کے سمجھا جاتا تھا مسلمانوں کی تمام تر کوششیں اسی میں صرف ہوئیں کہ ہم میں اور اہل ہنود میں تغایر ذاتی ہے کفر و اسلام، ایمان و شرک میں تباین کلی ہے، کسی پہلو اور کسی حیثیت سے اتحاد کا نام بھی لینا ناقابل عفو گناہ ہے۔ اسی بنا پر کانگریس کی شرکت سے مسلمان الحذر الحذر پکارتے رہے کانگریس کی مخالفت میں تقریریں ہوئیں تحریریں لکھی گئیں دینی اور دنیوی حیثیتوں سے نہ صرف شرکت کانگریس بلکہ کانگریس جیسی آواز کا کان تک جانا گناہ عظیم قرار دیا گیا خوب خوب زور آزمائیاں ہوئیں دل کھول کر قوتوں کا صرف ہوا۔

مسئلہ انجذاب کی نسبت غلط فہمی

اوس وقت یہ نکتہ مسلمانوں سے نظر انداز ہو گیا کہ اگرچہ مسلمان اور ہندو میں مذہبی تغائر و تباین سہی لیکن خارجی امور یعنی حالات ملکی میں اتحاد ممکن و مفید۔ ملکی و تمدنی معاملات میں اتفاق نہ گناہ نہ اس میں کوئی حرج۔ خیر یہ غلطی اس حد تک نقصان نہ پہونچاتی اگر اسی کے ساتھ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو جاتا کہ ہمیں بھی بحیثیت ایک قوم اور ایک جزو ہونے کے اپنی ہستی قائم کر لینا چاہیے۔ مصیبت عظمیٰ ان پر یہ آئی کہ ان کے لیڈروں نے مسئلہ انجذاب کی خوبی انہیں بتائی اور یہ ایک غیر قوم میں جذب ہونا شروع ہو گئے اہل ہنود باوجود شدید مخالفتوں کے بھی استقلال سے اپنی ہستی سنبھالنے کے درپے رہے ان کی کوششیں مسلسل جاری رہیں اور انکے نہ تھکنے والے بازو برابر مصروف عمل رہے۔ عرصہ دراز کے بعد جو مسلمانوں کی آنکھیں کھلتی ہیں تو اپنی ہمسایہ قوم کو صحیح الاعضا ہر جوڑ بند سے مضبوط مختلف کاروبار میں مصروف پاتے ہیں وہاں سے پلٹ کر اپنی ذات پر جو نظر ڈالتے ہیں تو اوسے اس حال میں پاتے ہیں کہ ایک جسم بیجان ہے جسکے بعض حصص میں گھن و فساد کا عمل شروع ہو گیا ہے اب سخت گھبرائے بے حد

پریشان ہوئے اور مضطربانہ لہجہ میں اتفاق و اتحاد کی پیہم صدائیں بلند کرنی شروع کر دیں لیکن اس وقت پھر ایک مغالطہ نہیں ہوتا ہے اور یہ ناقابل فراموش اصل ان سے نظرانداز ہو جاتی ہے کہ اتحاد امر خارج میں ہونا چاہیے۔ ذاتیات میں نہ اتحاد ہو سکتا ہے نہ ہونا چاہیے اور نہ ایسا اتحاد مفید ہے۔ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کا فرق اوٹھا دینا اپنی ہستی پر اپنے ہاتھوں تیر چلانا ہے اگر اوس شعبہ میں جس کا نفع و نقصان دونوں قوموں کے حق میں مساوی ہے اور جسے مابہ الاشتراک سے تعبیر کیا جا سکتا ہے متفق ہونا کوئی غلطی ہے تو اوس حصہ میں جو ایک قوم کو قوم بناتی ہے اتحاد کی کوشش بہ نیت کا نیست و نابود کرنا ہے اشتراک و امتیاز کی سرحدوں کو نمایاں رکھنا اپنی قومی ہستی کو قائم و باقی رکھنا ہے نیز اس امتیاز کا کافی اور کامل لحاظ ملحوظ رکھتے ہوئے جو بنیاد اتفاق کی ڈالی جائیگی وہ بہت زیادہ مستحکم و استوار ہوگی اوس بنیاد سے جس میں امتیاز و اشتراک کی باہم آمیزش کر دی گئی ہو۔

ایک مثال: فرض کیجیے کہ ایک مکان ہے جس کے دو حقیقی بھائی وارث ہیں اور دونوں کی ملکیت ہے اور دونوں کا اوس میں رہنا بسنا ہے ایک بھائی طبیب ہے اور دوسرا وکیل ہر روز جبکہ صبح ہوتی ہے طبیب اپنے مطب میں بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتا ہے امراض کے نسخے لکھتا ہے دوا اور پرہیز کی ہدایتیں دیتا ہے۔ دوسرا بھائی اوسی مکان کے دوسرے حصہ میں بیٹھا ہوا اپنے فن کی خدمت میں مصروف عمل ہے متخاصمین کے کاغذات دیکھتا ہے دعوے اور ثبوت میں نظر کرتا ہے قانون کی دفعات کی تطبیق کرتا ہے۔ اگرچہ علم و فن اور طریق کسب دونوں کے غیر ہیں لیکن ادائے حقوق برادرانہ میں کوئی فروگذاشت ہونے نہیں پاتی۔ اب بھائیوں میں مشورہ ہوتا ہے کہ جب ماں باپ ہم دونوں کے ایک، ہم دونوں کا خاندان اور سلسلہ نسب و نسل ایک ہم دونوں کی سکونت کا مکان ایک آسایش کی جگہ ایک، باوجود اسقدر امور مشترکہ اور متفقہ پھر یہ اختلاف پیشہ کیسا ایک کے شغل و فن سے دوسرا بے نیاز اور بے تعلق کیوں ہو اس سے بوئے بیگانگی آتی ہے اور مخالفت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ آیندہ سے ہم دونوں بلا تخصیص ایک دوسرے کے خصوصی پیشہ میں شریک رہیں اس قرارداد کے بعد مریضوں کا نسخہ وکیل صاحب تحریر فرماتے ہیں اور اہل مقدمہ کی مرافعہ کی خبر گیری و پیشی حکیم صاحب کرتے ہیں بھائیوں کے اس اتفاق و اتحاد سے جو حالت اوس مریض کی ہوگی اور جو نتیجہ اوس مقدمہ کا ہوگا وہ ظاہر ہے کیا یہ قرارداد و مفاہمہ اون کے اتحاد کو مضبوط بنائیگا یا اتفاق و اتحاد کی بنیاد متزلزل کر دے گا؟ عقل کا اقتضا یہ ہے کہ شکست و ریخت کی نگرانی مکان کا استحکام اوس کی وسعت اوس کی آرائش اس میں دونوں بھائیوں کو شریک رہنا چاہیے ورنہ مکان تباہ ہو جائیگا ویرانی اوس پر چھا جائیگی یا اگر کوئی دوسرا اوس پر دعوی کرے یا قبضہ کرنا چاہے تو اونہیں قوت متفقہ سے مدافعت کرنا ضرور ہے ورنہ دونوں کی ملکیت جاتی رہیگی لیکن

جب اون کے اپنے خصوصی عمل کا وقت آئے تو اوس میں اگر ایک دوسرے کا شریک ہوا یا شریک بنا تو پھر یہ بھی تباہی ہے۔ یہی حال ملک ہندوستان اور قوم ہنود اور قوم مسلم کا ہے ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں ہنود اور مسلم دونوں برابر کے شریک ہیں ایسے سارے معاملات جن کا ہند کی صلاح و فلاح سے تعلق ہے اس میں دونوں کو متفق اللسان و ہمزبان ہونا چاہیے مدافعت آفات میں دونوں قوموں کے بازو بلا امتیاز قومیت ہمدردانہ و مساویانہ معاضدت سے ساعی ہوں۔ لیکن خصوصیات مذہبی میں ایک کا دوسرے سے بالکل علیحدہ اور بے تعلق رہنا ہی اولی ہے۔ شادی غمی صحت و مرض تعزیت و عیادت اور از ین قبیل دیگر ضروریات زندگی میں ایک دوسرے کے مونس و غمگسار ہمدرد و بہی خواہ رہیں مگر مذہبی امور میں ہنود مسلم کے شریک اور شریک بنیں نہ ہنود کے مذہب میں مسلمان دخل دیں اگر اس میں بھی اتحاد کی کوشش ہوئی تو وہی نتیجہ سامنے آئیگا جو وکیل کی نسخہ نویسی سے مریض کو اوٹھانا پڑا۔

حقیقی و مستحکم اتحاد کی شکلیں

مذہب اسلام میں تنگ حوصلگی اور تنگ خیالی نہیں اسلام سلطنت و حکومت کے حال میں اپنی ذمی رعایا اور محکوم کو جبکہ مذہبی چھیڑ روا نہیں رکھتا اور کسی مذہب کو رعایا ہونے پر بھی اوس کے ادائے ارکان سے بزور مانع نہیں آتا تو پھر ایسی صورت میں جبکہ بحیثیت مساوی کسی زمین پر ہندو اور مسلمان آباد ہوں تو از روئے مذہب اونہیں کیا حق حاصل ہے کہ سلطنت غیر میں ہندوؤں کو مذہبی امور سے بزور و زبردستی مانع آئیں۔ اہل ہنود ہولی منائیں، رام لیلا نکالیں گنیش اوٹھائیں جو کچھ اون کا مذہب اون سے چاہتا ہے یا جسے وہ مذہبی رسم کہہ کر ادا کرتے ہیں نہایت اطمینان اور سکون سے انجام دیں، ہاں مذہب کو مسلمانوں کے چڑھانے اور چھیڑنے کا ذریعہ نہ بنائیں نہ اس طرح ان مراسم کو ادا کریں جس سے مسلمانوں کی مذہبی توہین ہوتی ہو اسی طرح مسلمان جب اپنا مذہبی رکن ادا کریں تو ایسی حالات و حرکات سے پرہیز کریں جو ہندوؤں کے اشتعال طبع کا موجب ہوں مسلمان اور ہندو دونوں فریق سچائی اور راستبازی سے قانونی مراعات کا لحاظ و پاس رکھیں، ایک فریق کی تعمیل احکام مذہبی سے دوسرے فریق کی اشتعال انگیزی اور توہین نہ ہونے پائے ہر تہوار اور موسم مذہبی میں فریقین کے سربرآوردہ اصحاب چند سال تک اس کا انتظام و اہتمام رکھیں پھر وہی معمول ایک قانون ہو جائے گا اور انتظام کی زحمت بھی باقی نہ رہیگی۔ فریقین کے جہلا میں سے اگر کوئی حرکت ناسزا کا مرتکب ہو تو بجائے اس کے کہ فتنہ و فساد سے اوسے جواب دیا جائے فریقین کے سربرآوردہ اشخاص واقعی و حقیقی حالات کی تحقیق کریں اور اوس جہالت کرنے والے کو کافی سزا دیں کچھ دنوں اگر یہی طرز عمل اور طریق معاشرت جاری رہیگی تو باہمی منافرت بہت کچھ

مٹ کر یک جہتی کا رنگ اختیار کرے گی۔ مذہبی تعصبات سے اہل ہنود کا الگ ہو کر ملکی حقوق میں مساوی اختیارات مسلمانوں کو دینا طرز عمل میں انصاف و مساوات کی رعایت رکھنا اس رنگ کو پختہ اور سلسلہ کو پائدار بنا دے گا لیکن نہایت افسوس اور دلی تاسف سے میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے اتحاد کی صورت جو اختیار کی ہے وہ محض ناپائیدار اور طمع ہے نیز اسی کے ساتھ مذہب کی رہی سہی عظمت مسلمانوں کی اولادوں نے اپنے ہاتھوں سے مٹادی۔

برادران وطن اور مسئلہ خلافت

مسئلہ خلافت میں ہندوؤں کے چند سربرآوردہ اصحاب نے جو زبانی شرکت و اظہار ہمدردی کی پھر ہندوا دنیش ۳۰ مارچ کی ہڑتال میں شریک ہوئے تو اب مسلمان نہایت بے چین ہیں کہ اس کے تشکر و امتنان میں کیا نچھاور کریں جو کچھ پونجی تھی اوس کا ایک کثیر حصہ ستیاگرہ کے موقعہ پر پہلے ہی نثار ہو چکا تھا جو رہ گیا تھا وہ پہلی ہڑتال ۱۱ دسمبر ۱۹۱۹ء کے شریک ہونے پر پیش کر دیا اب ایک نام اسلام رہ گیا ہے کاش کہ یہ تحفہ یہ ہمارے ملکی بھائی قبول کر لیتے تو خوب ہوتا یہ کیسی مصیبت ہے کہ مسلمان کسی قوم کی طرف حصول مقصد کے لئے قدم بڑھاتے ہیں لیکن مقصد میں کامیاب ہونے سے پیشتر دین و ملت کو اوس قوم پر سے فدا کر دیتے ہیں پھر جو دامن اپنا دیکھتے ہیں تو مقصد و مطلب سے ویسا ہی خالی پاتے ہیں جیسا کہ پہلے تھا۔

کوتاہ بینی کے نتائج

سنہ ۱۹۱۶ء میں جبکہ مسلم لیگ اور کانگریس میں مفاہمہ ہوا تھا اوس وقت اس دینی اور مذہبی مصیبت کا یعنی مسئلہ خلافت کا احساس بھی عام مسلمانوں نے نہیں کیا تھا۔ لیڈران مسلم بھی ملکی اور سیاسی بہبود میں اس طرح منہمک تھے کہ اس دینی خدمت کی طرف کوئی عملی حصہ نہ لے سکے اسی اثنا میں بیت المقدس بغداد و عطر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا حرمین شریفین پر شریف مکہ کے پردہ میں انگریزوں کا دخل ہو گیا لیکن مسلمان لیڈر ہندوستان کی خیرخواہی میں ہوسر بگریبان رہے تو پھر اونہیں سر اوٹھانا قسم تھا۔ اپنے اوسی مفاہمہ اور سمجھوتہ کو ہر طرح مخلصانہ اور رضادقانہ ثابت کرنے میں ہمہ تن محو و مستغرق رہے اور اون کی تمام کوششیں اس میں صرف ہوئیں کہ اہل ہنود کو اچھی طرح اس کا یقین واثق ہو جائے کہ اگرچہ مسلمان کانگریس میں تیس پینتیس برس بعد شریک ہوئے ہیں لیکن سطے منازل میں وہ وطن کانگریسی سے کسی طرح کم نہیں۔ سنہ ۱۹۱۸ء کا کانگریس دہلی میں ہوئی مسلمانان دہلی و اطراف دہلی نے جس گرمجوشی سے اس کا خیرمقدم کیا ہے وہ اون کی سچائی، راستبازی اور شریفانہ ہموطنی کا ایک کامل نمونہ تھا اس عرصہ میں جو مشارکات جزئیہ اپنے اپنے موقعہ پر ہوتی رہیں اوسے نظرانداز کرتے ہوئے رولٹ بل کی طرف دیکھئے اس میں متفقہ اور مشترکہ آواز سے اظہار نارضامندی کرنا اور مسلمانوں کا اپنے

آپ کو من کل الوجوہ ہندو لیڈروں کے ہاتھوں میں سپرد کر دینا مسلمانوں کی جوش اتحاد و یکجہتی کا آئینہ ہے۔

مسلمانوں کا سیاسی عزم

رولٹ بل پاس ہو گیا ستیاگرہ کی ایجاد ہوئی مسلمانوں نے بڑھ کر لبیک کہا اظہار نارضامندی کے لئے ہڑتال کی تحریکیں ہوئیں بلا اختلاف سارے مسلمانوں نے اسے تسلیم کیا۔ اسی موقعہ پر جبکہ بعض عہدہ داران سرکاری بے احتیاطی اور غلط کاری کر جاتے ہیں اور واقعہ ایک دوسری صورت اختیار کر لیتا ہے اوس وقت بھی مسلمان ہندوؤں کے دوش بدوش رہے اور بلا تفریق قومیت ملک کی بہبود میں برابر کے شریک و سہیم رہ کر ملک کے اوپر سے قربان ہو گئے ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں نے جو قدم کہ کانگریس کی طرف بڑھایا تھا وہ محض اسمی و رسمی تھا نہیں اوس میں عزم تھا اوس میں استقلال تھا اوس میں ایثار تھا واقعات نے ثابت کر دیا کہ کسی موقعہ پر مسلمان اپنے ملکی بھائیوں سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہ رہے کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ کانگریس مسلمانوں کے متفق و متحد ہو جانے سے بہت کچھ اپنے مقاصد و مطالب میں دفعتاً کامیاب ہو گئی بسنہ ۱۹۱۹ء میں ریفارم اسکیم کا ملنا اس اتفاق و اتحاد کا اولین ثمرہ ہے ہندوستان کے ساتھ جو خصوصیات ملی اور وطنی کہ اہل ہنود کو حاصل ہیں انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس اتفاق و اتحاد سے کانگریس نے علاً اپنی مذہبی دیار اور مقدس آثار کو اوس ذروہ کمال تک پہونچا دیا جہاں اسے برسوں میں پہونچنا ایک خواب خوشگوار تھا۔

ہند اور ہندو

اہل ہنود کی ہندوستان سے صرف یہی خصوصیت اور نسبت نہیں ہے کہ وہ یہاں کے باشندہ ہیں بلکہ اون کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اون کے مذہب کا تعلق اسی خاک اور اسی سرزمین سے مخصوص ہے اونکے مذہبی مقامات اون کی مذہبی یادگاریں اون کے مذہبی پیشوا غرض مذہب اور متعلقات مذہب جو کچھ ہندوؤں کا سرمایہ ہے سب کچھ اسی خاک ہند میں ہے مذہبی حیثیت سے اہل ہنود کا کسی گوشہ عالم سے کوئی تعلق نہیں پس حکومت ہند اور فلاح ہند میں اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہندوؤں کا نہ صرف معاشرتی اور تمدنی فائدہ ہے بلکہ مذہبی حیثیت سے ایسی اہم خدمت دینی اور سعادت مذہبی کا ہندوؤں کو ملنا ہے جس کا عوض اور بدل کچھ اور متصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورتیں مسلمانوں کا جان و مال سے علاً اہل ہنود کا شریک ہو جانا اور اون کے پہلو بہ پہلو موت کا پیالہ پینا کیا تشکر و امتنان کا مستحق نہیں۔ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ ملکر اونکے مقدس مقامات کے لئے جان تک دے چکے اب اگرچند سربرآوردہ ہندو صرف زبانی شرکت مسلمانوں کے مقدس مقامات کے متعلق کرتے ہیں تو یہ عوض انددے انصاف بہت ہی کم ہے مسلمان لیڈر کیوں مسلمانوں کو اسقدر ذلیل اور اون کے

(باقی صفحہ ۶ پر)

اتحادِ ملّت کا چار نکاتی فارمولہ

مولانا عبدالستّار خاں نیازی

۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کی بدقسمتی سے بعض علماء کے قلم نے مزعومہ توحید پرستی کے دور میں کچھ ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ ملّت اسلامیہ ہند کا وجود اب تک اس کے اثر سے لرز رہا ہے اور ان کا ملّی و اجتماعی شیرازہ بکھر کر رہ گیا ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بہت سے مخلص و دردمند اصحاب علم و فضل کی جانب سے ہمیشہ کسی قابلِ قبول حل کی تلاش کی کوششیں جاری رہیں۔ جس پر عمل کر کے اس عظیم قومی و ملّی حادثہ اور اس کے نقصانات کی تلافی کی جا سکے۔ جو ہماری اجتماعی قوت و طاقت کو زائل و بے اثر کرنے میں کامیاب ہوتا نظر آ رہا ہے۔

ممتاز سنّی عالم اور نامور سیاسی قائد مولانا عبدالستار خاں نیازی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء پاکستان نے بھی اپنے طور پر ایک سنجیدہ علمی و تحقیقی کاوش کی ہے۔ جو قارئین حجاز کی خدمت میں ان کی آگہی کے لیے پیش کی جا رہی ہے جس کے مشتملات کی تائید و تنقید کا بھی انھیں پورا پورا حق حاصل ہے — ادارہ حجاز

ہمارے ملّی اتحاد کی بُنیاد عشقِ ناموسِ رسُول ہے

اِتحاد کے تذکرے میں اَب ذرا ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ یہ سارے رِشتے اور بندھن کس کے واسطے قائم ہیں۔ کیا یہ ہمارا پیارا اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں جس نے ہمیں سکھایا ہے کہ اِس کائنات کا ایک رب بھی ہے، اور کیا اُنھوں نے ہی ہمیں آگاہ نہیں کیا کہ قرآن اُسی برتر فرماں روا اللہ رب العالمین کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ اور یہ قرآن ہی ہے جس کے بتائے ہُوئے دستور سے خاندان قائم رہتے ہیں، اِن نکات کو فلسفیانہ مُوشگافیاں نہ سمجھو۔ ذرا سوچو اگر عشقِ رسُول کا واسطہ بیچ سے اُٹھ جائے تو کیا حد ہوگی اور وُہ کون سی دیوار ہوگی، جو ہمیں کفار سے جُدا رکھے گی اگر تمہیں نہ ہوگے تو پاکستان کہاں ہوگا، اور اگر پاکستان نہ ہوگا تو وحدتِ ملّی اور قومی غیرت کس شے کا نام ہوگا۔ پھر اگر یہ موٹی بات سب کو معلوم ہے کہ اِن سب رِشتوں اور تمام وابستگیوں کی جڑ خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں —— تو جو طاقت تمہیں سیّد الانبیاء رحمۃ للعالمین علیہ السلام سے جُدا کرتی ہے، اس کی محبّت اور احترام میں خلل ڈالنا چاہتی ہے، وُہ کیا تمہارے ماں باپ، تمہارے بہن بھائی، تمہاری جائیداد اور تمہاری زندگی کی ہر اُس خوشی سے تمہیں محروم نہیں کرنا چاہتی جس سے تمہاری دُنیاوی زندگی کے سہارے اور عاقبت کے تمام حسین تصوّرات قائم ہیں —— ایسی شیطانی طاقت جو تمہیں عشق و اطاعتِ رسُول اور احترام و توقیر کے تمام آداب سے ہٹا دینا چاہتی ہے —— کیا قابلِ نفرت نہیں ہے؟ اِتحاد کا مرکزی تصور جب تک عشق و اطاعتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نہ بن جائے ہم اُمّتِ واحدہ نہیں بن سکتے۔ اِمتیازاتِ رنگ و بُو، نسل و زبان، وطن اور علاقائیت کے باوجُود اگر ہم تاریخی وحدت ہیں تو احکامِ رسالت کی پابندی، سُنّتِ مطہرہ سے وابستگی اور عشقِ محمّدی کے کلمۂ جامعہ کی بناء پر بقول حکیم الاُمّت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

دِل بہ محبُوبِ حجازی بستہ ایم
زیں جہت بایک دِگر پیوستہ ایم

مِلّت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ جو شخص حضوُر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے متعلق اِشارۃً کنایۃً سُوئے ادبی کرتا ہے اُسے مُسترد کر دیا جائے چاہے کتنے ہی مقام و مرتبہ کا مالک کیوں نہ بنتا ہو۔ جو کچھ مَیں نے کہا ہے، یہی نقطۂ نگاہ علماء دیوبند کے اکابر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ مُلاحظہ ہوں متعلقہ اقتباسات :-

۱۔ جو الفاظ موہم تحقیرِ حضوُر سرورِ کائنات علیہ السّلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیتِ حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔"

(رشید احمد گنگوہی، مولانا: لطائفِ رشیدیہ مطبوعہ ساڈھورہ ۱۳۱۸ھ، ص ۲۲-۲۳ ملخصاً)

۲۔ جن الفاظ میں ابہامِ گستاخی و بے ادبی ہوتا تھا اُن کو بھی باعثِ ایذا جناب رسالت مآب

علیہ السلام ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلماتِ کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیئے اگر مقدور ہو اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیئے کہ موذی و گستاخ شانِ جناب کبریا تعالیٰ شانہٗ اور اُس کے رسولِ امین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

(حسین احمد مدنی، مولوی: الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، صفحہ ۵۰)

۳۔"انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریاتِ دین سے ہے۔"

(محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا: اشد العذاب علی مسیلمۃ البنجاب مطبوعہ دیوبند ۱۳۴۲ھ ص ۹)

ب۔"اس طرح ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے بلکہ بعض ایسے مسائل کے منکر کو بھی کافر کہا جائے گا جو تواتر سے ثابت نہ ہوں بلکہ ان کی اعتقادی حیثیت ہو مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا یا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا۔"

(محمد رضوان اللہ، پروفیسر: مولانا انور شاہ کشمیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۷۴ء، ص ۲۲۶)

۴۔"اہلِ حدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اولیاء کی (جن کا تقویٰ و طہارت معلوم اور ثابت ہو) توہین کرنے والا یا اُن کی نسبت بدظنی یا تحقیر کرنے والا فاسق ہے۔"

(ثناء اللہ امرتسری، مولانا: اہلِ حدیث کا مذہب مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۷)

۵۔"کل اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناروا الفاظ کہنے والا کافر ہے۔ اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

(انور شاہ کشمیری، مولانا: اکفار الملحدین فی ضروریات الدین مطبوعہ دہلی ۱۳۵۰ھ، ص ۴۳)

علاوہ ازیں مختلف کتب کے اندر اس قسم کے حوالے موجود ہیں، جن میں انبیاء کی توہین کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر، تعظیم، محبت فرض ہے اور شرائطِ ایمان اور اساساتِ دین میں شامل ہے۔

بنا بریں دعوتِ اتحاد دینے والے ہر شخص کو اسے طے شدہ امر تسلیم کرنا ہوگا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بقول سید محمد انور شاہ کشمیری "بارگاہِ انبیاء میں گستاخی کفر ہے، چاہے اِس سے قائل کی مراد توہین کی نہ بھی ہو"[1] ــــــ اور ابھی مولانا حسین احمد مدنی کا قول نقل کر چکے ہیں کہ موہم تحقیر فقرات بھی موجب کفر ہیں یہی حوالہ مکتوباتِ شیخ الاسلام جلد دوم صفحہ ۱۰۵ میں موجود ہے۔

اِن تمام تصریحات کے بعد اب کسی قسم کے شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ اور یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔ ایک بات تفصیل طلب رہ جاتی ہے کہ ضروریاتِ دین کی تاویل کرنے والا کس زمرہ میں ہے؟۔ آیا وہ بھی کافر ہوگا یا نہیں؟ اِس سلسلے میں شاہ صاحب (مولانا انور شاہ کشمیری) کی رائے یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے اور اس میں تاویل کرنے والا بھی کافر ہے۔[2]

اختلافات فروعی نہیں، اعتقادی اور بنیادی ہیں

شترمرغ کی طرح دشمن کو آتے دیکھ کر اپنا سر ریت میں چھپا لینا یا کبوتر کی طرح نشانہ باز کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینا جہاں دانش مندی نہیں، وہاں اصول و مسلماتِ دین میں اختلافات کو فروعی یا بے حقیقت کہہ دینا بھی سراسر حماقت ہے۔

ایک فرقہ کے عقائد

۱۔ سرورِ کائنات علیہ السلام کو پکارنا، شفیع المذنبین سمجھنا، ختم پڑھنا، صورتِ مبارکہ اور قبر شریف کا تصور کرنا، حاجت روا، صاحبِ تصرف، مختارِ مجلہ صفات کو باذن اللہ تعالیٰ باعطاءِ الٰہی ماننا بھی شرک ہے اور شرک بھی ابوجہل جیسا۔ (محمد بن عبدالوہاب۔ نجدی: کتاب التوحید عربی مطبوعہ ریاض: ملخصاً)

۲۔ شارعِ محشر علیہ التحیۃ والثناء سے استغاثہ طلب کرنا شیطانی فعل ہے اور شرک ہے۔

(محمد بن عبدالوہاب، نجدی، کشف الشبہات عربی، مطبوعہ ریاض، ص ۵۷)

۳۔ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا شرک ہے۔ (شوکانی، قاضی: الدر النضید، ص ۳۶، ۵۱)

۴۔ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔ (اسمٰعیل دہلوی، مولوی: تقویۃ الایمان مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی، ص ۵۷)

۵۔"اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ پڑھنے والا بدعتی اور گناہ گار ہے۔"

(اخبار اہلِ حدیث امرتسر، ۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء ص ۱۲)

۶۔"ہر وہ شخص جو شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کی یا کسی ایسی ہی دُوسری جگہ (سرہند، پاک پٹن، بغداد، گنج بخش وغیرہ) حاجت طلب کرنے جاتا ہے وہ ایسے شدید گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ قتل اور زنا سے بھی بڑا ہے اور یہ شخص اپنے جرم میں ویسا ہی ہے جیسے کوئی خود بنائی ہوئی چیز کی عبادت کرتا یالات و منات سے دُعائیں مانگتا ہے۔" (ہفت روزہ اہلِ حدیث لاہور۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء، صفحہ اول)

۷۔"(نمازی کو) شیخ یا ان ہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جنابِ رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔"

(اسمٰعیل دہلوی، مولوی: صراطِ مستقیم اُردو مطبوعہ اسلامی اکادمی، لاہور، ص ۱۶۹)

۸۔"آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کی تعظیم کرنا کفر و شرک ہے۔"

(الدر النضید، ص ۵۹)

۹۔"صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بُت ہے۔" (ایضاً: ص ۱۷، ۵۹، ۶۲)

۱۰۔"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۴۳)

۱۱۔ قادری، نقشبندی، چشتی کہلانا بدعاتِ کفریہ ہیں۔ (اسمٰعیل دہلوی، مولوی: تذکیر الاخوان مطبوعہ میر محمد، کتب خانہ کراچی، ص ۶۴)

۱۲۔ اللہ چاہے تو کروڑوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے پیدا کر سکتا ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۳۶)

۱۳۔"جو لوگ محبوب، یا ابنِ عباس یا انبیاء یا ملائکہ یا اولیاء کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ جانتے ہیں تاکہ یہ اُن کے حق میں سفارش کریں۔۔۔۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک کافر ہے۔ اُس

---

[1] محمد ختار تابش قصوری: دعوتِ فکر مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ مریدکے ۱۹۸۳ء ص ۱۶

[2] محمد رضوان اللہ، پروفیسر: مولانا انور شاہ کشمیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۷۴ء ص ۲۲۷

کا خون روا ہے اور مال مباح ہے اگرچہ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھے۔ اور نماز، روزہ پر بھی عامل ہو اور خود کو مسلمان کہے پھر بھی اس کے اعمال باطل ہوئے۔"

(سلیمان بن سحمان، نجدی: اَلْهَدِيَّةُ السَّنِيَّةُ، اردو ترجمہ: اسمٰعیل غزنوی، مولانا تحفۂ وہابیہ مطبوعہ امرتسر ۱۹۲۷ء، ص ۸۸)

۲۔ دوسرے فرقے کے عقائد

۱۔ "پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (از اشرف علی تھانوی، مولانا: حفظ الایمان مع بسط البنان مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند ص ۸)

۲۔ "اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور اُن سے مرادیں مانگتے ہیں...... سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۱۹)

۳۔ "انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے ——————

اولیاء و انبیاء، امام اور امام زادے، پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔" (ایضاً: ص ۵۶)

۴۔ کوئی کسی کے لئے حاجت روا اور مشکل کشا و دست گیر کس طرح ہو سکتا ہے ایسے عقائد والے لوگ پکے کافر ہیں، اُن کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عقائدِ باطلہ پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔ (غلام اللہ خان، مولوی: جواہر القرآن مطبوعہ مکتبۂ رشیدیہ راولپنڈی، ص ۱۴۷ ملخصاً)

۵۔ "شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (علم محیطِ زمین) نص سے ثابت ہوئی۔ فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا: البراہینُ القاطعہ علی ظلام الانوارِ الساطعہ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند ۱۹۶۲ء، ص ۵۵)

۶۔ "انبیاء اپنی اُمت سے (اگر) ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔" (محمد قاسم نانوتوی، بانی مدرسہ دیوبند: تحذیر الناس مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، ص ۵)

۷۔ نبی کو جو حاضر و ناظر کہے بلا شک شرع اُس کو کافر کہے۔ (جواہر القرآن، ص ۶)

۸۔ "یہ ہر روز اعادۂ ولادت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔" (البراہینُ القاطعہ علی ظلام الانوارِ الساطعہ، ص ۱۵۲)

۹۔ "و۔ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و علیٰ ہے۔ کیوں نہ ہو۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (رشید احمد گنگوہی، مولوی: فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ سعید اینڈ سنز، کراچی ص ۹۲)

ب۔ "لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد۔" (ترجمہ: ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔) (محمد اسمٰعیل دہلوی، مولوی: یک روزہ فارسی مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷)

"والا لازم آید کہ قدرتِ انسانی ازید از قدرتِ ربانی باشد۔" (ترجمہ: اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو لازم آئے گا کہ آدمی کی قدرت اس سے بڑھ جائے گی۔) (ایضاً: ص ۱۷)

ج۔ "امکانِ کذب (باری تعالیٰ) کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے۔" (البراہین القاطعہ علی ظلام الانوارِ الساطعہ، ص ۶)

۱۰۔ "یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ[1] کو علمِ غیب تھا صریح شرک ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۶)

"علمِ غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اِس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ابہامِ شرک سے خالی نہیں۔" (ایضاً ص ۹۳)

۱۱۔ الف۔ "اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی، ص ۳۴)

ب۔ "عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد، اور آپ سب میں آخر (آخری) نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا

کہ تقدم یا تاخر زمانہ (زمانی)[2] میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند ص ۳)

---

[1] تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ کذب، نقص اور عیب ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ الجهد المقل فی تنزیه المعز والمذل (مطبوعہ ساڈھورہ) میں مولانا محمود حسن صاحب سابق مدرس مدرسہ دیوبند نے بھی حق تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قادر لکھا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: محمد منشا تابش قصوری: دعوتِ فکر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)

[1] آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[1] تحذیر الناس کے مختلف ایڈیشنوں میں چونکہ رد و بدل ہوتا رہتا ہے، اس لئے تحذیر الناس کے قدیم نسخوں کے اصل الفاظ بریکٹ میں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ ناشر

[2] معتزلہ کا یہ عقیدہ، مصنف نے بطور تائید نقل کیا ہے۔

اُممِ سابقہ میں اُمتوں کے بننے اور بگڑنے کا مدار ہمیشہ ان کے عقائد کے بننے، بگڑنے پر رہا ہے۔ اب بھی نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان کا بننا بگڑنا اُس کی خوش اعتقادی اور بد اعتقادی پر موقوف ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ غیر ضروری نہ ہوگا کہ اسلامی مؤرخین نے مسلمانوں کے زوال کا سبب عموماً بیرونی حملہ آوروں کو قرار دیا ہے" (جس کی وجہ سے یورپ میں اسلام کا پھیلاؤ رُک گیا)، اور یہ واقعہ بالکل صحیح ہے ——— لیکن بیرونی حملوں سے اسلام کی جاذبیت میں سرِ مو فرق نہ آیا بلکہ چودہ سو سال کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ "اتنا ہی یہ اُبھرے گا" ——— کے مصداق بیرونی حملوں نے مسلمانوں میں ہمیشہ ایک نئی روح پھونکی۔ تاریخ اسلام کا یہ ایک رُخ تھا جو مؤرخین،
(باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۱۔ "دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں، ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور (ضروری) نہیں۔"

(محمد قاسم نانوتوی، مولانا، تصفیۃ العقائد مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹)

ب۔ "بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔" (ایضاً: ص ۳۱، ۳۲)

۱۲۔ "اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے اس سے کوئی بھی علم نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو اُن کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔"

(حسین علی، مولوی: بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور، ص ۱۵۷، ۱۵۸)

(۳) اہلِ سُنّت وجماعت کے عقائد

یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت، شفاعت، مختاریت، توسّل، تصرفات، صلوٰۃ وسلام، حیات النبی، حاضر وناظر، قیام فی المیلاد، عظمتِ رسول، تصورِ رسول، نذر ونیاز، ایصالِ ثواب، عظمتِ صحابہ، محبتِ اہل بیت، کثرتِ درود شریف، علمِ غیب کو برحق شمار کرتے ہیں۔ بمثلاً تصورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نماز کو درست نہیں سمجھتے۔

(ا) تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء خطاب کیا گیا ہے (اور) یہاں فی الواقعہ حضور کو سلام مقصود ہے۔" (علاءالدین الحصکفی، علامہ: دُرِّ مختار)

(ب) "شارعِ حقیقی نے قعدے میں نمازی کو صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ جہاں وُہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونق افروز ہیں کیونکہ وُہ بارگاہِ خداوندی سے کبھی جُدا نہیں ہوتے۔ پس نمازی حضور علیہ السلام کے رُوبرُو سلام عرض کرتے ہیں۔" (عبدالوہاب شعرانی، علامہ: المیزان الکبریٰ عربی، جلد ۱ مطبوعہ مصر، ص ۱۴۵)

(ج) حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) اس کی مزید تشریح کرتے ہُوئے بڑے خوب صورت انداز میں فتح الباری شرح بخاری شریف میں لکھتے ہیں:۔

"نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مِل گئی، مناجات کی فرحت سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، تو انہیں متنبہ کیا گیا کہ یہ سب کچھ صدقہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اُن کی تابعداری کی برکت ہے ــــــ سو انہوں نے خبردار ہوتے ہی نظر اُٹھائی تو ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں حبیب پاک کو حاضر وموجود پایا۔ پس آداب بجا لاتے اور فوراً اُن کی طرف متوجہ ہُوئے۔" (فتح الباری شرح بخاری عربی جلد ۲ مطبوعہ مصر، ص ۲۵۰)

(د) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے فرمایا:۔

"یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ تمام موجودات کے ذرات اور افرادِ ممکنات میں جاری وساری ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ لہٰذا نمازی کو چاہیئے کہ اس معنٰی سے آگاہ رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے سے غافل نہ ہو تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے روشن وفیض یاب ہو۔"

(اشعۃ اللمعات فارسی جلد ۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، ص ۴۰۱)

علمِ غیب کے متعلق اہلِ سُنّت کا عقیدہ

(ا) صحابہ کا عقیدہ: جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کے بارے میں اپنے صحابہ کرام سے کچھ معلوم کرتے اور صحابہ نہ جانتے تو عرض کرتے: "اللہ ورسولہٗ اعلم" یعنی اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔

(ب) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:۔

"ان لہ صفۃ بہا یدرک ما سیکون فی الغیب" (احیاء العلوم الدین مطبوعہ بیروت، ص ۱۹۴)

ترجمہ: "یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے وُہ غیب کی آئندہ باتوں کو ادراک کرلیتا ہے۔"

زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں اس کی مزید وضاحت یُوں کی گئی ہے:۔

"النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ تعالیٰ وصفاتہ وملئکتہ والدار الآخرۃ۔ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق وثانیھا ان لہ فی نفسہ صفۃ بہا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بہا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ ثالثھا ان لہ صفۃ بہا یبصر الملئکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بہا یفارق الاعمٰی"

ترجمہ: نبوّت اس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے۔ ایک یہ کہ جو امور اللہ تعالیٰ اور اُس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں نبی اُن کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دُوسروں کو کثرتِ معلومات اور زیادتی کشف وتحقیق میں اُس سے کچھ نسبت نہیں۔ دوسرا یہ کہ اُن کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے، جس سے افعالِ خارقہ عادت تمام ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ ہمیں ایک وصف قدرت کا ایسا حاصل ہے کہ جس سے ہمارے حرکاتِ الارادیہ پُورے ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور اُن کا مشاہدہ کرتا ہے جیسے

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) دکھاتے آئے ــــــ زوالِ مُسلم کی بنیاد در حقیقت خانہ جنگیوں سے پڑی۔ اور اس دوران میں عقائدِ باطلہ نے جنم لے کر ان خانہ جنگیوں کو خوب ہوا دی اور اُن کو ایسا مستحکم کردیا کہ یہی خانہ جنگیاں دورِ کمالِ عروجِ اسلام ختم کرکے مستقل زوال کا باعث ہوگئیں۔ مُسلمانوں کا مستقل زوال ان عقائدِ باطلہ ہی کی پیداوار ہے اور زوال کی پُوری ذمہ داری ان عقائدِ باطلہ اور ان کے قائدین پر عائد ہوتی ہے ــــــ نواب محسن الملک ۱۹۰۷ء نے "مسلمانوں کی ترقی اور اُن کے تنزل کے اسباب" (صفحہ ۲۰ تا ۲۸) میں مسلمانوں کے اندر غلط مذہبی خیالات کے پیدا ہونے کے باعث ــــــ متعدد فرقوں میں بٹ جانے کو ــــــ مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کا سب سے بڑا سبب بیان کیا ہے

طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث وُہ نابینا سے ممتاز ہیں۔

علّامہ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) نے "مرقاۃ المفاتیح" جلد اوّل، صفحہ ۴۵ میں علمِ غیب کے متعلق اہلِ سُنّت کی تائید اس طرح فرمائی ہے کہ ـــــ محبُوبانِ خدا، انبیاء (صلواۃ اللہ تعالیٰ علیہم) و اولیاء (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے سینوں کی نورانیّت سے لوحِ محفوظ کے نقوش اُن میں منعکس ہو جاتے ہیں۔ (ملخصاً)

(ج) آیاتِ قرآنی کی شہادت

۱۔ (اے دنیا والو!) ہمارا محبُوب تم کو وُہ کچھ بتا رہا ہے کہ اس سے پہلے تمہیں اس کی خبر بھی نہ تھی۔ (البقرۃ آیہ ۱۵۱)

۲۔ اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں علمِ غیب دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسُولوں میں سے جسے چاہے۔ (آلِ عمران: ۱۷۹)

۳۔ غیب جاننے والا ہے اپنا راز کسی پر نہیں کھولتا مگر رسُولوں میں سے جس پر چاہے کھول دیتا ہے۔ (سورۃ الجن: ۲۶)

۴۔ یہ غیب کی خبریں ہیں (پس اے حبیب) تمہیں کو بتاتے ہیں۔ (سُورۃ ہُود: ۴۹)

۵۔ بے شک وُہ ہمارے سکھلانے سے صاحبِ علم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف: ۶۸)

۶۔ جب آیۂ کریمہ (۳/۱۷۹) مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ط الخ نازل ہوئی۔[۱]

"اللہ مُسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو (اے کلمہ گویانِ اسلام) جب تک جُدا نہ کر دے ناپاک کو (یعنی منافق کو) پاک (مومن مخلص) سے۔" یہاں تک کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو تمہارے احوال پر مطلع کر کے مومن و منافق ہر ایک کو ممتاز فرما دے۔ (تفسیرِ خازن، جلد اوّل، ص ۳۸۲)

شانِ نزُول۔ رسُولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھ پر میری اُمّت کی صُورتیں پیش کی گئیں جیسے کہ آدم علیہ السّلام پر پیش کی گئی تھیں۔ اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وُہ تمسخر سے کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو گمان ہے کہ وُہ جانتے ہیں کہ کون اُن پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، ان لوگوں میں سے جو ابھی نہیں پیدا ہُوئے اور آئندہ پیدا کئے جائیں گے۔ یہ تو بڑی بات ہے۔ ہم تو اب موجُود ہیں وُہ بتائیں کہ ہم میں سے کون مومن اور کون کافر ہے۔ یہ خبر سُن کر آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کر کے فرمانے لگے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے[۲] جنہوں نے میرے علم میں طعن کیا آج سے قیامت تک کوئی شے ایسی نہیں جس کو مجھ سے تم دریافت کرو اور مَیں تمہیں نہ بتا سکوں۔ اب سے قیامت تک کی جس چیز کو چاہو مجھ سے دریافت کرو مَیں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ پس عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسُول اللہ میرا باپ کون ہے۔ فرمایا حذافہ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسُول اللہ! ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے، آپ کے نبی ہونے پر راضی ہُوئے۔ پس ہماری تقصیر معاف فرمائیے۔" ـــــ

اب حدیث پاک کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وقال[۳] السدی قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عرضت علیّ أمتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی آدم وأعلمت من یؤمن بی ومن یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استھزاءً زعم محمد انہ یعلم من یؤمن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللّٰہ تعالیٰ وأثنی علیہ ثم قال ما بال أقوام طعنوا فی علمی لا تسألونی عن شیٔ فیما بینکم وبین الساعۃ الا أنبأتکم بہ فقام عبد اللّٰہ بن حذافۃ السھمی فقال من أبی یا رسول اللّٰہ قال حذافۃ فقام عمر فقال یا رسول اللّٰہ رضینا باللّٰہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبک نبیا فاعف عنا عفا اللّٰہ عنک فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فھل أنتم منتھون ثم نزل عن المنبر۔

(د) عُلماءِ دیوبند کی تصدیق

۱۔ لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ مَیں کہتا ہُوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت و ادراکِ غیبیات کا اُن کو ہوتا ہے۔"

(قول حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بحوالہ امداد المشتاق، ص ۷۶، ۷۷)

۲۔ "وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ" آیتِ قرآنی پر حاشیہ لکھتے ہُوئے۔ مولوی شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:-

"یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔" (حاشیہ تفسیرِ قرآن)

۳۔ محمد قاسم نانوتوی مختصراً دو ٹوک فیصلہ سناتے ہیں:-

"علومِ اوّلین ـــــ اور علومِ آخرین ـــــ سب علوم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں مجتمع ہیں"

(تحذیر النّاس ص ۵)

(ہ) اہلِ حدیث کی تائید

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری اپنے رسالہ "علمِ غیب کا فیصلہ" (مطبُوعہ مطبع اہلِ حدیث، امرتسر، صفحہ ۱۳) میں رقم طراز ہیں:-

"بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السّلام

---

[۱] ان آیات سے اور اس کے سوا بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضُور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کے علوم آپ کا معجزہ ہیں۔

[۲] یہاں اس بات کی جانب واضح اشارہ ہے کہ حضُور کے علمِ غیب پر طعنہ زنی یا نکتہ چینی کفار و منافقین کا شیوہ ہے۔

[۳] یہ حدیث، تفسیرِ خازن جلد اوّل (مطبُوعہ مصر ۱۳۳۱ھ) صفحہ ۳۸۱ میں بھی موجود ہے۔ محی السُّنّۃ امام بغوی صاحبِ معالم التنزیل (المتوفیٰ ۵۱۶ھ) نے آیۂ وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء (ترجمہ اُوپر گذر چکا) کی شانِ نزُول میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

کو امورِ غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان، کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو۔"

الغرض جناب مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شان کے ساتھ اعلان فرمادیا کہ قیامت سے قبل ان امورِ عظیمہ کو دیکھو گے جو نہ دیکھے تھے (اور) نہ سوچے تھے۔" (بخاری باب الفتن) صرف یہی نہیں فرمایا بلکہ مستقبل میں پیش آنے والے تمام امورِ غیبیہ کو ایک ایک کر کے بیان کر دیا۔ احادیثِ ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ ماکان وما یکون کے بارے شاندار نقشہ پیش کیا گیا ہے:۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی۔ ۱ے

۲۔ حضرت عمرو بن اخطب انصاری نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر نمازِ ظہر تک وعظ فرمایا، پھر ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لے جا کر عصر تک خطبہ دیا، پھر ہم کو عصر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ آرا ہو کر سورج کے ڈوبنے تک خطبہ دیا اور قیامت تک کے تمام ہونے والے واقعات کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا۔ ۲ے

۳۔ بخدا میں (یعنی حضرت ابو حذیفہ) نہیں جانتا کہ میرے دوست خود بھولے یا بھلا دیے گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی قائدِ فتنہ کو جو قیامت تک ہوں گے نہ چھوڑا تھا جن کی تعداد تین سو سے زائد ہو گئی تھی مگر قائدِ فتنہ کا نام اور اس کی ولدیت اور اس کا قبیلہ تک بتا دیا تھا۔ ۳ے

میں اتحادِ عالمِ اسلام کے موضوع پر زیادہ حوالہ جات سے احتراز کروں گا۔ تاہم یہ بآسانی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے فرقوں کے مذکورہ بالا عقائد کی تردید میں خود ان کے مستند اور جید علماء کی تصریحات موجود ہیں مثلاً فیصلہ ہفت مسئلہ، المہند علی المفند، آبِ حیات، نالہ امدادِ غریب، تذکرۃ الرشید، شمائمِ امدادیہ، قصائدِ قاسمی، مناجاتِ مقبول، امداد السلوک، فتاویٰ رشیدیہ، صراطِ مستقیم، مخزنِ احمدی وغیرہ تصانیفِ علماء دیوبند میں تمام قابلِ اعتراض عقائد کا جواب موجود ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے بھی کئی مقامات پر بالخصوص علمِ غیب ۱ے کے مسئلہ میں علماء اہلِ سنت کے بیانات کی تائید کی ہے۔

انقلابات ہیں زمانے کے

حضرات علمائے دیوبند نے اپنی کتب میں بار بار عقائدِ نجدیہ وہابیہ کی زبردست تردید کی ہے مثلاً:۔

۱۔ مولانا [illegible] احمد انبیٹھوی دیوبندی (۱۸۵۲ء۔ ۱۹۲۷ء) لکھتے ہیں:۔

"ان [illegible] محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے تابعین عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہلِ سنت اور علمائے اہلِ سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔"

(المہند علی المفند، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲)

نوٹ۔ اس کتاب پر شیخ الہند و شیخ الدیوبند مولانا محمود حسن (۱۸۵۱ء۔ ۱۹۲۰ء) حکیم الامت دیوبند مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۴۳ء) مولانا المفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۵۳ء) جیسے اکابر کے تصدیقی دستخط موجود ہیں۔

۲۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۴ء) سابق شیخ الحدیث دیوبند لکھتے ہیں:

"أما محمد بن عبد الوهاب النجدي فإنه كان رجلاً بليداً قليل العلم فكان يتسارع إلى الحكم بالكفر" (فیض الباری، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۸ء، ص ۔۔۔)

ترجمہ "یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا۔ اس لئے کفر کا حکم لگانے میں اُسے باک نہ تھا۔"

۳۔ مولانا حسین احمد مدنی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۷ء) شیخ الحدیث دیوبند رقم طراز ہیں:۔

"محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم و تمام مسلمانانِ دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔"

۱تا۳۔ احادیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

(۱) عن عمر قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماً فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم۔ (مشکوٰۃ شریف باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء)

(۲) عن عمرو بن الاخطب الانصاري قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً الفجر وصعد على المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس فأخبرنا بما هو كائن إلى يوم القيامة۔ (مشکوٰۃ شریف باب ...)

(۳) والله ما أدري أنسي أصحابي أم تناسوا والله ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من قائد فتنة إلى أن تنقضي الدنيا يبلغ من معه ثلاثمائة فصاعداً إلا قد سماه لنا باسمه واسم أبيه واسم قبيلته۔ (ابو داؤد شریف ...)

۱ے مولانا مودودی صاحب نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی بابت قانونی تصریح کرتے ہوئے ...

"علمِ غیب کے مسئلے میں یہ بات سب مانتے ہیں کہ کلی و ذاتی علمِ غیب اللہ کے لئے مخصوص ہے اور اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ اپنے علمِ غیب کا جو حصہ اور جتنا حصہ اللہ تعالیٰ جس کو ... دے سکتا ہے۔" (رسائل و مسائل حصہ سوم مطبوعہ اسلامی پبلیکیشنز لمیٹڈ۔ لاہور اکتوبر ۱۹۸۳ء اشاعت گیارھویں، ص ۴۴۹، ۴۵۰)

"اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ تم کو براہِ راست غیب کا علم دے بلکہ وہ اس کام کے لئے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔" (تفہیمات حصہ اول مطبوعہ ... مارچ ... اشاعت پندرھویں، ص ۳۰۴)

"اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ اپنے غیب کا علم ہر انسان پر فرداً فرداً ظاہر نہیں کرتا بلکہ اپنے بندوں سے کسی خاص بندے پر ظاہر کرتا ہے، اس لئے عام انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اس بندے پر ایمان لائیں۔" (ایضاً: ص ۳۰۴، ۳۰۵)

(الشہابُ الثاقب علی المسترق الکاذب مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۴۳)

ب۔ زیارتِ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم و حضوریٔ آستانۂ شریفہ و ملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ، بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے۔" (ایضاً: ص ۴۵)

ج۔ شانِ نبوّت و حضرتِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں۔۔۔۔ توسّل دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، اُن کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ نقلِ کفر کفر نباشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے کتّے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔" (ایضاً: ص ۴۷)

د۔ وہابیہ خبیثہ کثرتِ صلوٰۃ و سلام و درُود بر خیر الانام علیہ السّلام اور قرأتِ دلائل الخیرات و قصیدۂ بُردہ و قصیدۂ ہمزیہ وغیرہ۔۔۔۔ کو سخت قبیح و مکرُوہ جانتے ہیں۔" (ایضاً: ص ۶۶)

"الحاصل وُہ (محمد بن عبد الوہاب نجدی) ایک ظالم و باغی خُون خوار فاسق شخص تھا۔"

(ایضاً: ص ۴۲)

نوٹ۔ مولانا حسین احمد مدنی صاحب کی وفات پر اکابر علماء اہلِ حدیث نے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی گجرانوالہ اور مولانا محمد صدیق لائل پوری نے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی اور تعزیت کی قرار دادیں پاس کیں۔

مولانا حسین احمد مدنی کی کتاب "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" کے مندرجۂ ذیل اقتباسات وہابیہ نجدیہ کے متعلق سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کے نقطۂ نگاہ کو بالکل واضح، غیر مبہم اور صاف لفظوں میں پیش کرتے ہیں:

"وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمۂ اربعہ اور ان کے مقلّدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وُہ گروہِ اہلِ سُنّت والجماعت کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ غیر مقلّدین ہند اُسی طائفۂ شنیعہ کے پیرو ہیں۔ وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقتِ اظہارِ دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، لیکن عمل درآمد اُن کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وُہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں اُس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں، اِن کا بھی مثل غیر مقلّدین کے اکابرِ اُمّت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔"

(الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص ۶۲، ۶۳)

"اِن (وہابیہ نجدیہ) کا اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وُہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیوٰۃ البرزخیہ اسی مرتبہ سے ہیں۔ پس جو حال دیگر مومنین کا ہے وُہ ہی اُن کا ہوگا۔ یہ جملہ عقائد ان کے اُن لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنہوں نے دیارِ نجد عرب کا سفر کیا ہو یا حرمین شریفین میں رہ کر ان لوگوں سے ملاقات کی ہو یا کسی طرح سے اُن کے عقائد پر مطلع ہوا ہو۔ یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام و دُعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں، اِن ہی افعالِ خبیثہ و اقوالِ واہیہ کی وجہ سے اہلِ عرب کو اُن سے نفرت بے شمار ہے۔" (ایضاً: ص ۶۵، ۶۶)

لُطف کی بات یہ ہے کہ صاحب شہابِ ثاقب عقائدِ نجدیہ وہابیہ کی نہ صرف شدّت و غلظت کے ساتھ تردید کرتے ہیں بلکہ مثبت انداز میں اُن کے عقائدِ مردُودہ کے جواب میں ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم، اولیائے کرام کی بابت اپنے عقائد، سوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے مطابق پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ حضُور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حیات دُنیا تک محدُود نہیں بلکہ ہر حال میں زندہ و پائندہ ہیں۔

(الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب، ص ۴۵)

۲۔ دربارِ رسالت میں حاضری کی نیّت سے سفر کرنا جائز ہے اور ہمارے اکابر نے اس کے لئے سفر کیا ہے۔ (ایضاً: ص ۴۶)

۳۔ ہم توسّل بالنّبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے قائل ہیں۔ (ایضاً: ص ۵۷)

۴۔ ہم اشغالِ باطنیہ کے قائل و عامل ہیں۔ (ایضاً: ص ۶۰)

۵۔ ذکرِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم بلکہ اولیاء اللہ کے ذکر کو بھی ہم مستوجبِ برکت سمجھتے ہیں۔

(ایضاً: ص ۶۷)

۶۔ ہم ہر قسم کے دُرُود کو جائز سمجھتے ہیں۔ (ایضاً: ص ۶۶)

۷۔ مسجدِ نبوی یا کسی اور مقام پر یا رسُول اللہ کہنا بھی ہمارے نزدیک جائز ہے۔ (ایضاً: ص ۶۵)

علیٰ ہٰذا القیاس تبلیغی جماعت نے اپنی مشہور کتاب "تبلیغی نصاب" صفحہ ۸۹، ۷ پر یا رسُول اللہ اور یا محمد کے ذکر کو باعثِ خیر و برکت بتایا ہے۔ نیز جماعت مودُودیہ کے بانی نے حج کے انتظامات اور دیگر رسُوم کی ادائیگی میں حکومتِ نجدیہ پر شدید تنقید[لہ] کی ہے۔

______ مگر زمانے کے انقلابات دیکھئے کہ "پٹرو ڈالر" کی چکاچوند نے ان تمام عقائد و نظریات کو نہ صرف "نسیاً منسیاً" بنا دیا ہے بلکہ وُہ حکومتِ سعُودیہ نجدیہ کی تعریف میں رطب اللسان

لہ جناب ابُو الاعلیٰ مودُودی "خطبات" مطبوعہ دفتر ترجمان القرآن، جمال پور (پٹھان کوٹ) اشاعت چہارم ۱۳۵۹ھ کے صفحہ ۲۰۵ پر لکھتے ہیں:۔

"حج کے پُورے فائدے حاصل ہونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکزِ اسلام میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا، کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دُنیا کے جسم میں صالح خون دوڑاتا رہتا، کوئی ایسا دماغ ہوتا جو اُن ہزاروں لاکھوں خدا داد قاصدوں کے واسطے سے دُنیا بھر میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا، اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دُنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دینداری کا تازہ سبق لے کر پلٹتے۔ مگر وائے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں۔ ۔ ۔ ت ہائے دراز سے عرب میں جہالت پرورش پا رہی ہے۔" (باقی بر صفحہ آئندہ)

ہیں۔ نواب محمد صدیق حسن خان (۱۲۴۸ھ — ۱۳۰۷ھ)، اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، (م ۱۹۴۸ء) نے طائفہ نجدیہ وہابیہ سے نہ صرف بیزاری ولاتعلقی کا اظہار کیا ہے بلکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی شخصیت اور تعلیمات کو درخورِ اعتنا بھی نہیں سمجھا اور ایک لحاظ سے اُسے مسترد کر دیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے سرکارِ انگلشیہ سے پورے شد و مد کے ساتھ التجا کی تھی کہ بجائے فرقہ وہابیہ کے اُن کو اہلِ حدیث لکھا جائے۔ پس بموجب چٹھی گورنمنٹ انڈیا بنام پنجاب گورنمنٹ نمبر ۱۷۵۸ مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۹ء سرکاری دفتروں میں انہیں وہابی فرقہ کے بجائے "اہلِ حدیث" لکھنے کا حکم جاری کیا گیا۔ اور وہابی لکھنے کی قانوناً ممانعت کر دی گئی۔[۱]

انقلابِ روزگار ملاحظہ فرمایئے کہ یہ لوگ آج محمد بن عبدالوہاب کو اپنا ہیرو قرار دے رہے ہیں، کتاب التوحید وغیرہ کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔[۱] اس کا ترجمہ پشتو زبان میں کروا کر مہاجرینِ افغانستان میں تقسیم کر رہے ہیں اور اس کے نام سے کئی ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ اس باب میں اہلِ حدیث، دیوبندی اور مودودیہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حکومتِ سعودیہ نجدیہ کی خوشنودیٔ مزاج کے لئے مستعد ہیں۔ اس کے ثبوت میں چند حوالے درج ذیل ہیں:۔

"جو کتاب میں (صدیق حسن خان) نے ۱۲۹۲ ہجری میں لکھی ہے اور اُس کا نام ہدایۃ السائل ہے، اُس کے صفحہ ۹۱ میں وہابیہ کے حال میں لکھا ہے کہ ان کی کیفیت کچھ نہ پوچھو ...... سراسر نادانی اور حماقت میں گرفتار ہیں۔" (محمد صدیق حسن خان، نواب، ترجمانِ وہابیہ مطبوعہ لاہور ۱۳۱۲ھ، ص ۲۱)

پھر آگے چل کر نواب صاحب موصوف "ترجمانِ وہابیہ" میں وہابی مذہب کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"مسلمانانِ ہند میں کوئی مسلمان وہابی مذہب نہیں ہے اس لئے کہ جو کارروائی ان لوگوں نے مُلکِ عرب میں عموماً اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خصوصاً کی اور جو تکلیف ان کے ہاتھوں سے ساکنانِ حجاز و حرمین شریفین کو پہنچی وہ معاملہ کسی مسلمانِ ہند وغیرہ نے ساتھ اہلِ مکہ و مدینہ کے

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) نالائق حکمران اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کے بجائے صدیوں پیچھے گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور انہوں نے اہلِ عرب کو علم، اخلاق، تمدن، ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا، آج اُسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے، نہ اسلامی اخلاق ہیں، نہ اسلامی زندگی ہے، لوگ دُور دُور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرمِ پاک کا سفر کرتے ہیں، مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف اُن کو جہالت، گندگی، طمع، بے حیائی، دُنیا پرستی، بد اخلاقی، بد انتظامی اور عام باشندوں کی ہر طرح گری ہوئی حالت نظر آتی ہے تو اُن کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کے بجائے اُور اُلٹا کھو آتے ہیں۔ وہی پُرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانہ [illegible] ہو گئی تھی، اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ختم کیا تھا، اب پھر تازہ ہو گئی ہے [illegible] کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ خدا کا گھر اُن کے لئے جائداد بن گیا ہے

نہیں کیا، اور اس طرح کی جرأت کسی شخص سے نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فتنہ وہابیہ کا ۱۸۱۸ء میں بالکل خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد کسی شخص امیر و غریب نے اس مُلک میں بھی پھر سر نہ اُٹھایا۔" (ایضاً: ص ۴۰)

"...... مشہور ہے کہ اہلِ حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہوا ہے۔ مگر حاشا وکلّا نہیں

اور اس حضرت سے عقیدت رکھنے والوں کو وہ اسامی سمجھتے ہیں۔"

(نوٹ) معلوم ہوتا ہے کہ بعض "علوم مصالح" کے پیشِ نظر مودودی صاحب کے پرستاروں نے نئے ایڈیشن میں "نالائق حکمران" کا لفظ حذف کر دیا ہے۔

[۱] ثناء اللہ امرتسری، مولانا: "اہلِ حدیث کا مذہب" مطبوعہ اہلِ حدیث اکادمی، لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۱

محمد نجم الغنی خاں رامپوری، حکیم: "مذاہبِ اسلام" مطبوعہ رضا پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۸ء، اشاعت دوم، ص [illegible]

[۱] چنانچہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے چند سال قبل معاملے کی نزاکت پیشِ نظر رکھیں" کے واضح عنوان کے تحت ایسے لوگوں کو مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ خدارا اندرونِ پاکستان — مملکتِ سعودیہ میں آج کی رائج "جدید فقہ" کے لئے ہاتھ پاؤں نہ ماریں اور اہلِ پاکستان کے حال پر رحم کھائیں کیونکہ ————

"یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے سعودی عرب میں جس فقہ کو بالادستی حاصل ہے پاکستان کے لوگوں کی غالب اکثریت اُسے اختیار کئے ہوئے نہیں ————

کچھ عرصہ قبل سعودی عرب میں رائج موجودہ فقہی نظریات کے مبلغ (یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی) کی ایک کتاب (یعنی کتاب التوحید) کثیر تعداد میں مفت تقسیم کی گئی تھی جن لوگوں کے وسیلے تقسیم کا کام انجام پایا اہلِ پاکستان ان سے ناواقف نہیں ———— جو لوگ اس قسم کے منصوبوں کی آڑ میں سیاست کا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں اُنہیں شاید دونوں برادر ملکوں کا مفاد عزیز نہیں بصورتِ دیگر وہ اس معاملے کے نازک پہلوؤں کو نظر انداز نہ کرتے انہیں اپنی حکمتِ عملی پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔" (روزنامہ "نوائے وقت" ۴ اپریل ۱۹۷۹ء)

وہابیت کی بنیاد اگرچہ نجد کے مشہور جنون خیز ملک میں رکھی گئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا اثر ہندوستان میں پھیل گیا اور یہاں بھی اس کا تخم لگایا گیا اور اس کی پرورش اس شان سے کی گئی کہ اس کے ثمرات کی تجارت اب علانیہ پاکستان میں بھی ہو رہی ہے — مذکورہ بالا اداریہ نوٹ میں "نوائے وقت" نے "نازک پہلوؤں" کے الفاظ میں، لطیف رمز میں بڑے پتے کی بات کہہ ڈالی ہے۔ اس لئے کہ اُمتِ مسلمہ کو ابن عبدالوہاب کی تعلیمات کے نتیجے میں سب سے بڑی فرقہ واریت کے آغاز اور پھوٹ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جیسا کہ کتاب "التوحید" میں باب بحاشیہ کے کسی ایک مسئلہ پر سیر حاصل بحث کہیں نہیں ملتی۔ اوّل سے آخر تک دو ہی مضمون ملتے ہیں ————

(۱) سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین۔ (۲) مسلمانوں کو مشرک بنانا۔

چنانچہ وہ خود کہتا ہے (اِنِّیْ اَتَیْتُکُمْ بِدِیْنٍ جَدِیْدٍ — میں تو تمہارے پاس نیا دین لے کے آیا ہوں):۔

۱۔ ایہا الجاہلین لما لاتقولون یا اللہ وھو معکم فای حاجۃ الی المجیٔ الی محمد والرجوع الیہ۔	اے پاگلو (مسلمانو) یا اللہ کیوں نہیں کہتے حالانکہ وہ تمہارے ساتھ ہے ایسی حالت میں محمد کی طرف آنے اور ان کی طرف رُخ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
ب۔ فانا نری عامۃ موحنی ھذا الزمان مشرکا۔	تو بے شک ہم اس زمانے کے سب مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔
ج۔ انی ادعوکم الی الدین وجمیع ما ھو تحت السبع الطباق مشرک علی الاطلاق ومن قتل مشرکا فلہ الجنۃ۔	میں تمہیں دین کی دعوت دیتا ہوں اور جو مخلوق ہفت آسمان کے نیچے ہے وہ سب کی سب مشرک ہے اور جس نے مشرک کو قتل کیا اُس کے لئے جنت ہے ———— یہ ہے مسلم کُشی کا وہ خونی فتویٰ کہ جس کی بنا پر مکہ و مدینہ میں قتلِ عام کیا۔

[illegible]

(اشاعۃ السنۃ ... [illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ایک سوال

[illegible]

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

[illegible]

[illegible]

(اقتباس)

دعوتِ غور و فکر

اِس نئی تحریکِ اتحادِ ملّت کے داعی اپنی ڈگر پر چلتے رہیں گے اور جو شخص انہیں تحریکِ اتحاد کے لئے اتحاد و تعاون کی دعوت دے گا اُس کی نہیں سُنیں گے۔ ناصح تو ایک آئینہ ہوتا ہے۔ جو ہر مدعیٔ اصلاح کے چہرے کا عکس اُسے دکھا دیتا ہے۔ یہ اس آئینے میں اپنا رُخ کردار بعینہٖ دیکھنے کے بعد اسے توڑنے کے لئے لپک پڑیں گے ؎ ایسے بزعمِ خود غلط داعیانِ تحریکِ اتحادِ ملّت کو اپنے خیال میں محو چھوڑ کر براہِ راست عامۃ المسلمین کو خطاب کرتا ہوں اور اپنا فارمولا مع وضاحت و استدراک پیش کر دیتا ہوں۔ اور فیصلہ اُن پر چھوڑتا ہوں کہ وہ سنگین حقائق کا مقابلہ کرتے ہیں یا نعرہ بازی کا شکار ہوتے ہیں۔

میرے فارمولے کی کچھ اصحاب نے مخالفت اور سینکڑوں اصحاب نے تائید کی ہے۔ بسرِ دست میں ۱۹۸۳ء کی اوّل سہ ماہی میں تائید کرنے والوں کے اسماء درج کروں گا۔ اس کے بعد مکمل فارمولا ہدیۂ قارئین کیا جائے گا۔

(۱) جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب (۲) مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی (۳) سردار عبد القیوم خان آزاد کشمیر، (۴) مولانا مفتی جمیل احمد صاحب (۵) مولانا عبد الرحمٰن صاحب (۶) مولانا عبید اللہ صاحب جامعہ اشرفیہ، (۷) پیر فضل الرحمٰن المجددی افغانی صاحب (۸) سجادہ نشین سید فضل حسین جماعتی علی پور سیداں (۹) علامہ خالد محمود صاحب صدر جمعیت العلماء برطانیہ (۱۰) مفتی غلام سرور قادری (۱۱) صاحبزادہ محمد فضل کریم صاحب (۱۲) مولانا شمس الزمان قادری صدر جماعت اہلسنت لاہور (۱۳) مولانا عبد القادر آزاد خطیب بادشاہی مسجد (۱۴) سید اسعد گیلانی منصورہ (۱۵) مولانا محمد عبد اللہ خطیب مرکزی مسجد اسلام آباد (۱۶) مولانا محمد حنیف خیر المدارس ملتان (۱۷) مولانا محمد یوسف جامعہ اشرفیہ، پشاور، (۱۸) حمید الرحمٰن نظام علماء شیرانوالہ گیٹ لاہور (۱۹) مولانا گلزار احمد مظاہری صاحب (۲۰) مولانا تاج محمود صاحب فیصل آباد: (۲۱) مولانا محمد شفیع جوش صاحب (۲۲) ملک شیخین صاحب صدر سُنّی کونسل (۲۳) مولانا محمد رشید نقشبندی (۲۴) سید مصطفےٰ اشرف رضوی ابنِ علامہ محمود احمد رضوی (۲۵) میاں محمد اسلم جان صاحب (۲۶) مولانا سلیم اللہ صاحب (۲۷) مولانا پیر ابرار محمد صاحب دار الحق، لاہور (۲۸) صاحبزادہ رفیق حسین صاحب قصور (۲۹) مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی (مرحوم) (۳۰) سید غضنفر علی شاہ صاحب دربارِ عالیہ حضرت کرمانوالہ، اوکاڑہ (۳۱) پیر محمد اشرف خاں لاہور (۳۲) مولانا عبد القدوس صاحب، پشاور یونیورسٹی (۳۳) مولانا عبد الحکیم صاحب جامعہ فرقانیہ، راولپنڈی (۳۴) مفتی محمد حسین قادری، سکھر، (۳۵) مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب نعیمی، سرائے عالمگیر (۳۶) صاحبزادہ ابرار احمد بگوی، بھیرہ (۳۷) پروفیسر سعید محمد اسعد فیصل آباد (۳۸) مفتی عبد الرحمٰن، ساہیوال (۳۹) مولانا رحمت اللہ صاحب جھنگ (۴۰) پیر سید اکبر علی شاہ صاحب جھنگ (۴۱) سید نذر حسین شاہ صاحب فیصل آباد (۴۲) مولانا غلام محی الدین شاہ صاحب، راولپنڈی (۴۳) حافظ محمد اعظم نورانی صاحب (۴۴) مولانا ابو طاہر محمد نقشبندی، پاک پتن شریف (۴۵) قاضی محمد اسرار الحق صاحب راولپنڈی (۴۶) مولانا محمد صدیق صاحب عیسیٰ خیل (۴۷) ڈاکٹر امان اللہ خان چیئرمین شعبہ اسلامیات (۴۸) ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی شعبۂ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (۴۹) میاں فضل حق صاحب صدر جماعت اہلِ حدیث، (۵۰) ڈاکٹر اسرار احمد صاحب۔

نوٹ: علاوہ ازیں سو سے زیادہ اور اکابر علماء کے اسماء بھی اِس فہرست میں موجود ہیں۔

اِتحادِ مِلّت کے لئے چار نکاتی فارمولا

ایک ہوں مُسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر
(اقبال)

مَیں نے اتحادِ ملّت کے کئی رُوح پرور نظارے دیکھے ہیں۔ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُمّتِ محمدیہ نے جس ربط و ضبط اور ایثار و قربانی کا ثبوت دیا وُہ ہماری تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جُونہی متحدہ مقصد نگاہوں سے اوجھل ہُوا مسلمان باہم آویزی میں اُلجھ کر مکابرہ و مناظرہ کی دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ آج جب ہر طرف سے اُمّتِ مُسلمہ اعداء و معاندینِ اسلام کے نرغے میں ہے۔ اور فتوے کروڑ ہوتے ہُوئے بھی بے اثر ہے تو ملّت کے دردمند طبقات نے اِتحاد کی دعوت دینی شروع کر دی ہے۔ یہ دعوتِ اتحاد بمضمونِ آیۂ قرآنی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ٥ اُمّت کا اجتماعی فریضہ ہے۔ حکیم الامّت حضرت علامہ اقبال نے بھی اِسی خواہش کا اظہار کیا ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مُسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

لیکن دو اور دو چار کر کے کوئی متفقہ فارمولا پیش نہیں ہُوا ہے۔ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ میں چُونکہ مقاصد متعین تھے اِس لئے اپنے نظری و سیاسی اختلافات بجائے خود رکھتے ہُوئے وُہ معین مقاصد کے لئے جمع ہو گئے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ موجودہ پُر آشوب دَور میں اُمّتِ مُسلمہ کے لئے وحدتِ فکر و عمل کا کیا راستہ اختیار کیا جائے جو دائمی ہو۔ پہلے جو خطرات تھے اُن کا نقصان صرف ملّت کے بعض مخصوص مفادات تک منتہی تھا لیکن اَب پُوری ملّت کا وجُود ہی خطرے میں ہے۔ سُرخ سامراج ہو یا سفید سامراج ہر دو کے درمیان اِنسان بمصداق ع "درمیانِ ایں دو سنگ آدم زجاج" چکّی کے دو پاٹوں میں پس رہا ہے۔ اِستعمار پرست طاقتوں اور اُن کے پروردہ خانہ زاد گماشتوں نے طے کر لیا ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ کو اعتقادی اور فکری اِعتبار سے تباہ کرتے ہُوئے اس کا وجُود ہی ختم کر دیا جائے۔ جو کچھ لُبنان میں ہُوا یا بھارت میں ہو رہا ہے وُہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ نیز اِسلامی سلطنتوں میں غیر مسلم یا بے ضمیر مسلم سربراہ مسلط کرنے کی جو سازش تیار ہو چکی ہے اس کی موجودگی میں ہمارا فرض ہے کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر فی الفور

اتحادِ اسلامی کا نقشہ مرتب کریں۔

اتحادِ ملّت کے چار نکات

نکتہ نمبر ۱۔ پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور اُن کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔

لُطف کی بات یہ ہے کہ ان اکابر سے لے کر حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ تک ہمارا مرکزِ اطاعت ایک ہے۔ بریلوی اور دیوبندی امام اعظم ابُو حنیفہؒ کے غیر مشروط مقلد ہیں اور دُوسرے ائمہ عظام کا پُورا احترام و اکرام کرتے ہیں۔ حنفی و اہل حدیث قرآن و حدیث و اصحاب رسُول کے پیروکار ہیں، اور کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل کتاب و سُنّت اور سلف صالحین کی اتباع سے حاصل نہ ہو سکے اور اہلِ تشیع کتاب و سُنّت کی آئینی، قانونی اور ایمانی سیادت و قیادت سے انحراف نہیں کر سکتے۔

برِصغیر میں مُسلمانوں کے اندر تشتّت و افتراق کا خوفناک پروگرام انگریزوں نے شروع کیا۔ پہلے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے حکومتِ انگلشیہ کی تائید حاصل کی۔ پھر ۱۸۶۹ء میں جہاد کا عقیدہ ختم کرنے کے لئے ایک خاص کمیشن بٹھایا جس نے رپورٹ پیش کی کہ ایک خود کاشتہ نبی کی وحی و الہام سے اس عقیدہ کے خلاف فتویٰ لیا جائے اور بعد میں ہم نوا کالے پادری (مسلمان مولوی) پیدا کئے جائیں۔ بہرحال مرزا غلام قادیانی اسی سازش کی پیداوار ہے۔ بعد ازاں انگریز نے جب دیکھا کہ چند بندگانِ حرص و آز اور کاسہ لیسانِ فرنگ کے علاوہ اُمّتِ محمدیہ کی اکثریت نے نئے فتویٰ کو مسترد کر دیا ہے تو انگریز نے محکمۂ تعلیم کے بعض مولویوں کی خدمات حاصل کیں جنھوں نے عظمت و احترام رسالت کے خلاف ہرزہ سرائی کی اور بقول حضرت علامہ اقبال ؎

وُہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

رُوحِ محمدؐ یعنی جذبۂ عشق و اطاعتِ رسُولؐ کو ختم کرنے کا پیغام ابلیس نے اپنے سیاسی فرزندوں کے نام دیا۔ بہرحال تاریخی اعتبار سے ملّت کے اندر یہ داخلی فتنہ و خلفشار انگریز کی آمد سے شروع ہو گیا تھا جب اس فتنہ کے آلۂ کار کالے پادری مر کھپ گئے تو ان کے جانشینوں نے انگریز کے سازشی پروگرام کو جاری رکھا اور ابھی تک اُمّتِ محمدیہؐ ان صدمات سے نجات حاصل نہیں کر سکی۔ تاہم انگریز کی آمد سے قبل مسلمانوں کا تعارف اور اجماع جس ایک نام سے تھا وُہ اہل سنّت والجماعت ہے۔ تمام فرقہ وارانہ ناموں کو چھوڑ کر صرف اہل سنّت و جماعت کہلائیں۔ کیونکہ یہ نام بموجب ارشادِ نبوتؐ "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین"[1] اور "علیکم بالجماعة فانه من شذّ شذّ فی النار"[2] خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ دیا ہے۔

نکتہ نمبر ۲۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابریؒ کی عظمت اور مرتبے کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ تمام اکابر علماء دیوبند بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہیں۔ برِصغیر یا عالمِ اسلام میں جس قدر اختلافی مسائل پائے جاتے ہیں سب کا جامع و مانع حل انھوں نے پیش کر دیا ہے۔ اگر تمام مکاتب فکر کے علماء اور متبعین حاجی صاحب کی تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو حَکَم مان لیں تو فرقہ وارانہ اختلافات چشم زدن میں ختم ہو سکتے ہیں۔

نکتہ نمبر ۳۔ علماء دیوبند مولانا محمود حسن اسیرِ مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب "المہند علی المفند" مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات "حسام الحرمین" اور "الدولة المکیة" کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انھوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے، ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ اس پس منظر میں علماء دیوبند "المہند" میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کر لیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد و نظریات کا نہایت ہی معقول و مدلل جواب مل سکتا ہے۔ اپنے اس عقائد نامہ کو حَکَم ماننے کے بعد دُوسرا اقدام یہ کریں کہ پبلک پلیٹ فارم سے اپنے مخالفین کے خلاف طعن و تشنیع سے مکمل اجتناب کریں۔

نکتہ نمبر ۴۔ انگریزی محاورہ ہے (LIVE AND LET OTHERS LIVE) "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" اگر کوئی مسلمان سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو اُسے پڑھنے دیں اور جو خاموشی سے بیٹھ کر دُرود شریف پڑھے تو اُسے مجبور نہ کیا جائے کہ وُہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے ضرور پڑھے۔ تمام مُسلمان نماز میں "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" پڑھ کر حضُور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے ہیں تو نماز کے بعد میں اس پہ کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔

مسجدوں، خانقاہوں اور اوقاف کے جھگڑے بھی اسی جذبے سے طے ہو سکتے ہیں کہ مسجدوں میں کسی کو نماز پڑھنے سے منع نہ کیا جائے۔ جن لوگوں نے مسجد تعمیر کی ہو اُنہی کے مسلک کی انتظامیہ ہو اگر اس طرح سب فرقے مل کر مرکزی نکتہ عظمت و وقار کو سامنے رکھیں تو پھر اختلاف باقی نہیں رہتا۔

اغیار نے جب بھی کسی اسلامی ملک کو تباہ و برباد کیا تو مذہبی اختلاف پیدا کر کے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا دیا۔ فرقہ واریت نے اسلامی وحدت و استحکام کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ کیا پاکستان کو اب جن مسائل و مشکلات کا سامنا ہے اس کا احساس تمام فرقوں کے رہنماؤں کو نہیں ہے؟ اگر کوئی غیبی ہاتھ انہیں باہم متحد کرنے میں حائل ہے تو پیشتر اس کے کہ خدانخواستہ اندلس، لبنان، تاشقند، سمرقند، بخارا، بغداد، دہلی اور افغانستان جیسے حالات پیدا ہوں۔ ہمارے مراکزِ دینی، مساجد، درس گاہیں و مزارات اغیار کے ہاتھوں خاکستر ہو جائیں، ہماری بہو بیٹیوں، ماؤں بہنوں اور بیویوں کی عزتیں ظالمین و جابرین شہروں، قصبوں میں نیلام کرتے پھریں۔ ہمیں دل کی گہرائیوں سے فکری و ذہنی اتحاد قائم کر کے اغیار کے منصوبوں کو ناکام بنا دینا چاہیئے۔ برطانیہ جیسا چھوٹا ملک ایک دَور میں تمام متمدن دُنیا پر بالادستی حاصل کر سکتا ہے تو پاکستانی مسلمان منظم و متحد ہو کر کفر کی طاقتوں سے نبرد آزما کیوں نہیں ہو سکتے؟ اور اتحادِ اسلامی کو زندہ حقیقت بنا کر سُرخ اور سفید سامراجوں اور ان کے گماشتوں کو کیوں شکست

ترجمہ:- (۱) تم پر میری سُنّت کی اتباع فرض ہے اور میرے خُلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں کی اتباع کرو۔
ترجمہ:- (۲) تم پر جماعت کی پابندی فرض ہے جو جماعت سے الگ ہوا وُہ جہنم میں گیا (یعنی خائب و خاسر ہو کر برباد ہوا)

نہیں دے سکتے۔ اِس فارمولے کے بعد نوّے کروڑ مسلمان ایک ناقابلِ تسخیر قوّت بن سکتے ہیں اور باہمی تکفیر و تفسیق کا سلسلہ جس نے اُمّت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں یکسر ختم ہو سکتا ہے۔

مجھے یقینِ کامل ہے کہ اگر اس چار نکاتی فارمولا کو شرحِ صدر کے ساتھ قبول کر لیا جائے، تو اسلامیانِ پاکستان ایک زبردست طاقت بن کر سارے عالمِ اسلام کے لیئے وحدت کی مثال قائم کر سکتے ہیں ؎

ہر اک منتظر تیری یلغار کا ۔۔۔ تیری شوخیِ فکر و کردار کا

اگر کسی کتاب میں قابلِ اعتراض عبارت نظر آئے تو اس کی مراد معیّن کرنے کا حق مصنّف کو ہو۔ اور اگر وُہ عبارت عام لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتی ہو تو اس کی ایسی وضاحت کر دی جائے کہ غلط فہمی کا احتمال نہ رہے۔ اس پر بھی فریقین میں اتفاق نہ ہو تو عُلماء کے متفقہ بورڈ سے فیصلہ کرا لیا جائے۔ اگر متفقہ بورڈ کی تشکیل نہ ہو سکے تو شرعی عدالت میں پیش کر کے فیصلہ کرایا جائے لیکن جہاں مقامِ مصطفےٰ، عصمتِ انبیاء اور تقدیسِ باری تعالیٰ کے سلسلے میں اگر کسی کتاب میں قابلِ اعتراض عبارت نظر آئے تو اس کے ظاہری اور متبادر معنی لیئے جائیں گے اور کسی قسم کی تاویل کی اجازت نہیں ہوگی اِس مسئلہ پر تمام مکاتبِ فکر حتیٰ کہ علماء دیوبند کا بھی اتفاق ہے۔ بہرحال پلیٹ فارم پر بحث و مناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کُلّی احتراز کیا جائے۔

مؤرخہ ۲۔ دسمبر ۱۹۸۲ء ۔۔۔ محمد عبدالستّار خان نیازی

الموافقات

(عُلماء دیوبند اور عُلماء اہلِ سُنّت و جماعت کی فکری و اعتقادی موافقت)

ہم نے تیسری قسط نوائے وقت، مؤرخہ ۲۳۔ اگست ۱۹۸۴ء میں لکھا تھا کہ دوسرے فرقوں کے مذکورہ بالا عقائد کی تردید میں خود اُن کے مستند اور جید علماء کی تصریحات موجود ہیں، آیات و احادیث کے علاوہ المہند علی المفنّد، فیصلہ ہفت مسئلہ، قصائدِ قاسمی، امداد السلوک اور نالۂ امداد غریب وغیرہ تصانیف علماء دیوبند میں تمام قابلِ اعتراض عقائد کا جواب ہے۔

داعیانِ اتحاد کا فرض تھا کہ وُہ اختلافی عقائد و نظریات کو بیان کر کے موافقت و مطابقت کی راہ نکالتے اور آئندہ نسلوں پر واضح کر دیتے کہ اختلاف کے مقابلے میں موافقت اور مطابقت کے دلائل زیادہ قوی ہیں بلکہ بعد کی تصانیف پہلے تمام نظریات کو ایک لحاظ سے منسوخ کر رہی ہیں تضادات سامنے آنے کے بعد کتاب و سُنّت کی فیصلہ کُن رائے ساری اُمّت کو پھر ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے۔

آج تک متنازعہ فیہ عبارات کی تاویلات اور توجیہات پر زور دیا جا رہا ہے۔ حالاں کہ مقامِ مُصطفےٰ، عصمتِ انبیاء اور تقدیسِ باری تعالیٰ کے بارے اگر کسی کتاب میں قابلِ اعتراض عبارت نظر آئے تو اُس کے ظاہری اور متبادر معنی لیئے جائیں گے اور کسی قسم کی تاویل کی اجازت نہیں ہوگی الفاظ بدلنے پڑیں گے۔ اُسی طرح جیسے اللہ ربّ العلمین نے قرآن پاک میں "رَاعِنَا" کے بجائے "اُنْظُرْنَا" کا لفظ رکھ دیا اور کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کا راستہ کھلا نہیں رکھا ــــ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر تمام مکاتبِ فکر بشمول علماء دیوبند سب کا اتفاق ہے۔ مقصد یہ ہے کہ پلیٹ فارم پر بحث مناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے۔ اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کُلّی احتراز کیا جائے۔

۱۔ وہابیہ نجدیہ کے مسلّمہ مقتدا ابنِ تیمیہ (م ۷۲۸ھ) اپنی مشہور کتاب "الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول" کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ پر لکھتے ہیں:۔

(ا) "من آذی الرّسول فقد آذی اللہ ومن اطاع الرّسول فقد اطاع اللہ ..... (الخ) وقد اقامہ اللہ مقام نفسہ فی امرہ ونہیہ واخبارہ وبیانہ فلا یجوز ان یفرق بین اللہ ورسولہ فی شیئ من ھٰذہ الامور"

(ب) مَنْ اٰذَی الرَّسُوْلَ فَقَدْ اٰذَی اللہَ :۔ احد ھا انّہ قرن ایذاءہ بایذائہ کما قرن طاعتہ بطاعتہ۔ فمن آذاہ فقد اذی اللہ تعالیٰ۔ وقد جاء ذالک منصوصاً عنہ۔ ومن آذی اللہ فھو کافر حلال الدّم۔ یبین ذالک ان اللہ تعالیٰ جعل محبۃ اللہ ورسولہ وارضاء اللہ ورسولہ وطاعۃ اللہ ورسولہ شیئاً واحداً۔ فقال تعالیٰ (۱) قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ ..... (الخ) (۲) وَاَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (فی مواضع متعددۃ) (۳) وقال اللہ تعالیٰ "وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ ..... الخ

ترجمہ (ا) "اللہ کی حُرمت اور رسُول کی حُرمت ایک ہی چیز ہے پس جس نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی اُس نے اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اطاعت کی رسُول کی پس تحقیق اُس نے اطاعت کی اللہ کی کیونکہ اُمّتِ محمّدیہ، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر خدا تک نہیں پہنچ سکتی اِس کے بغیر اُن کے پاس کوئی طریقہ اور ذریعہ نہیں ہے پس اللہ تعالےٰ نے اپنے محبُوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مقام پر (یعنی نیابتِ الٰہی کے مقام پر) لاکھڑا کیا ہے۔ اوامر و نواہی کا نفاذ حضُور کے ذریعے ہوگا۔ آپ اخبارِ غیب بیان کریں گے۔ اور اُن اخبار کی تفسیر اور توضیح بھی آپ ہی کے ذریعے ہوگی پس اِس امر کی اجازت نہیں ہے، ان تمام امور میں کسی شے کے اندر اللہ اور اللہ کے رسُول کے درمیان فرق پیدا کیا جائے۔"

ترجمہ (ب) جس نے تکلیف دی رسُول اللہ کو اُس نے تکلیف دی یعنی ایذاء پہنچائی اللہ کو۔ ان میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے اپنی ایذاء کو رسُول اللہ کی ایذاء کے ساتھ اُسی طرح ملا دیا ہے جس طرح اپنی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت کے ساتھ ملایا ہے۔ پس جس نے ایذاء پہنچائی حضور کو تحقیق اُس نے ایذاء پہنچائی اللہ تعالیٰ کو اور اِس چیز کو اللہ تعالیٰ نے نصِ صریح میں بیان فرما دیا ہے۔ اور جو ایذاء پہنچائے اللہ اور اللہ کے رسول کو تو وُہ کافر ہے اور اُس کا خون معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کو واضح فرماتا ہے کہ اُس نے اپنی اور اپنے رسُول کی محبّت، اپنی رضا اور اپنے رسُول کی رضا، اپنی اطاعت اور اپنے رسُول کی اطاعت کو واحد چیز قرار دیا ہے۔ اور اُس کی تائید میں قرآن پاک کی متعدد آیات موجود ہیں۔ مثلاً (۱) "آپ فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں، تمہارا کُنبہ اور تمہاری کمائی کا مال، وُہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکانات، یہ سب چیزیں اللہ

اور اُس کے رسُول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اِس بارے میں اپنا حکم صادر فرمادے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔" (۹/۲۴)، (۲) "اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسُول کی۔" (۲۴/۵۴)، (۳) "اللہ و رسُول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے۔" (۹/۶۲)

علیٰ ہٰذا القیاس بیعت، انفال، شقاق، محادّت، ایذاء، معصیت اور عصیان، اللہ کے خلاف یا رسُول کے خلاف دونوں کا ایک ہی مدعا اور مقصد ہے۔

۱۔ حافظ ابن قیم (شاگرد رشید ابن تیمیہ) نے اپنی مشہور تصنیف "الفوائد" کے صفحہ ۵۳ پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقامِ احتیاج کو اللہ کی نسبت مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو دُنیا اور آخرت میں حضور کا محتاج بنا دیا۔ دُنیا میں کھانے پینے اور اپنی جان کی حاجت سے بھی حضور کی انہیں زیادہ حاجت ہے، اور آخرت میں اِس طرح کہ وہ دُوسرے پیغمبروں اور رسُولوں سے شفاعت طلب کریں گے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُنہیں مشکل سے نجات دلائیں گے اور باقی انبیاء شفاعت میں حضور سے پیچھے ہوں گے اور حضور سب کے شفیع ہوں گے اور حضور ہی ان کے لیے جنّت کا دروازہ کھلوائیں گے۔"

۲۔ امام سخاوی (م ۹۰۲ھ) "القول البدیع" میں اور امام ابن قیم (م ۷۵۱ھ) "جلاء الافہام" میں مختلف سندوں اور حوالوں سے مندرجہ ذیل واقعہ لکھتے ہیں کہ :-

"امام ابوبکر بن محمد بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا اتنے میں حضرت شبلی علیہ الرحمۃ تشریف لائے (یہ شبلی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پیرانِ عظام میں سے ہیں) تو امام ابوبکر بن مجاہد نے حضرت شبلی سے معانقہ کیا (یعنی اُنہیں گلے لگایا) اور اُن کی پیشانی چُومی ہیں (ابوبکر بن محمد بن عمر) نے ان سے عرض کی یا سیّدی آپ شبلی کا اِس قدر احترام اور ان سے اِس قدر محبت فرماتے ہیں حالاں کہ آپ اور اہلِ بغداد انہیں دیوانہ قرار دیتے ہیں تو حضرت امام ابوبکر بن مجاہد نے فرمایا کہ میں نے شبلی کے اُسی طرح (احترام کا) کا برتاؤ کیا ہے جس طرح میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برتاؤ کرتے دیکھا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا حضرت شبلی حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی پیشانی چُومی۔ تو میں نے عرض کی۔ یا رسُول اللہ! آپ نے شبلی سے اِس قدر نوازش فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی مجھے یہ بات پسند آئی ہے کہ یہ نماز کے بعد "لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ" سُورت کے آخر تک پڑھتے ہیں اور اس کے بعد تین مرتبہ کہتے ہیں صلی اللہ علیک یا محمد، صلی اللہ علیک یا محمد، صلی اللہ علیک یا محمد۔ بعد میں حضرت شبلی سے دریافت کیا گیا تو اُنہوں نے اس کی تصدیق فرمائی۔"

(القول البدیع، ص ۱۲۳، جلاء الافہام، ص ۲۹۷، تبلیغی نصاب، ص ۷۸۹)

۴۔ اہلِ حدیث اور غیر مقلدین کے مسلّمہ عالم شمس العلماء سیّد نذیر حسین صاحب دہلوی (م ۱۹۰۲ء) نے فتاویٰ نذیریہ کے صفحہ ۴۴۲ سے ۴۴۴ تک تفصیل کے ساتھ ایصالِ ثواب کی تائید کی ہے۔ بخوفِ طوالتِ کلام صفحہ ۴۴۵ پر اُن کے فتویٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں "کہ میّت کے واسطے فقراء (فقیروں و مساکین، مسکینوں) کو کھانا کھلانا میّت کی طرف سے صدقہ کرنا ہے۔ لہٰذا اس کا ثواب بھی میّت کو پہنچے گا۔"

۵۔ علماء دیوبند کے پیر و مُرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۳ھ–۱۳۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ "مشرب فقیر کا اِس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مُرشد کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں، اوّل قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اُس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۷)

۶۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سیّد الطائفہ علماء دیوبند (م ۱۹۰۵ء) اپنے فتاویٰ کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں کہ "بلا تعیینِ یوم کھانا تقسیم کرنا یا دینا بطور صدقہ کے جائز ہے کیونکہ صدقہ کرنا طعام کا کسی کے نزدیک (بھی) ناجائز نہیں۔ قال فی الھدایۃ الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃً او صوماً او صدقۃً او غیرھا" یعنی ہدایہ میں کہا ہے کہ اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ انسان کو حق ہے کہ اپنی نیکی کا ثواب جس کو چاہے دے دے۔ نماز، روزہ، صدقہ اور دُوسری نیکیاں۔

۷۔ احادیثِ نبوی کے مترجم، راسخ العقیدہ، غیر مقلدوں کے امام مولوی وحید الزمان حیدرآبادی (۱۸۲۰ء–۱۹۲۰ء) اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" صفحہ ۵۹ پر فرماتے ہیں کہ ہمارے بزرگ امام ابن حافظ ابن قیم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں فرمایا ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ اے حبیب آپ مُردوں کو نہیں سُناتے اور وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ اِس کا مطلب قرآن پاک کی عبارت اور مضمون سے یہ ہے کہ کافروں کے دِل مُردہ ہیں۔ آپ اِن کو اِس طرح نہیں سُنا سکتے کہ وہ اس پر عمل کرنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کا ان دونوں آیتوں میں یہ منشاء نہیں ہے کہ مُردے کچھ نہیں سنتے اور بھلا یہ منشاء خداوندی کس طرح ہو سکتا ہے جب اُس کے محبوب سیّد الانبیاءؐ نے خود فرما دیا کہ مُردے اپنے پاس سے گذرنے والوں کی جُوتیوں کی آواز بھی سُنتے ہیں اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جاننا پہچاننا جیسے چیزوں کا علم، لوگوں کی آوازیں اور کلام کو سُننا تو یہ تمام شہیدوں اور مُردوں کے لیے ثابت ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔" اور مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ "یقیناً نبی کریم نے حکم فرمایا اپنی اُمّت (مسلمانوں) کو کہ جب قبروں کی طرف گذریں تو قبروں والے (مُردوں) کو سلام کریں۔ اور یہ سلام کرنا جب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب کہ مُردے سُنتے ہیں۔ ورنہ یہ کہنا بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔" اور پھر لکھتے ہیں "والسلف مجمعون علیٰ ھذا" یعنی اُمّت کے تمام پہلے بزرگوں کا یہ عقیدہ

ہے کہ مُردے سُنتے ہیں۔ اُور مولوی وحید الزمان صاحب "ہدیۃ المہدی" (عربی) کے صفحہ ۶۰ پر یُوں لکھتے ہیں کہ "وقال شیخنا ابنِ تیمیۃ قد یتکلم المیت ویسمع ایضاً من کلامہ والاحادیث والاٰثار تدل علیٰ ان الذاٰئر متی جاء علو بہ المزور وسمع کلامہ وانس بہ ورد سلامہ علیہ وھٰذا عام فی حق الشہداء وغیرھم وانہ لاتوقیت فی ذالک وقد شرع النبی لامتہ ان یسلموا علیٰ اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل"

(ترجمہ بیان ہو چکا)

۸- و- امام الوہابیہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی (۱۱۹۳ھ - ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) اپنے پیر و مرشد سید احمد بریلوی کو نسبتِ چشتیہ حاصل ہونے کا سبب بیان کرتے ہُوئے لکھتے ہیں کہ "ایک دن آپ (سید احمد بریلوی) حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی مرقدِ منور کی طرف تشریف لے گئے اُور ان کی مرقدِ مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اِس اثنا میں ان کی رُوحِ پُرفتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہُوئی۔ اُور آں جناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی کہ اِس توجہ کے سبب سے اِبتدائے حصولِ نسبتِ چشتیہ کا ثابت ہو گیا"۔

(صراطِ مستقیم ترجمہ فارسی مطبوعہ اسلامی اکادمی، ص ۳۱۸)

ب۔ "ان مراتبِ عالیہ اُور مناصبِ رفیعہ کے صاحبان، عالمِ مثال اُور عالمِ شہادت میں تصرّف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اُور ان بزرگواروں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کلّیات کو (کی) اپنی طرف نسبت کریں۔ مثلاً اُن کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہمارے مولےٰ کی سلطنت ہے اُور سب چیزوں کی طرف ہماری نسبت مُساوی ہے"۔ (الیضاً: ص ۱۹۹، ۲۰۰)

ج۔ "پس جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو، اُس کا ثواب کسی فوت شدہ کی رُوح کو پہنچائے اُور جنابِ الٰہی میں دُعا کرنا، اِس کے پہنچانے کا طریق ہے، یہ بہت بہتر اُور مستحسن طریقہ ہے۔ اُور وُہ شخص کہ جس کی رُوح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اُس کے حق داروں میں سے ہے (تو) اُس کے حق کے برابر اِس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی۔ پس اُمورِ مروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں اُور عُرسوں اُور نذر و نیاز سے اِس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں"۔ الیضاً: ص ۱۱۰)

د۔ "اگر اب کوئی شخص پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے واسطے شبِ برأت کو صلحاء کا مجمع کر کے کسی مقبرہ میں بہت ساری دُعائیں کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت (متابعت" ہونا چاہیئے) کے باعث اِسے ملامت نہیں کر سکتے"۔

(الیضاً: ص ۱۰۹)

اِس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۶ھ) اُور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۳ھ - ۱۲۲۵ھ) کے ارشادات بھی درج کئے جاتے ہیں:-

و- حضرت خلال نے حضرت شعبی کی زبانی روایت کی ہے کہ زمانہ دراز سے انصارِ مدینہ کا یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ مرنے والے کی قبر پر جاتے ہیں اُور قرآن خوانی کرتے ہیں"۔

(تذکرۃ الموتیٰ والقبور مصنفہ قاضی صاحب، ص ۹۷)

ب۔ "صدقہ نافلہ بوالدین واقربین ویتامیٰ ومساکین وہمسایہ وسائلین وغیرہ بدہد"۔

(مالابدّ منہ فارسی مطبوعہ ملتان مصنفہ قاضی صاحب: ص ۷۹)

ج۔ شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی "فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار (شاہ عبد الرحیم صاحبؒ م ۱۱۳۱ھ) نے مجھے خبر دی۔ فرمایا کہ مَیں میلاد النبی کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا میلادِ پاک کی خوشی میں۔ ایک سال مَیں اِتنا تنگ دست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر چنے بھُنے ہُوئے، وُہی مَیں نے لوگوں کو تقسیم کئے تو کیا دیکھتا ہُوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرُو وُہ بھُنے ہُوئے چنے رکھے ہُوئے ہیں اُور آپ بہت شاد و بشاش ہیں"۔ (الدرّ الثمین فی مبشرات النبی الامین مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۰ء، ص ۴۰)

المختصر موافقات اُور مطابقات کے سِلسلہ میں اِس قدر مستند مواد موجُود ہے کہ اگر سب کا تذکرہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ ہم صرف اِس قدر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نُورانیت (نور جوہر اُور بشریت عرض)، تصرفات، شفاعت، توسّل، حیات، نداء، تعظیم و توقیر، آداب، تصوّر، علمِ غیب، حاضر و ناظر اُور اِس قسم کے دوسرے معتقدات کی بابت تمام فرقوں کے علماء و اکابر نے بہت کچھ لکھا ہے حتّٰی کہ اہلِ تشیّع کی مستند اُور معتمد علیہ کتب نہج البلاغہ، تاریخ الخلفاء، ریاض النظر، کشف الغمہ فی معرفت الائمہ، تفسیر قمی اُور اصولِ کافی میں اِس قدر حوالہ جات موجُود ہیں کہ اگر تمام فرقے خلافیات کو چھوڑ کر موافقات پر جمع ہو جائیں تو اسلامیانِ پاکستان نہ صرف ایک زبردست طاقت بن سکتے ہیں بلکہ عالمِ اِسلام کی قیادت کر سکتے ہیں۔

مختلف فرقوں کی تصنیفات سے قطع نظر اگر صرف کتاب و سُنّت پر سب کو دعوتِ اِتحاد دی جائے تو تمام متنازعات نہ صرف دب جائیں گے بلکہ رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے۔ آج کل توحید کے نام پر حکومتِ سعُودیہ نے جو شدّت اِختیار کر رکھی ہے اُس میں بھی اِعتدال پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ توحید و رسالت کا تعلق ظاہر و باطن کا ہے، جو توحید عظمت و احترامِ رسالت سے خالی ہے وُہ ابلیسی توحید ہے اُور جو عظمت و احترام رسالت سے مزیّن ہے وُہ جبریلی توحید ہے، شاید یہی تصوّر تھا جس کو سامنے رکھ کر حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلان کرنا پڑا۔ ؎

لا الٰہ تیغ و دمِ اُو عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو ہُو عبدہٗ

بہر حال ہم اپنے "چار نکاتی فارمولا" کا ایک بار اعادہ کرتے ہُوئے جہاں متفق علیہ مذہبی شخصیات (شیخِ محقق عبد الحق محدّث دہلوی ۹۵۸ھ - ۱۰۵۲ھ، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی ۱۱۱۴ھ - ۱۱۷۶ھ اُور شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی ۱۱۵۹ھ - ۱۲۳۹ھ) کی رہبری و راہنمائی کے بعد علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو بطور ـــــــ قولِ فیصل پیش کرتے ہیں وہاں علماء دیوبند کے عقائد پر مشتمل رسالہ "المہند علی المفند" کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتے ہیں

ان عقاید کا خصوصی تذکرہ اِس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے مضمون کی دُوسری قسط (نوائے وقت مؤرخہ ۲۸ اگست ۱۹۸۴ء) میں جن عقائد کو درج کیا گیا ہے۔ اُس سے کچھ حلقوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں اور اکثر لوگ اُنہیں پڑھ کر مبہوت رہ گئے۔ خود ان فرقوں کے پابند لوگوں نے بھی معذرت خواہانہ انداز اختیار کر لیا۔ حاشا وکلا اِس بیان سے کسی گروہ کی تحقیر و تنقیص مقصود نہ تھی ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اختلافات فروعی نہیں ___ اصُولی ہیں۔ المہنّد کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دُور ہوجاتی ہیں اور موافقت کی راہ کھُل جاتی ہے۔ بنا بریں اختلافی مسائل کی بابت عقائد علماء دیوبند مشمولہ المہنّد علی المفنّد کا اور اکابر علماء دیوبند کی دیگر تصانیف میں سے متعلقہ اُمور کا تذکرہ مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے ___

(۱) جو شخص نبی علیہ السّلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وُہ قطعاً کافر ہے۔

(خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا: المہنّد علی المفنّد مطبوعہ کراچی، ص ۳۶)

۲۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنے پیر و مرشد مولانا نُور محمّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۹ھ) کو امداد کے لیے پکارتے ہُوئے لکھتے ہیں ؎

تم ہو اے نُورِ محمّد خاص محبُوبِ خدا ۔۔۔ ہند میں ہو نائبِ حضرت محمّد مصطفےٰ

تم مددگارِ مدد امداد کو پھر خوف کیا ۔۔۔ عشق کی تحریر سن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا

اے شہِ نورِ محمّد وقت ہے امداد کا ۔۔۔ آسرا دُنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(شمائم امدادیہ، ص ۸۳، امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص ۱۱۶)

۳۔ مولوی محمّد قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ – ۱۲۹۷ھ) بانی مدرسہ دیوبند "قصائد قاسمی" کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں ؎

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا ۔۔۔ نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار

مگر کرے مری رُوح القدس مددگاری ۔۔۔ تو اُس کی مدح میں مَیں بھی کروں قلم اشعار

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے ۔۔۔ تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہان کے سردار

۴۔ "کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا۔ اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السّلام کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وُہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے۔"

(المہنّد علی المفنّد، ص ۲۸)

۵۔ اکابر علماء دیوبند اس سلسلہ میں اِس قدر آگے بڑھ گئے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو مشکل کُشا مانتے ہیں ؎

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے رب ۔۔۔ ہادیٔ عالم علی مشکل کُشا کے واسطے

(امداد اللہ، حاجی، کلّیاتِ امدادیہ، ص ۱۰۳، اشرف علی تھانوی، مولانا: تعلیم الدین، ص ۱۱۱، حسین احمد مدنی، مولوی: سلاسل طیبہ، ص ۱۴)

۶۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی یُوں استمداد کرتے ہیں ؎

یا رسُولِ کبریا فریاد ہے ۔۔۔ یا محمّد مصطفےٰ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہُوں آج کل ۔۔۔ اے مرے مشکل کُشا فریاد ہے

(نالۂ امدادِ غریب، ص ۴، ۵)

۷۔ "ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اِس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السّلام سے زیادہ ہے وُہ کافر ہے۔" (المہنّد علی المفنّد، ص ۳۲)

۸۔ "ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السّلام سے اعلیٰ ہے، وُہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرات اُس کے کافر ہونے کا فتوےٰ دے چکے ہیں، جو یُوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السّلام سے زیادہ ہے۔ پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے۔" (ایضاً: ص ۳۰)

۹۔ "انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصُوم ہیں۔ اُن کو مرتکبِ معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اُس کی وُہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔" فقط واللہ اعلم۔ سیّد احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے۔ جب تک وُہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اُس سے قطع تعلق کریں۔ "مسعُود احمد عفا اللہ عنہ"

(دارالافتاء فی دیوبند۔ الہند، فتوےٰ نمبر ۴۱)

۱۰۔ (محمّد بن عبدالوہّاب کے تابعین ..... نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہُوئے۔ اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے لیکن اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وُہی مسلمان ہیں۔ اور جو اُن کے عقیدہ کے خلاف ہو وُہ مُشرک ہے، اور اِسی بنا پر انہوں نے اہلِ سُنّت اور علماء اہلِ سُنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شوکت توڑ دی۔ اِس کے بعد مَیں کہتا ہُوں کہ عبدالوہاب اور اُس کا تابع[1] کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ

[1] اکابرِ دیوبند کی طرح اکابر علماء اہلِ حدیث کی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی شخصیت اور تعلیمات سے بیزاری و لاتعلقی کا اظہار گزشتہ صفحات میں آچکا، اِس لیے یہاں اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ وہابیت کی داغ بیل محمد بن عبدالوہاب نجدی بازدہ (۱۱۱۵ھ تا ۱۲۰۶ھ) نے ڈالی۔ واضح رہے کہ وہابیوں کی تردید صرف علماء پاک و ہند نے نہیں کی ہے بلکہ علمائے حرمین طیبین، مصر، شام، ترکی اور دُنیا بھر کے علماء نے اس کے عقائد کا رد کیا۔ ہم قارئین کی دلچسپی اور عامۃ المسلمین کے استفادہ کے لیے اِس وقت محض تاریخی نقطۂ نگاہ سے چند اقتباسات یہاں نقل کر رہے ہیں جو دورِ حاضر میں ترکی کے عظیم مؤرخ اور مشہور سکالر جناب حسین حلمی الیشیق ابن سعید استنبولی (ریٹائرڈ ٹیچر کرنل) کی انگریزی کتب "ENDLESS BLISS" (مطبوعہ ۱۹۸۰ء) "THE RELIGION REFORMERS IN ISLAM" (جلد دوم مطبوعہ ۱۹۷۵ء) اور "ADVICE FOR THE WAHHABI" (مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۶ء) سے اخذ کئے گئے ہیں۔

"Another religion reformer who did much harm to Islam was Muhammad ibn 'Abd al-Wahhab. His followers are called the Wahhabi s. Wahhabis are the bid'at owners who appeared in the deserts of Nejd and who then spread in Arabia. They are very stony-hearted and their hands are coloured with Muslim blood.

The first war between the Makkans and the Wahhabis was

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مشائخ میں نہیں ہے نہ تفسیر و فقہ و حدیث کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں۔"

(المہند علی المفند، ص ۲۲)

۱۱۔"وہابی اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے اور حرمین شریفین طیبین میں بدرجۂ مجبوری بہ کراہت کرنا پڑتی ہے جب کہ پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ کہیں اہل سنت و جماعت کے لوگ ہم دیوبندیوں کو بھی وہابی نہ کہنے لگیں جب کہ درحقیقت ہم وہابی نہیں ہیں۔"

ابوالحسنات محمد ولی اللہ فروانی جدونی"

فتویٰ: دارالافتاء۔ دارالعلوم، کراچی

(بحوالہ ہفت روزہ "الفتح" کراچی ۲۸ مئی۔ ۴ جون ۱۹۷۶ء، ص ۲۱)

۱۲۔"عقائد اس جماعت (وہابیین) کے جب کہ خلاف جمہور اہل سنت ہیں تو بدعتی ہونا ان کا ظاہر ہے اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر ہے تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحے میں ان کے احتیاط لازم ہے جیسے روافض اور خوارج کے ساتھ احتیاط چاہئیے۔" حررہ محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ القوی

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ، محمود حسن عفا اللہ عنہ، محمد محمود دیوبندی

غلام رسول محمد مظاہر الحق محمد حسن محمد عزیز الرحمٰن"

(محمد عبدالعلی مدراسی: فتح المبین مطبوعہ اصح المطابع، لکھنؤ ۱۸۹۶ء، ص ۲۶۶)

ا۔ فتح المبین ۱۳۱۳ھ (موسومہ تنبیہ الوہابیین) کے تاریخی نام سے شائع ہوئی: یہ کتاب نہ صرف مشاہیر اہل سنت و جماعت بلکہ تھانہ بھون و سہارنپور اور دیوبند کے علماء کی تقاریظ، مواہیر اور دستخطوں سے مزین ہے ـــــ اور "الموافقات" کے ایسی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ کتاب کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اس کے ایک صفحہ کے ابتدائی حصہ کی جھلک (بصورت عکس) ملاحظہ ہو:۔

۵۲۸


الملکاتی البریلوی اصلح اللہ احوالہ وجعل الی خیر مالہ وبشلہ
لکل مومن ومومنۃ آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین
عبارات مثبتۂ مواہیر و دستخط علمای دیوبند و سہارنپور و گنگوہ
بلمہ سبحانہ بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہو کہ اس کتاب کو بندے نے اکثر مقامات سے دیکھا حق یہ ہے کہ بعض جا
پر تو بہت ہی عمدہ لکھا ہے اور بعض مقام پر بقدر ضرورت جواب دیا بہر حال
مضمون اسکار و ہفوات محی الدین مولف ظفر مبین کے لیے کافی ہے اور
واسطے ہدایت مخالفین کے وافی فقط حررہ رشید احمد گنگوہی۔
ہم سب مدرسین مدرسۂ دیوبند جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے ہم زبان ہیں

۱۳۔"حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے متعدد فتاویٰ میں یہ تصریح فرمائی، کہ جو شخص ابلیس لعین کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً کہے وہ کافر ہے۔"

(حسین احمد مدنی، مولوی، الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب مطبوعہ دیوبند، ص ۸۸)

۱۴۔ "ان اللغۃ العربیۃ حاکمۃ بان معنیٰ خاتم النبیین فی الآیۃ ھو آخر النبیین لاغیر۔
بے شک زبان عربی کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے، دوسرا کوئی معنی نہیں۔"

(محمد شفیع، مولانا (سابق مفتی مدرسہ دیوبند): ہدایۃ المہدیین، ص ۲۱)

ب۔ "اجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصر۔ امت محمدیہ کا خاتم النبیین کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کا دوسرا معنی گھڑنے والا کافر ہے اور اصرار کرے تو قتل کیا جائے۔" (ایضاً: ص ۳۵)

۱۵۔"حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت شریفہ کا، آپ کے جوتوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریف ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو ـــــ

ہم اور ہمارے اکابر حضور سید نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاپوش مبارک کی بھی اہانت کو موجب کفر جانتے ہیں۔" (المہند علی المفند، ص ۳۶، ۳۷، ۴۱)

۱۶۔"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں ہو یا بعد وفات، بایں طور کہے

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ)

made in 1205 A.H.(1791 A.C.).......they captured the city of Taif in 1217. They put all the Moslems to the sword, no matte whether they were women or children. In 1218, they besieged the blessed city of Makkah for three months. The Makkans ate cats, dogs, grass and leaves...... The Wahhabis did not let the Ehl-i-sunnet hadjis go into Makkah for seven years.

Founder of Wahhabism is Muhammad bin Abdulwahhab. He was born in Hureymile town in Nejd in 1111 A.H.(1694 A.C.), and died in 1206 A.H.(1787 A.C.). Formerly, with the idea of travelling and trading, he went to Basra, to Baghdad, to Iran, to India and to Damascus, whereabouts he happened to find Ahmed Ibni Tayamiyye's books that were against the Ehli sunnet, and he read them, and, being intelligent, clever, and strong-tongued, he became famous as (Shaikh-i-Nejdi).

Muhammad Ibn 'Abd al-Wahhab explained the Kalimat at-tawhid according to his own point of view and disseminated his opinion that all Moslems had been polytheists.

Muhammad ibn 'Abd al-Wahhab's father, 'Abd al-Wahhab, who was a pious, pure 'alim in Medina, his brother Sulaiman ibn' abd al-Wahhab and his masters had apprehended from his statements, behaviour and heretical ideas, Sulaiman Muhammad's brother, wrote a great book to refute Wahhabism."

(تفصیلات کے لیے مذکورہ کتب کا مطالعہ فرمائیں)

"یا اللہ! میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دُعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں"
یا اسی جیسے اور کلمات کہے۔" (ایضاً: ص ۱۴، ۱۵۰)

۱۷۔ ہمارے نزدیک، ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دُنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔" (ایضاً: ص ۱۶)

۱۸۔ قبر کی وُہ مٹی جس نے جسدِ اطہر کے ساتھ مَس کیا اور جسم مبارک سے لگ گئی اس کا مرتبہ علمائے دیوبند کے نزدیک عرشِ اعظم سے بھی زیادہ ہے۔ کیوں کہ عرش محض اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور اس کے انوار کا مسکن ہے۔ قبر اور اس کی اندرونی خاک تا قیامت آپ کا مکان اور پُر انوار با برکت مدفن ہے۔" (محمد یعقوب مظاہری، حافظ: صدائے حق مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان ۱۹۵۹ء، ص ۱۵۸، ۱۵۹)

۱۹۔ دعا کے وقت قبر شریف کی طرف توجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ "جب تم قبر شریف پر حاضر ہو تو قبر مطہرہ کی طرف منہ کر کے اس طرح کہو آپ پر سلام نازل ہو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات نازل ہوں۔"

(المہند علی المفند، ص ۱۷)

۲۰۔ حاضر و ناظر۔ "رسول اللہ صلعم کو اپنی اُمّت کے ساتھ وُہ قُرب حاصل ہے کہ اُن کی جانوں کو بھی اُن کے ساتھ حاصل نہیں۔"

(محمد قاسم نانوتوی، مولانا: تحذیر الناس مطبوعہ دیوبند ص ۱۷)

۲۱۔ علمِ غیب۔ (ا) "...... بیانِ بالا سے یہ ثابت ہوگیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو علمِ غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔"
(محمد مرتضیٰ حسن، مولانا: توضیح البیان فی حفظ الایمان مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۱۵)

ب۔ "حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔" (ایضاً: ص ۵)

ج۔ نواب صدیق حسن خان اپنی تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں:۔
"پس اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی احکامِ شرعیہ، اُمورِ دین، علمِ غیب، پوشیدہ چیزیں، احوالِ منافقین، ان کا مکر و فریب اور دلوں کی باتوں پر مطلع فرمایا اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو دُنیا کا علم بھی عطا فرمایا اور دین کا بھی۔"
"عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" کی تفسیر میں نواب صاحب نے تصریح کی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضور کو ما کان و ما یکون" کا علم عطا فرمایا اور "خلق الانسان" کے تحت لکھتے ہیں کہ "المراد بالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ علمه بیان ما کان و ما یکون لانه صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین" یعنی خلق الانسان میں انسان سے مُراد حضور ہیں اور علّمه البیان" کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "ما کان و ما یکون" کے علوم سے سرفراز فرمایا کیونکہ حضور نے اوّلین و آخرین اور قیامت کی خبر دی۔"

۲۲۔ اُس (حق تعالیٰ) کے کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا واہمہ بھی بالکل نہیں اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کسی کلام میں کذب کا وہم بھی کرے وُہ کافر، مُلحد زندیق ہے کہ اس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔" (المہند علی المفند، ص ۴۴)

۲۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض پرداز ہیں:۔

تَرَحَّمْ یَا ابْنَ اٰمِنَۃَ تَرَحَّمْ — فَفِیْ خَوْفِیْ رِضَاعِیْ وَالْفِطَامُ

(ترجمہ) رحم کیجئے اے آمنہ کے لال رحم کیجئے! میں نے اپنی ساری عمر گناہوں میں بسر کی ہے
(مناجات مقبول قربات عند اللہ وصلوٰۃ الرسول مطبوعہ دہلی، ص ۲۳۲)

۲۴۔ رحم کی درخواست کے ساتھ شفاعت کے بھی طلب گار ہیں:۔

بِكَ اسْتَشْفَعْتُ فِیْ قُلِّیْ وَكُثْرِیْ — بِكَ اسْتَشْفَیْتُ اِذْ عَرَضَ السَّقَامُ

(ترجمہ) میں چھوٹے بڑے سب کاموں میں آپ ہی کی شفاعت کا طلب گار ہوں اور بیماری کی حالت میں بھی آپ ہی سے شفا کا خواستگار ہوں۔" (ایضاً: ص ۲۳۲)

۲۵۔ وسیلہ (ا) مولوی وحید الزمان اپنی کتاب ہدیۃ المہدی صفحہ ۴۷ تا ۵۰ حضور کے وسیلۂ جمیلہ کا تذکرہ بڑے شرح و بسط کے ساتھ کرتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا اور ٹھہرانا درست ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے وصال کے بعد ایک حاجت مند کو یہ دُعا سکھلائی:۔ "اللّٰھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبینا محمد نبی الرحمة۔" (بحوالہ امام بیہقی)
دعا کے طریقوں میں یہ بہتر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ بنایا جائے۔ دُوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ یُوں دُعا مانگیں۔ یا محمد انی اتوجه بك الی ربی ..... (بحوالہ ترمذی شریف)
اللّٰھم بمحمد نبیك وبموسٰی نجیك ...... امام قسطلانی نے اپنی روایت میں تضرع والتوجه والتوجه بالنبی الی ربه کے الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے رو کر، گڑگڑا کر اور ان کے وسیلے میں ان کے رب سے دُعا کی ہے۔ اور آدم علیہ السلام اور دُوسرے لوگوں کے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور مرتبے اور آپ کے طفیل سے دُعا کرنے کو آج تک کسی نے بھی ناجائز نہیں کہا۔ اور ہماری جماعت کے امام قاضی شوکانی نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ ٹھہرانا بالکل درست ہے بلکہ دُوسرے نبیوں، ولیوں اور عالموں کو وسیلہ ٹھہرانا بھی جائز ہے اسی طرح جو کسی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دُعا کرتا ہے: "اے میرے اللہ تبارک و تعالیٰ تو میری یہ تکلیف اور مصیبت اس میت کے وسیلے سے دُور کر دے" یہ بھی جائز ہے۔

ب۔ مولانا رشید احمد گنگوہی بعد وفات اولیاء کرام کے تصرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
"تصرفات و کرامات اولیاء اللہ بعد ممات بحالِ خود باقی می مانند بلکہ در ولایت بعد موت ترقی می شود"۔ (عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا: تذکرۃ الرشید جلد دوم مطبوعہ مکتبہ بحر العلوم کراچی ص ۲۵۷)

۲۶۔ مولوی محمد اسماعیل دہلوی امام الوہابیۃ کے پیر و مُرشد سید احمد بریلوی کے خواہر زادہ مولوی سید

محمد علی صاحب نے بعدِ وفات اَولیائے کرام کے الطاف و انعامات کا تذکرہ کرتے ہُوئے ایک عجیب و غریب واقعہ "مخزنِ احمدی" جو سیّد احمد بریلوی صاحب کے سفرِ حج (۱۸۲۲ء) تک کے حالات پر مشتمل ہے، میں نقل کیا ہے :-

"دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار سترِ معلٰے جناب میمونہ علیہا و علی بعلہا الصلوٰۃ والسلام من اللہ الملک العلام رسیدیم از اتفاقاتِ عجیبہ آں کہ آں روز ہیچ طعام نخوردہ بودم چوں از خواب آں وقت بیدار شدم از غایت گرسنگی طاقتم طاق و بدر رویم در محاق بود بطلب نان پیشِ ہر کس دویدم و بہ مطلب نرسیدم بناچار برائے زیارت در حجرہ مقدسہ رفتم و پیشِ تربت شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ ای جدہ امجدہ من مہمانِ شما ہستم چیزی خوردنی عنایت فرما و مرا محروم از الطافِ کریمانہ خود منما آنگاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ ثوابش بروحِ پُر فتوحش فرستادم آنگاہ نشستہ سر بر قبرش نہادہ بودم از رزاقِ مطلق و دانائے برحق دو خوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آں کہ آں ایام سرما بود و ہیچ جا انگور تازہ میسر نبود بحیرت افتادم و یکے ازاں ہر دو خوشہ ہموں جا نشستہ تناول نمودہ از حجرہ بیرون شدم و یک یک دانہ بہر یکے تقسیم کردم و گفتم ؎

یافت مریم گر بہنگام شتا — میوہ ہائے جنت از فضلِ خدا
ایں کرامت در حیاتش بود و بس — بعد فوتش نقل ننمود است کس
بعدِ فوتِ زوجِ ختم المرسلین — رفتہ چندیں قرن ہای دور بین
بنگر از وی ایں کرامت یافتم — مائدہ صد گونہ نعمت یافتم

(محمد علی، سیّد: مخزنِ احمدی، مطبوعہ آگرہ، ص ۹۹)

(ترجمہ) ہم قریب نصف شب وادی سرف میں کہ جہاں حضرت اُمّ المومنین جناب میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار فائض الانوار ہے، پہنچے۔ عجیب اتفاق کی بات یہ ہے اُس روز میں نے کچھ کھانا نہ کھایا تھا جب سو کر اُٹھا تو بھوک سے نڈھال تھا۔ کئی آدمیوں کے پاس روٹی مانگنے کے لئے پہنچا مگر کامیاب نہ ہوا۔ ناچار حجرۂ مقدسہ ام المومنین کی زیارت کے لئے گیا اور آپ کی تُربت شریفہ کے سامنے گدایانہ صدا دی، اور عرض کی۔ "اے جدۂ ماجدہ! میں جناب کا مہمان ہوں، کوئی چیز عنایت فرمائیں اور اپنے الطافِ کریمانہ سے محروم نہ کریں۔" اُس وقت میں نے سلام پیش کیا، اور فاتحہ اور سُورۂ اخلاص پڑھ کر ان کا ثواب اُن کی رُوحِ پُر فتوح کو بھیجا۔ جناب اُمّ المومنین کی قبرِ مبارک کے پاس بیٹھے ہوئے اپنا سر قبرِ مبارک پر رکھا ہوا تھا کہ رزّاقِ مطلق و دانائے برحق کی جانب سے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھوں پر آگرے۔ طُرفہ تماشا یہ ہے، یہ موسم سرما تھا اور کسی جگہ بھی تازہ انگور میسر نہیں آتا تھا میں حیرت میں پڑ گیا۔ ان دو خوشوں میں سے ایک میں نے خود کھایا اور حجرۂ مبارکہ سے باہر آنے کے بعد ایک ایک دانہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔"—— اور اُنھوں نے اپنے جذبات کا اظہار درج بالا اشعار میں بہت پُر لطف انداز میں کیا ہے، جن کے مطالعہ سے صاحبِ ذوق حضرات محظوظ ہوں گے اور یہ اشعار ترجمانی کے محتاج نہیں۔ لہٰذا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

۲۷۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مولوی حسین احمد مدنی کا براہِ راست مکالمہ

"مشہور عالم اور بزرگ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مرحوم نے بیان فرمایا کہ ایک بار زیارتِ بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہُوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام، مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سُنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے۔ ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے "وعلیکم السلام یا ولدی" کے پیارے الفاظ سے اُس کو جواب ملا۔ اس واقعہ کو سُن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے۔ دل تڑپ اُٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی تاکہ اُس محبوبِ بارگاہِ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کر لوں۔ تحقیق کے بعد پتا چلا کہ وہ ہندی نوجوان سیّد حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فرزندِ ارجمند ہے —— گھر پہنچا ملاقات کی، تنہائی پا کر اپنی طلب و جستجو کا راز بتایا۔ ابتداءً خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد کہا کہ بے شک جو آپ نے سُنا وُہ صحیح ہے۔" یہ نوجوان تھے مولانا حسین احمد مدنی"۔

(الجمعیۃ "شیخ الاسلام" نمبر ص ۴۹، بحوالہ محمد عبد اللہ، مولوی: بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند مطبوعہ مکتبۂ مدنیہ، گوجرانوالہ ۱۹۶۹ء، ص ۳۲، ۳۳)

۲۸۔ موافقات کے سلسلے میں مندرجہ ذیل حوالوں کا تذکرہ غیر متعلق نہ ہوگا ——

ا۔ اہل حدیث کے مشہور عالم، مولانا عبد المجید صاحب خادم سوہدروی (۱۹۰۱ء - ۱۹۵۹ء) (شاگرد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی) اپنی تالیف —— "کراماتِ اہل حدیث" میں کرامات قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کے تحت رقم طراز ہیں کہ صُوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے، کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خان شاہِ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی جی (قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مؤلف "رحمۃ للعالمین") کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے، تو قاضی جی نے دل میں کہا، کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہئیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اُٹھے ہی تھے، کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا، اور فرمایا، کہ سلیمان بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا، اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں، بلکہ بیداری کا ہے۔"

(کراماتِ اہل حدیث، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ، ص ۱۹)

ب۔ مولوی حسین احمد تاجر کتب، پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے دردِ کمر کی شدید شکایت رہتی تھی، اور اسی وجہ سے میں نماز باجماعت ادا کرنے سے معذور تھا کیونکہ اکثر اہل حدیث صبح کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں، اور میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، ایک دن میں قاضی صاحب (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) کی مسجد میں نمازِ صبح کے لئے چلا گیا، قاضی صاحب سُورۃ

آلِ عمران پڑھ رہے تھے، دو رکوع پڑھے ہوں گے، کہ مجھے درد شروع ہوگیا، اور میں نے ارادہ کیا، کہ اب نماز چھوڑ دوں، معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا، اور رکوع چلے گئے، پھر دوسری رکعت میں بھی مختصر قیام کیا، اور سلام پھیر دیا، لوگ حیران ہوئے، کہ آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی، کسی نے پوچھا، تو آپ نے فرمایا، کہ بھئی حضور کا حکم ہے، مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے، مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ میں نماز میں شامل ہوا تو ایسا ہی اتفاق ہوا، جب مجھے درد شروع ہوا، اور میں جی میں یہ سوچنے لگا، کہ نماز چھوڑ دوں یا نہ، تو قاضی جی نے قرأت ختم کردی، اور اختصار سے کام لے لیا قریباً آٹھ مرتبہ میں نے آزمایا، حالانکہ میں جماعت کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا، اور قاضی جی کو میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا، اس سے میں نے یقین کرلیا کہ آپ صاحبِ کشف ہیں۔"

(ایضاً: ص ۲۰، ۲۱)

۲۹۔ علماء دیوبند میں مولوی حسین علی سکنہ واں بھچراں (۱۸۶۶ء — ۱۹۴۳ء) اور مولوی غلام اللہ خان (۱۹۰۵ء — ۱۹۸۰ء) انکارِ علمِ غیب میں زیادہ شدید ہیں حتیٰ کہ عطاء الٰہی سے بھی علمِ غیب کو جائز نہیں سمجھتے۔[1] حضور پُرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وکمالات اور تصرفات کا اندازہ عقل محض کے ذریعے از قبیل ناممکنات ہے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں اس باب میں بہت کچھ لکھ دیا ہے لہٰذا ہم مولوی حسین علی جیسے متشدد شخص سے اُن کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ) کا مکالمہ خالی از افادیت نہ ہوگا لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے ماخذ مجموعۂ فوائدِ عثمانی کے مصحح و محشی بھی مولوی حسین علی صاحب ہی ہیں اور اس مجموعہ کو ناظرین اور بعد میں آنے والے قارئین کے لیے فیوض، برکات اور منفعت کا باعث بننے کی (بدیں الفاظ اما بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت ھذا الکتاب من اولہ الی اخرہ بامر سیدی ومولائی ومرشدی حضرت سیدی محمد سراج الدین لازال فیوضاتہ علینا فاتفقہ نفعنا اللہ تعالیٰ بھذا الکتاب والناظرین الاخرین آمین یارب العالمین) دُعا مانگتے ہیں۔

کرامت و مکاشفہ۔ روزے حاجی میاں عبدالکریم صاحب قوم اتراہ ساکن گرہ نورنگ از جناب مولوی حسین علی صاحب پرسید کہ اولیاء علمِ غیب می دانند یا نہ۔ جناب مولوی صاحب موصوف در جواب گفتند کہ علمِ غیب خاصہ خدائے تعالیٰ جل شانہٗ است مگر چیزے حق تعالیٰ در دلِ ولی خود القا کند۔ پس می دانند او را بطریقِ الہام یا کشف پس میاں حاجی عبدالکریم صاحب گفت کہ آیا اسپ ہائے اولیاء ہم غیبے دانند۔ جناب مولوی صاحب ممدوح گفتند چرا۔ میاں حاجی عبدالکریم صاحب بیان کردند کہ یک اسپ حضرت قبلہ نزدِ من بود۔ در سبزہ زار باجرا من مے چرد در دل خیال کردم کہ ہر روز ایں اسپ را اگر ایں چنیں در کشتِ باجرا رہا می کنم اکثر خوشہ ہا خواہد خورد و باجرا در وقتِ دِرَو ہیچ بدست نمی آید۔ پس بمجرد گذشتن ایں خیال در دل ہماوقت دیدم کہ اسپ رُوئے از خوشہ ہا گردانید و گیاہ خوردن شروع کرد۔ بعد از گذشتن چندیں وقت فہمیدم کہ ایں امر بسبب خطرۂ من واقع شد۔ پس نزدِ اسپ رفتہ در پائے او افتادم و گفتم کہ ایں حال حضرت است۔ بلا لحاظ بخور۔ فی الفور خوردن خوشہ ہا شروع کرد۔ پس ایں چہ حکمت است۔ جناب مولوی صاحب ممدوح فرمودند کہ اللہ تعالیٰ متولی اولیاء خود است۔ چوں آں خیال در دل گذاشتی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اسپ را از خوشہ ہا بند ساختہ۔ و چوں از آں خیال تائب گشتی باز اللہ تعالیٰ اسپ را رہا کرد و ایں ہم عنایتے خداوندی بود بر تو کہ ایں امر وسیلۂ پختگیٔ اعتقادِ تو ساخت۔ پس جناب مولوی حسین علی صاحب بعد دادن ایں جواب در ہمیں خیال بودند کہ آیا علمے کہ اولیاء را مے شود چگونہ مے باشد کہ آیا بعضے چیز ہا می دانند یا اکثر بعد توجہ و خیال یا چگونہ می باشد در ہمیں خیال بودند کہ از آں جا برخاستہ در تسبیح خانہ شریف رفتند و در آں جا حضرت قبلہ قلبی و روحی فداہٗ با مردمان افغانان بزبانِ پشتو در کسے امر کلام می کردند۔ پس جناب مولوی صاحب ممدوح در پشت آن مردمان نشستند حضرت قبلہ بمجرد نشستن مولوی صاحب متوجہ باوشان شدہ بزبانِ فارسی فرمودند کہ مولوی صاحب۔ اولیاء ہمہ مے دانند ولاکن مامور بہ اظہار نیستند۔ پس فقط ہمیں لفظ گفتہ باز بدستورِ سابق کلامے بافغاناں شروع کردند۔"

(محمد اکبر علی شاہ، سید: مجموعۂ فوائدِ عثمانی: مطبوعہ استقلال پریس لاہور ۱۳۸۳ھ اشاعتِ دوم، ص ۹۷، ۹۸)

ترجمہ۔ ایک روز حاجی میاں عبدالکریم صاحب قوم اتراہ ساکن گرہ نورنگ نے جناب مولوی حسین علی صاحب سے پوچھا کہ اولیاء علمِ غیب جانتے ہیں یا نہیں؟ جناب مولوی صاحب نے اُن کے جواب میں کہا کہ "علمِ غیب خاصۂ خدا تعالیٰ جل شانہٗ ہے۔ مگر ایک چیز ہے کہ حق تعالیٰ ولی کے دل پر خود القا فرماتا ہے پس اُس کو الہام و کشف کے طریقے سے معلوم ہوجاتا ہے۔" پھر میاں عبدالکریم صاحب نے کہا کہ آیا اولیاء اللہ کے گھوڑے بھی غیب جانتے ہیں؟ جناب مولوی حسین علی صاحب نے فرمایا کیسے! میاں حاجی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ (خواجہ محمد عثمان دامانی) کا ایک گھوڑا میرے پاس تھا جو ہرے بھرے کھیتوں میں باجرہ چرتا تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اسی طرح ہر روز یہ گھوڑا کھیت سے باجرہ کھاتا رہا تو اکثر فصل کھا جائے گا اور کٹائی کے وقت میرے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا۔ پس یہ خیال میرے دل میں آیا تو میں نے دیکھا کہ گھوڑے نے باجرے کی بالیں کھانی ترک کردیں اور گھاس کھانا شروع کردی۔ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد میں سمجھ گیا کہ جو خدشہ میرے دل میں گذرا تھا اس سبب سے گھوڑے نے باجرہ کھانا ترک کردیا ہے۔ پس میں گھوڑے کے پاس گیا اور اس کے پاؤں میں گر گیا اور کہا

[1] مولوی غلام خان اپنی کتاب "جواہر التوحید" مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی ۱۳۹۹ھ کے صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ "اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں، نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔" ان ہی خیالات کا اظہار مولوی صاحب موصوف کے اُستاد مولوی حسین علی نے اپنی تفسیر "بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان" (مطبوعہ حمایت اسلام پریس، لاہور) میں جابجا کیا ہے۔ — ناشر

کہ یہ مال حضرت صاحب (پیر و مرشد) کا ہی ہے، بلا تکلف کھاؤ کہنے کی دیر تھی کہ اُس نے فوراً باجرے کی بالیں کھانا شروع کر دیں۔ پس اِس میں کیا حکمت ہے؟" تو مولوی حسین علی صاحب نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا نگہبان ہے، جب تمہارے دل میں مذکورہ خیال گذرا تو اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے گھوڑے کو خوشے کھانے سے روک دیا اور جُونہی تم اپنے خیال سے تائب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو آزاد کر دیا۔ اور یہ خداوندِ کریم کی خاص عنایت تھی کہ اِس امر سے تیرا عقیدہ وسیلہ کے بارے میں راسخ ہو گیا۔ مولوی حسین علی صاحب کے اِس جواب دینے کے بعد یہ خیال ہر وقت ان کے دل میں رہنے لگا کہ اولیاء کو چیزوں کا علم کیسے ہوتا ہے، آیا بعض چیزوں کا یا اکثر کا غور و فکر کے بعد ہوتا ہے۔ اِسی خیال میں تھے کہ اُس جگہ سے اُٹھے اور تسبیح خانہ (ذکر و اذکار والے کمرہ) میں چلے گئے اور اُس جگہ حضرت قبلہ (میرا دل اور رُوح اُن پر قربان ہو) افغان لوگوں کے ساتھ پشتو زبان میں کسی چیز کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے پس مولوی صاحب ممدوح اُن آدمیوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہ صرف مولوی صاحب کے بیٹھتے ہی اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فارسی زبان میں فرمایا کہ "مولوی صاحب اولیاء سب کچھ جانتے ہیں لیکن اُس کے ظاہر کرنے پر مامور نہیں ہیں۔" پس یہ الفاظ فرمانے کے بعد افغانیوں سے پھر بدستورِ سابق گفتگو شروع کر دی۔

احوالِ کشف۔ یک روز بوقتِ عشاء جناب مولوی حسین علی صاحب بخدمتِ حضرت قبلۂ ما قلبی و رُوحی فداہ حاضر بودند ارشاد فرمودند کہ ای مولوی صاحب شما بروید در خانۂ خود باز چوں واپس آئی حالات و معاملات کہ بر شما گذشتہ باشند از من بپرس۔ ہمارا یک یک مفصل بتو خواہم گفت اِنشاء اللہ تعالیٰ در یک امر ہم خطا نخواہی یافت۔

(ایضاً: ص ۹۹)

ترجمہ۔ ایک روز عشاء کے وقت جناب مولوی حسین علی صاحب، حضرت قبلہ گاہی (قلبی و رُوحی فداہ) کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اے مولوی صاحب! تم اپنے گھر جاؤ۔ پھر جب ہمارے پاس واپس آؤ تو تمام حالات و معاملات جو تمہارے اُوپر گذر چکے ہوں، مجھ سے پُوچھو، ایک ایک کر کے تمام واقعات تمہیں اِنشاء اللہ تعالیٰ بالتفصیل بتا دیں گے اور کسی ایک معاملہ میں بھی کوئی غلطی یا سقم نہ پاؤ گے۔"

۴۔ قارئینِ کرام، موافقات پر علماء اہلِ حدیث اور خصوصاً علماء دیوبند کی معتبر و مستند کتب کے اقتباسات پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہوں گے۔ اِس لئے اِس سلسلہ کو اَب ہم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے دو ایک ملفوظات پر ختم کرتے ہیں جو اُن کی مشہور اور نادر تالیف "الافاضات الیومیہ" سے ماخوذ ہیں:-

(ا) پھر آثارِ عشق کے سلسلہ میں ایک قصّہ بیان فرمایا کہ حضرت سیّد احمد رفاعی معاصر ہیں حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے اولیاء کبار سے گذرے ہیں۔ ایک مرتبہ روضۂ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیکم یا جدّی۔ جواب مسموع ہوا وعلیک السلام یا ولدی۔ اِس پر اِن کو وجد ہو گیا۔ اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہو گئے۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
فھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

(ترجمہ) میں حالتِ بُعد میں اپنی رُوح کو (روضہ شریف پر) بھیجا کرتا تھا کہ وُہ میری طرف سے نائب بن کر زمین بوسی کیا کرتی تھی اور اب جسم کی باری ہے جو خود حاضر ہے سو اپنا ہاتھ بڑھا دیجئے تاکہ میرا لب اُس سے بہرہ ور ہو جاوے۔ فوراً ہی روضۂ مبارک سے ایک نہایت منوّر ہاتھ جس کے رُوبرُو آفتاب بھی ماند تھا ظاہر ہوا۔ اُنہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اُس کا بوسہ لیا اور وہیں گر گئے۔ ایک بزرگ جو اِس واقعہ میں موجود تھے اُن سے کسی نے پُوچھا کہ آپ کو اُس وقت کچھ رشک ہوا تھا۔ فرمایا کہ ہم تو کیا چیز تھے اُس وقت ملائکہ کو رشک تھا جب حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ لوگ مجھکو بنظرِ قبول و جاہ سے دیکھ رہے ہیں دروازہ پر جا لیٹے اور حاضرین سے کہا کہ سب آدمی میرے اُوپر سے جائیں۔ یہ علاج تھا۔ سیوطی نے یہ حکایت لکھی ہے اُس وقت نوّے ہزار کا مجمع تھا لوگوں کا۔" (الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، حصہ دوم مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، ص ۷۳)

(ب) "ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا آپ تو اِسی پر تعجب کر رہے ہیں میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خود اِس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سُنی ہے جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے۔ اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سُن کر رَد کر دیتا۔ وُہ یہ کہ ایک دھوبی کا اِنتقال ہوا جب دفن کر چکے تو منکر نکیر[1] نے آکر سوال کیا۔ مَنْ رَّبُّكَ مَا دِيْنُكَ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ۔ وُہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھکو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہُوں اور فی الحقیقۃ یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں اُن کا ہم عقیدہ ہُوں۔ جو اُن کا خُدا وُہ میرا خُدا جو اُن کا دین وُہ میرا دین۔ اِسی پر اُس دھوبی کی نجات ہو گئی۔ باقی اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کا ایمان بھی اجمالی ہو، تھا محض تعبیر اجمالی تھی۔" (ایضاً: ص ۲۹)

۱؎ مفتی محمد حسن (۱۸۸۰ء — ۱۹۶۱ء) جو مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفۂ مجاز ہیں، کے سوانح نگار نے کتاب "احسن السوانح" جو جامعہ اشرفیہ، لاہور نے شائع کی ہے، کے صفحہ ۲۵۸ پر مفتی صاحب مرحوم سے منکر نکیر کا عجیب و غریب سوال و جواب اِس طرح لکھا ہے کہ "قبر میں حساب لینے کے موقع پر فرشتوں نے پُوچھا کہ تم تھانہ بھون (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں) جاتے ہو یا نہیں۔ جب کہا گیا کہ جاتے ہیں۔ تو اِس پر اُن کی مغفرت ہو گئی۔"

۱۲۔ مزاروں پر فیض ہونا۔ (۱) فرمایا حضرتِ والا نے اپنے سلسلے کے بزرگوں کے مزار پر بڑا فیض ہوتا ہے اور وہ فیض تقویتِ نسبت ہے۔" (حسن العزیز، ملفوظاتِ اشرفیہ، جلد چہارم، مطبوعہ مکتبہ تالیفاتِ اشرفیہ، تھانہ بھون ۱۹۷۵ء، اشاعت دوم، صفحہ ۱۰۷)

(ب) ذیل میں ذکر ہوا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کا مزار دیوبند میں ہے۔ خواجہ (عزیز الحسن مجذوب صاحب (متوفی ۱۹۴۴ء) نے فرمایا بڑی برکت کی جگہ ہوگی۔ فرمایا ہاں۔" (ایضاً: ص ۳۳۴)

۱۳۔ بعض عبارتوں میں عبدالنبی، غلام محی الدین، غلام معین الدین، امام بخش، نبی بخش، مدار بخش، ...بخش، حسین بخش، سالار بخش، پیر بخش (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۹، ۲۳، اور بہشتی زیور صفحہ ۳۲) نام رکھنا ...کہا گیا ہے۔ اور مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۷۳) میں ایسے ناموں کو ...کرنے کے لئے کہا ہے ——— اور ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی فروری ۱۹۸۵ء کے شمارہ ...صفحہ ... اپر "مشرکانہ نام رکھنا" کے عنوان سے غلام رسول، عبدالرسول، غلام محمد، کنیزِ فاطمہ، غلام علی ...ایسے نام رکھنے کو قطعاً ممنوع قرار دیا ہے ——— اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا ——— کہ ہمارے بعض لیڈر اور بعض علمائے کرام ایسے ہی ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔" اور ...تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان صفحہ ۶۴، ۶۶ میں قادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی، رفاعی ...نے کو بدعاتِ کفریہ بتایا گیا ہے۔ اب یہ بھی لکھ کر شائع کیا جا رہا ہے کہ ہمیں ندا، یا رسول اللہ ...ہے۔ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲۵ مئی ۱۹۸۴ء صفحہ ۲۷)، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ...نہیں کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا ——— اور آپ کسی کے سُود اور زیان کے مالک نہیں ...نہ قیامت کو ہوں گے" کو دل کا سرور بتایا جا رہا ہے (دل کا سرور صفحہ ۸۱) ——— مگر ...امدادیہ صفحہ ۱، اور امداد المشتاق صفحہ ۹۳ پر لکھا گیا ہے کہ "عباداللہ کو عبادِ رسول کہہ سکتے ہیں۔" ...رشید احمد صاحب گنگوہی کے دادا کا نام قاضی پیر بخش تھا (بحوالہ تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، ...۱۳) ایک دیوبندی مولوی کا نام جو رشید احمد گنگوہی سے ملنے آتا تھا، سالار بخش تھا (قصص الاکابر، ...۱۲۶) مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کے اساتذہ میں ایک کا نام مولانا غلام رسول اور ...ے کا نام عبدالعلی تھا (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۴۱۸) علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے اُستاد کا نام بھی ...رسول تھا (بیس بڑے مسلمان، صفحہ ۵۲۶)، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے پردادا کا اسمِ گرامی ...ق، اور علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے اُستادِ گرامی کا نام مولانا غلام محمد تھا (بیس بڑے مسلمان ...۳۷۰، ۱۱۰) مولانا عبیداللہ صاحب سندھی کے داماد کا نام غلام محمد، اور مولوی اشرف علی ...صاحب تھانوی کے ماموں کا نام پیر امداد علی تھا۔ (بیس بڑے مسلمان، صفحہ ۲۴۶، ۳۰۹) شیخ الہند ...مولانا محمود حسن کے ایک معتمد ساتھی کا نام غلام محمد تھا (بحوالہ بیس بڑے مسلمان، صفحہ ۲۴۶) مولانا ...لاہوری جو دیوبندیوں کے شیخ التفسیر ہیں لکھتے ہیں کہ "میں ——— قادری بھی ہوں۔" (بحوالہ ملفوظاتِ ...صفحہ ۱۱۱، ۱۵۰) اور سید احمد بریلوی کے مرید صادق مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت سید ...صاحب کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ کی نسبت مبادی سے پہلے حاصل ہو گئی۔" (صراطِ مستقیم صفحہ ۱۷۳) نیز مکتوباتِ شیخ الاسلام، جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں لکھا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز

چشتی، صابری، قدوسی، نظامی، نقشبندی، قادری، سہروردی تھے۔" قبل ازیں یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ ——— "یا محمد اور یا رسول اللہ ——— عشق اور محبت سے ایسی ندا بلا اختلاف جائز ہے۔" (ھدایہ حق صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱)، علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے "اسمٰعیل دہلوی قطعی جنتی ہے۔" (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۴)، سید احمد بریلوی کو بتا دیا گیا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھو کھا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔" (بحوالہ صراطِ مستقیم صفحہ ۳۱۶)، مولانا احمد علی لاہوری (متوفی ۱۹۶۲ء) کو کہا گیا کہ ہم نے تمہاری مہمانی کے طور پر میانی صاحب (لاہور کے قبرستان) کے تمام گناہ گار (صاحبِ ایمان) اہلِ قبور سے اپنا عذاب اُٹھا لیا ہے۔" (ملفوظاتِ طیبات صفحہ ۷۱) اور ارواحِ ثلاثہ مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے "میں نے انسانیت سے بالا درجات کا دیکھا ہے"



"میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ" (بلغۃ الحیران صفحہ ۲)، "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے ... کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۳۳۴)، "اور جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے لئے جنت کے مالک نہیں تو کسی اور کے لئے کیسے مالک ہو سکتے ہیں؟" (ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر، دیوبندی: دل کا سرور، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، اشاعتِ ہشتم، صفحہ ۱۷۹)

——— لیکن "فتاویٰ نذیریہ" جلد اوّل کے صفحہ ۱۷ پر یہ بھی کہا گیا ہے ——— "کہ قیامت یعنی حشر کے روز سب لوگ واسطے طلبِ شفاعت کے آدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جاویں گے، وہ سب اپنا اپنا قصور (احوال) بیان کریں گے، شفاعت نہیں کریں گے، حضرت عیسیٰ فرما دیں گے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، حضرت کے پاس آویں گے، پہلے دروازہ شفاعت کا ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھولیں گے، بعدہٗ سب شفاعت کریں گے حضرت کے آگے (باقی بر صفحہ آئندہ)

...کسی کی دم مارنے کی طاقت نہیں رہے گی، ..... اور بعد اس کے بھی جو شخص پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ——— کا منکر ہو تو بموجب آیت ماذا بعد الحق الا الضلال گمراہ، کافر، خالد مخلد دوزخ کا کندہ بن رہے گا۔ حررہ العاجز محمد نذیر حسین عفی عنہ" ——— پھر فتاویٰ نذیریہ کے ہی صفحہ ۱۱، ۱۲ پر یہ بھی رقم ہے ——— کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کے لئے ہوگی، (دعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاھل الکبائر من امتی رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ عن جابر) اس کو ترمذی، ابوداؤد اور ابنِ ماجہ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔"

وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا" نیز تذکرہ حسن صفحہ ۲۰۶ میں یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ مفتی محمد حسن[2] "رحمۃ للعالمین" تھے۔ ــــ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور کسی نبی کو اس لقب سے یاد نہیں فرمایا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل، کتاب الایمان والعقائد صفحہ ۱۰) ــــ لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں صفحہ ۹۶ پر بدیں الفاظ ــــ "لفظ رحمۃ للعالمین صفتِ خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں" لکھا ہے۔

نوٹ :- اہل سنت وجماعت کے اعمال واشغال ــــ قیام فی المیلاد[3]، صلوٰۃ وسلام، زیارت[4]، فاتحہ، نذر نیاز[5]، ایصالِ ثواب وغیرہ کی بابت مستقر عقیدہ ہے کہ ان کی عدم پابندی سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ یہ محبت اور نسبت کی بات ہے۔ اس لئے کسی کو مجبور کرنا مناسب نہیں علی ہذا القیاس دوسرے فرقوں کو بھی چاہیئے کہ وہ شرک وبدعت کی گردان کرکے وحدت واستحکام ملت میں رخنہ اندازی، انتشار اور خلفشار کا موجب نہ بنیں۔

قابلِ غور نکتہ

ہم نے ابھی عقائد کے دو رُخ پیش کئے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم ان تمام فرقوں میں منقسم اہلِ اسلام کو قطعی وحتمی فیصلہ کرنے کے لئے کہیں ضروری سمجھتے ہیں کہ ان تمام اختلافات، تنازعات، مباحث اور باہمی آویزشوں کی اصل وجہ کی نشاندہی کی جائے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں نے حاملِ نبوت کو وہ مقام اور مرتبہ نہیں دیا جو "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" سے ثابت ہوتا تھا۔ ہم نے عقلِ ناقص کے پیمانے سے علم وکمالاتِ نبوت کو ناپنا شروع کردیا جو انتہا درجے کی حماقت اور گمراہی تھی ؎

خرد واقف نہیں ہے نیک وبد سے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ خرد بیزار دل سے، دل خرد سے

جہاں پر عقل کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اس لئے "اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ" کو حقیقتِ ثابتہ مان کر انسان اپنے عجز کا اعتراف کرلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب "رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"، "كَآفَّةً لِّلنَّاسِ"، "لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا" اور "سِرَاجًا مُّنِيْرًا" تسلیم کرلیا جائے تو علم وادراک کی تمام حدود آپ کے لئے کھل جاتی ہیں، اور زمان ومکان کی تمام پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ بقول حاجی امداد اللہ نبوت عالمِ امر کی شے ہے۔ قربِ الٰہی کا جب یہ مقام حاصل ہو کر خود خلّاقِ کائنات اُن کے بارے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" فرمادیں اور اپنے محبوب کو اپنی رضا، قضا اور رضا میں سراپا تسلیم ورضا جان کر "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" کا تاج پہنادیں اور "مقامِ محمود" اُن کی منزل قرار دی جائے تو پھر عقل بے چاری ہوا میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے اپنے تصورات میں گم ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس لئے سراسر عقل پر انحصار کرنے والے قافلے مسافتِ ہستی میں سرگرداں اور گم راہ ہوکے رہ جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے اجزائے دیمقراطیسی سے آگے طبیعیات کو نہیں پڑھا اور ایٹم کی موجودہ تحقیقات میں لا ادریت کے سمندر میں غرق ہوکے رہ گئے ہیں، وہ وحی کی نورانیت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ رب العالمین نے ہمارے نبی کے نور کو پیدا کیا اور پھر اس سے کُل کائنات و[illegible] آئی۔ رحمت اصل ہے اور تمام کائنات اس کی فرع۔ جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہو، اُ[illegible] ہے تصرفات اور اقلیم فرماں روائی کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جہاں موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے رازدارِ نبی تجلیاتِ الٰہیہ کا پرتو برداشت نہ کرسکے، جبریل امین سدرہ سے ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے تو "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى" کی قوتوں سے فیض یاب ہونے والی ہستی اور "لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ" کی خلوت گاہوں سے سرفراز ہونے والی شخصیت کے بارے میں عقل بے چاری کیا فیصلے کرسکتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی فکری احساس کو صفحۂ قرطاس پر لاتے ہوئے عشقِ رسالت مآب کی سرمستی میں نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہوئے فرمایا تھا ؎

من بندۂ آزادم، عشق است امامِ من
عشق است امامِ من، عقل است غلامِ من

دُنیا کو بالآخر تسلیم کرنا پڑے گا کہ معراجِ انسانیت کی کلید جہاں کشائی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو کچھ موجود ہے اُن ہی کے نور کا ظہور ہے۔ اور جو آگے آنے والا ہے اُس کی تکمیل بھی رحمتِ کائنات کی کرم فرمائیوں سے ہوگی۔ ؎

خلق وتقدیر وہدایت ابتدا است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ رحمت للعالمینی انتہا است

ہر کجا بینی جہانِ رنگ وبُو ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفےٰ اُورا بہا است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ است

عقل کی حدود سے آگے ایک اور کائنات ہے جس کا اور چھور نورِ نبوت کی روشنی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ دونوں کے درمیان بہت بڑے حجابات ہیں۔ یہ حجابات بھی آنکھ کے بجائے دل کے نور سے اُٹھائے جاسکتے ہیں۔ جب کسی انسان کو اللہ رب العالمین دل عطا کرتا ہے تو وہ بقولِ مولائے رُوم ؏

عقل خود قربان کن بہ پیشِ مصطفےٰ

پر عمل پیرا ہوکر، بے چون وچرا اطاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے۔ اس طرح پیغمبر کی سُنت سے "اجماعِ اُمت" کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے، جس کی وضاحت درج ذیل ہے :-

پیغمبر کی سُنت سے اجماعِ اُمت کا رشتہ

عقل اور ماورائے عقل کے مابین جو حجاب حائل تھا وہ معراج والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند [2] مفتی محمد حسن امرت سری (متوفی ۱۹۶۱ء) بانی جامعہ اشرفیہ، لاہور
[3] "مولد شریف تمامی اہلِ حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔" (حاجی امداد اللہ، شمائم امدادیہ مع شرف الرشید، شاہ کوٹ، اشاعت دوم ۱۳۸۶ھ، ص ۴۷)
[4] "ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیامِ مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آں حضرت کے کوئی شخص تعظیماً کھڑا ہو جاوے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اُس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہوجاتے ہیں اگر اس سردارِ عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔" (اشرف علی تھانوی: امداد المشتاق، ص ۸۸)
[5] "جب مثنوی شریف ختم ہوگئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا کی نیاز بھی کی جاوے"[illegible] "عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے" اُس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔" (ایضاً، ص ۸۸، ۸۹)
[6] "طریق نذر و نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے اس زمانے میں لوگ انکار کرتے ہیں۔" (حاجی امداد اللہ، شمائم امدادیہ)

(۱) حدیث "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن" سے دُور ہو گیا لیکن عقل پر ماورائے عقل کے تمام راستے کھُل جانے کے ساتھ یہ شرط عائد رہی کہ تمام راستے ایک دروازے سے ہو کر گزریں گے جس کا نام توحید ہے۔ علم جو کچھ جاننا چاہے جان سکتا ہے، فن جو کچھ بنانا چاہے اور جو کچھ حاصل کرنا چاہے، کر سکتا ہے، لیکن اِس شرط کے ساتھ کہ جان پہچان میں یہ امر ملحوظ رہے کہ سب جانچ پڑتال کی اصلیت ایک رب کی محتاج ہے۔ اگر علم نے یکسانیت اور یک جہتی کا اسلوب ترک کر دیا تو ایسا علم متضاد اور منتشر ہو کر باطل ہو جائے گا، اگر کسی فرد نے اپنی مختلف و متنوع معلومات کو ایک توحید پر مرتکز نہ کیا تو اس کی شخصیت کے پُرزے پُرزے ہو کر اُس کے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے ——— جہاں علم کے لیے تمام راستے کھول کر اُن کو توحید کے دروازے سے گزرنا لازمی قرار پایا وہاں اس دروازے کی کلید اقرارِ رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائی۔ انسان ضعیف البنیان کو کائنات کے تمام اسرار و رموز سے دوچار ہونے کی اجازت اِس شرط پر ملی ہے کہ ظاہر پر غیب کے دریچے کھول دینے والے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا دامن اِس حالت میں ہاتھ سے نہ چھُوٹے۔ اگر اُمّت نے اِس سُنّت کا دامن تھام لیا تو پھر اِس اُمّت کا اجماع بُنیت سلف صالحین کا منصب حاصل کرلے گا اور اگر فرد کے اجتہاد نے اتباعِ سلف صالحین، اجماعِ اُمّت اور سُنّتِ رسُول کی پیروی سے کامیابی حاصل کر لی تو اس انفرادی اجتہاد کے لئے اہل الرّائے کے اجماع کے مقام سے گزر کر خود اجماعِ اُمّت کا مقام حاصل کر لینے کی راہ بھی کھُلی ہے ؎

وُہ دانائے سُبل، ختم الرُّسل، مولائے کُل، جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وُہی اوّل، وُہی آخر
وُہی قُرآں، وُہی فُرقاں، وُہی یٰسیں، وُہی طٰہٰ

——— اور عقیدۂ خاتمیت کے صدقے اُمّت کو مقامِ خویش سے یُوں آگاہ کر دیا گیا ہے ؎

پس خُدا بر ما شریعت ختم کرد ——— بر رسُولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایّام را ——— اُو رُسُل را ختم و ما اقوام را

دعوتِ عمل

ہمارے مضمون کی دُوسری قسط میں عشق و اطاعتِ رسالت مآب کو اِتحاد کے لئے شرطِ لازم قرار دیا تھا۔ اِس لئے ضروری سمجھا کہ مقامِ نبوّت کی معرفت کا تھوڑا سا ذکر ضرور کر دیا جائے۔ اب ہماری دردمندانہ و دل سوزانہ معرُوضات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں اور اب لوگوں نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اپنے اکابر کی عزّت و ناموس پر کہاں تک ناموسِ رسالت مآب کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ اکثر اکابر علماء نے اپنے نقطۂ نگاہ میں مثبت تبدیلی کر لی ہے جس کی بناء پر انہوں نے عشق و اطاعتِ رسُول کی کشش کو محسوس کرتے ہوئے اپنی انا کو نظر انداز کر دیا ہے۔ متعلقین، متوسلین، متبعین اور مریدین کی ذمّہ داری ہے کہ وہ احسن تبدیلی کو قبول کرتے ہیں یا ضد و انانیت کے گرداب میں پھنس کر اپنے لئے نہیں، نہیں ہمارے ملک و ملّت کے لئے تباہی کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

اس لئے میرا سوال ہے کہ ———

یا چِنار (کُن) یا چُنیں

مجھے اُمید ہے کہ فرقہ پرستی کے بُت کو پاش پاش کرتے ہوئے قافلہ سالارانِ عشق ایک نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ اُٹھیں گے اور ؏

"جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مِٹا دو"

کے مصداق تعمیرِ نو کا پروگرام مندرجہ ذیل شش گانہ اصُولِ ثابتہ پر مرتب کریں گے:۔

ا۔ قطعیتِ فرامین کتاب (توحید)

ب۔ ختمیتِ احکامِ رسالت (سُنّت)

ج۔ توسّلِ منہاجِ خلافت (خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت)

د۔ اتباعِ مسلکِ اجماع (وحدتِ اُمّت)

ہ۔ اطاعتِ فتویٰ و فیصلہ (عدلیہ کی بالادستی) اور

و۔ تمسّکِ میثاقِ بیعت (معاہدۂ عمرانی) سے شروع کریں گے، اور مذہبی گروہ بندیوں اور سیاسی جتھہ بندیوں سے بالاتر ہو کر اتحاد بین المسلمین کے لئے وقف ہو جائیں گے۔ ایک نصب العین کے حصُول کے لئے جب تک جنُون کی کیفیت پیدا نہیں ہوگی کامیابی ناممکن ہے۔ اگر آپ لوگ اپنی فرقہ وارانہ وفاداریوں کو اوّلیت کا درجہ دیں گے یا اس مہتم بالشان کام کے لئے رواداری کی پالیسی اختیار کریں گے تو منزل کھو دیں گے۔ مَیں نے اپنے آپ کو بھی اِس امتحان گاہ سے جُدا نہیں رکھا، اور پاکستان میں ایک اللہ، ایک رسُول، ایک کتاب اور ایک اُمّت کے نعرہ پر ایک نئی تحریک کی ضرورت کو واضح کیا ہے ——— یہ نئی تحریک میرے چھ نکاتی فارمُولا سے شرُوع ہوگی۔

جو حضرات میرے پروگرام سے متفق ہیں اُن سے درخواست ہے کہ بحث و مناظرہ کو ترک کر کے موافقات و مطابقات کو سامنے رکھیں اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ کے لئے ۱۹۷۷ء میں جس وحدت عمل کا مظاہرہ کیا تھا اُسی کو دوبارہ زندہ کریں۔ کیونکہ ؎

لُطفِ سیرِ دگر چشمِ تمنّا لے گی
ایک پلٹا ابھی اور یہ دُنیا لے گی



چمنستانِ نعت

حضرت حسن بریلوی

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

سرگزشتِ غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پہ جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر

کون کہتا ہے دل بے مدعا ہے خوب چیز
میں تو کوڑی کو نہ لوں ان کی تمنا چھوڑ کر

کس تمنا پر جئیں یارب! اسیرانِ قفس
آچکی بادِ صبا باغ مدینہ چھوڑ کر

بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہوگا کسے
کس کے دامن میں چھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر

حشر میں ایک ایک کا منہ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

مولانا نسیم بستوی

نظر افروز یارب کب دیارِ مصطفیٰ ہوگا
زبانِ شوق پر صلِ علیٰ صلِ علیٰ ہوگا

وہاں کا گوشہ گوشہ نور و نکہت سے بھرا ہوگا
شہِ کون و مکاں کا موجزن بحرِ سخا ہوگا

حرم کی سرزمیں کا لمحہ لمحہ کیف زا ہوگا
کبھی نعتِ نبی ہوگی کبھی ذکرِ خدا ہوگا

عقیدت سے جبیں ہوگی جھکی آقا کی چوکھٹ پر
زباں پر یا رسول اللہ انظر حالنا ہوگا

بچشم دل سنائیں گے نبی کو حالِ دل اپنا
انہیں کے آستاں پر پورا دل کا مدعا ہوگا

جو محبوب خدا کی مدحت و توصیف میں گم ہے
وہ فردوسِ بریں کا عندلیبِ خوشنوا ہوگا

فرشتے باادب دیوار و در کو چومتے ہوں گے
شہنشاہوں کا سر بھی ان کی چوکھٹ پر جھکا ہوگا

فضاؤں میں صدائیں رحمتوں کی گونجتی ہوں گی
نبی کا آستانہ مرجع شاہ و گدا ہوگا

وہی غم خوارِ امت ہیں سراپا لطف و رحمت ہیں
انہیں کی یاد میں ہم غم نصیبوں کا بھلا ہوگا

نشاط و کیف سے معمور ہوں گے دل کے پیمانے
مئے عرفاں کا ساغر پی کے مکیش جھومتا ہوگا

کرم ہوگا جب ان کا گنبدِ خضریٰ کے سائے میں
نسیم بستوی بھی ایک دن نغمہ سرا ہوگا

راجہ رشید محمود لاہور

نعت میرے لب پہ ہر دم آپ کی ہے یا نبی
اس سے میرے قلب میں اک روشنی ہے یا نبی

آپ کی امت زمانے میں ہوئی خوار و زبوں
حالتِ زار اس کی اب ناگفتنی ہے یا نبی

جو حقیقت آپ کے ارشاد میں ہے جلوہ گر
بات قرآنِ مبیں میں بھی وہی ہے یا نبی

آپ کی الفت میں ہے سرمایۂ عیشِ دوام
اس جہاں کی ہر مسرت عارضی ہے یا نبی

کیا بتاؤں میں ہوائے خلد کا ذوقِ نظر
گنبدِ خضریٰ کو وہ بھی چومتی ہے یا نبی

اس زمیں سے آسماں تک جس طرف ڈالی نظر
آپ کے انوار کی جلوہ گری ہے یا نبی

ہے میری حاجت روا چشمِ عنایت آپ کی
آبِ کوثر چاہتا ہوں تشنگی ہے یا نبی

ہو میری قسمت میں بھی ارضِ مقدس کا سفر
بس یہی اک آرزو دل میں بسی ہے یا نبی

ہے ثنا خواں آپ کا جس کا بھی دل بیدار ہے
ہاں اسی زمرے میں اک محمود بھی ہے یا نبی

قمر اعظمی

نہ کسی وطن کا وقار ہوں نہ کسی چمن کا میں پھول ہوں
میری عظمتوں کو سلام دو کہ میں اک غلامِ رسول ہوں

میں شفاء روحِ سقیم ہوں میں علاجِ قلبِ علیل ہوں
میں غبارِ راہِ حبیب ہوں میں دیارِ قدس کی دھول ہوں

میں سراپا عجز و نیاز ہوں وہ سراپا نازشِ دو جہاں
وہ ہیں عرشِ پاک کی تمکنت میں زمیں کا نقشِ ذہول ہوں

میں بس ایک جرم شعار ہوں وہ شفیعِ روزِ شمار ہیں
وہ رؤف ہیں وہ رحیم ہیں مجھے حق نہیں کہ ملول ہوں

مرا کربِ دل کبھی ہو عیاں تو اٹھا سکے گا نہ آسماں
کہ امینِ عشقِ رسول ہوں میں ظلوم ہوں میں جہول ہوں

ترے نقشِ پا کی تجلیوں سے نمودِ صبحِ حیات ہے
میں حیاتِ نو کا سفیر ہوں کہ امینِ دینِ رسول ہوں

شہنشاہِ جیلان کی تعلیمات مقدسہ

عبدالرحیم قادری (کانپور)

زہد و ورع سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زہد و ورع یہ ہے کہ آدمی تمام چیزوں سے پرہیز کرنے لگے۔ شریعت مطہرہ جس چیز اور جس کام کی اجازت دے اسے اختیار کرے اور جن کاموں اور جن چیزوں سے روکے اسے چھوڑ دے۔ زہد و ورع کے تین درجے ہوتے ہیں۔

ورع عوام • ورع خواص • ورع خواص الخواص

- عوام کا زہد یہ ہے کہ حرام و مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔
- خواص کا زہد یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کی تمام چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔
- خواص الخواص کا زہد یہ ہے کہ بندہ ہر اس شے سے جس کا وہ قصد کر سکتا ہے پرہیز کرتا رہے۔

ورع کی دو قسمیں ہیں۔ ورع ظاہری۔ ورع باطنی

- ظاہری ورع تو یہ ہے کہ امر الٰہی کے سوا کوئی کام اور کوئی بات نہ کرے۔
- باطنی ورع یہ ہے کہ قلب کے اوپر سوا پروردگار عالم کے کسی دوسرے کا خیال بھی نہ گذرے۔

جس شخص کے پیش نظر ورع کی یہ باریکیاں نہیں ہیں وہ ان مراتب عالیہ تک نہیں پہونچ سکتا۔ زہد و ورع کی پہلی منزل ہے جیسے قناعت کہ رضا کی منزل اولےٰ ہے۔ ورع کا دائرہ اثر اتنا وسیع ہے کہ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے تمام چیزوں سے متعلق ہے۔ چنانچہ متقیوں کا کھانا پینا بھی عام انسانوں کے کھانے پینے کے برعکس ہوتا ہے۔

حصول ورع سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں اسوقت تک ورع کامل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے

لئے ان دس صفات جلیلہ کی پابندی ضروری نہ قرار دے لی جائے۔ زبان کو قابو میں رکھنا۔ غیبت سے احتراز کرنا اللہ کا فرمان ہے وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا (پارہ ۲۶) کوئی تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کسی بھی آدمی کو اپنے سے حقیر نہ جانے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ (پارہ ۲۶، رکوع ۱۳) ایک قوم دوسری قوم کی ہنسی نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو۔ محارم پر نظر نہ ڈالے۔

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (پارہ ۱۸، رکوع ۱۰) کہدیجئے پیغمبر مسلمانوں سے اپنی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔

۵۔ بھلائی اللہ کا فرمان ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا (پارہ ۸) جب تم کوئی بات کہو تو سچ اور انصاف کی کہو۔ انعامات و احسانات الٰہی کا اعتراف کرتا رہے تاکہ نفس عُجب و غرور میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے اللہ کا فرمان ہے بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰىکُمْ لِلْاِیْمَانِ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات) اللہ ہی نے تمہارے اوپر یہ احسان فرمایا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی۔ ہمارے اوپر اللہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں دولت ایمان بخشی۔ مال و متاع راہ خدا میں صرف کرتا ہے اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا (پارہ ۱۹، رکوع ۴) "وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ وہ اپنا مال گناہ و معصیت میں نہیں خرچ کرتے۔ البتہ نیک راستہ میں خرچ کرنے سے باز نہیں رہتے۔" اپنی ہی ذات کے لئے بھلائی کا خواہاں نہ رہے اور کبر و غرور سے پاک رہے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (پارہ ۲۰، رکوع ۱۲) جنت میں انھیں لوگوں کو جگہ دونگا جو دنیا میں اپنی برتری کے خواہاں نہیں

ہوتے اور فساد کرنے والے کام نہیں کرتے۔

پنجوقتہ نماز کی پابندی کرنا۔ اللہ تعالٰے کا فرمان ہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (پارہ ۲ رکوع ۱۵) نمازوں کی حفاظت کرو۔ خاصکر نماز عصر کی اور کمالِ عاجزی کے ساتھ رب کی بارگاہ میں کھڑا ہوا کرے۔ سُنّتِ نبوی اور اجماع مسلمین کا احترام کرے۔ اللہ تعالٰے کا فرمان ہے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ بیشک یہ میری سیدھی راہ ہے تم اسکی پیروی کرتے رہو۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے یہ دس صفات ورع کے کامل ہونے کے بیان فرمائے ہیں۔ یہی وہ اہم صفات ہیں جن پر اسلامی تصوف کی مستحکم بنیاد قائم ہے جن کے حاصل ہوجانے کے بعد ایک انسان انسان کامل بن جاتا ہے۔ خداوند دورِ حاضر کے صوفیاء کرام کو توفیق عطا فرما کہ ان ہدایات پر عمل کرکے اپنے زہد و ورع کو مکمل فرمالیں۔

پیرِ کامل

پیر کامل وہ ہے جو اپنے سامنے تمھیں خاطر جمع اور اپنی غیبت میں تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے آداب و اخلاق کے ذریعہ تمھاری تربیت کرتا رہے نیز تمھارے باطن کو روشن کرے۔ مرید وہ ہے جو ہر حال میں تواضع اختیار کرے فقراء کے ساتھ اُنس رکھے۔ صوفیاء کرام کے ساتھ ادب وحسن اخلاق سے، علماء اسلام کے ساتھ تعمیل ارشاد، اہل معرفت کیساتھ سکون و قار اور اہل مقامات کے ساتھ توحید سے پیش آئے۔

وَجدِ حقیقی

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ ارشاد فرماتے ہیں جو وجد مشاہدہ سے خالی ہو وہ کذب و دروغ ہے۔ واجدین کی روحیں نہایت پاکیزہ و لطیف ہوتی ہیں ان کا کلام مُردہ دلوں کو زندہ اور عقل کو زیادہ کردیتا ہے۔ مکانات متعددہ کو مکان واحد و ایمان مختلفہ کو عین واحد بنا دیتا ہے۔ وجد کی ابتدا حجابات کا اٹھ جانا ہے۔ وجد کرنے والے کو جمالِ حق کا مشاہدہ و اسرار غیب کا ملاحظہ میسر ہوتا ہے۔ وجد یہ ہے کہ اس کے سبب اوصاف بشریت منقطع ہو جائیں جس وجد سے بشریت کا فقدان نہ ہو وہ وجد نہیں ہے۔

وجد کے دُو مقام ہیں (۱) مقام ناظر (۲) مقام منظور الیہ۔ مقام ناظر سے مقام مشاہدہ مراد ہے۔ مقام منظور الیہ سے مقام غیب مراد ہے۔

معرفت اور محبّتِ رَبّانی

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص شراب محبت الٰہی پی لیتا ہے اس کا نشہ مشاہدۂ محبوب کے بغیر نہیں اترتا۔ گویا محبت الٰہی ایک ایسی شب ہے جسکی صبح مشاہدۂ جمال محبوب ہے جیسے صدق ایک ایسا درخت ہے جس کا پھل مجاہدہ و ریاضت ہے۔

محبت کے تین اصول ہیں وفا۔ ادب۔ مروّت۔ وفا یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت میں مشغول رہے اپنے دل کو سب سے جُدا کرلے اور صرف اسی کے نوازن سے دل مانوس ہوجائے۔

ادب یہ ہے کہ حفظ اوقات و ماسوا سے انقطاع کرتا رہے مروّت یہ ہے کہ قولاً و فعلاً صدق و صفا کے ساتھ ذکر اللہ پر قائم ہوجائے ظاہر و باطن میں اغیار سے روگردانی کرلے۔ جب بندہ میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہوجاتی ہیں تو لذت وصال پانے لگتا ہے اور اس کے اندر آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں۔

فکر معرفت الٰہی ذات و صفات الٰہی کی معرفت کا راستہ ہے۔ عقل و فہم میں ذات الٰہی کی کنہ (حقیقت) دریافت کرنے کی مطلق طاقت نہیں ہے، رب ذوالجلال کی قدرتیں و حکمتیں اگر متناہی و محدود ہوتیں اور انسان کے علم وعقل و فہم میں سما سکتیں تو یہ عظمت الٰہی و قدرت ربانی کا بہت بڑا نقص ہوتا جس سے وہ پاک و مبرا ہے تَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ تمام مخلوق الٰہی از فرش تا عرش معرفت الٰہی کے راستہ کی علامتیں اور اسکی قدرت و عظمت کی مضبوط دلیلیں ہیں پوری کائنات بزبان حال اللہ رب العزت کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے سارا عالم معرفت کا سبق ہے اس سبق کو صرف وہی لوگ پڑھ سکتے ہیں جنھیں بصیرت عطا ہوئی ہے۔

قُربِ حق کی ابتدا و انتہا

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ خواب میں مجھ سے ایک بوڑھے شخص نے سوال کیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے ذریعہ بندہ اللہ تبارک و تعالٰے سے قریب ہوجائے میں نے جواب دیا اسکی ابتداء و انتہا ہے ابتدا تقویٰ و پرہیزگاری ہے انتہا رضا و تسلیم و توکل ہے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا ہے۔ مومن کیلئے ضروری ہے کہ پہلے فرائض میں مشغول ہو جب اس سے فارغ ہوجائے تو سنتوں

میں مشغول ہو۔ اس کے بعد نوافل و فضائل میں مشغول ہو۔ جب تک فرائض سے فارغ نہ ہو سنتوں میں مشغول ہونا حماقت و رعونت ہے۔ اگر فرائض سے پہلے سنن و نوافل میں مشغول ہوگا تو یہ عبادت قبول نہ ہوگی۔ اور وہ ذلیل کیا جائے گا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس کو بادشاہ نے اپنی خدمت کے لئے بلایا ہو۔ لیکن وہ بادشاہ کیطرف آنے کے بجائے اس امیر کی خدمت میں جاکر کھڑا ہو جائے جو بادشاہ کا غلام و خادم ہے اور بادشاہ کی قدرت و ولایت کے تحت میں ہے۔

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نفل پڑھنے والا جس پر ابھی فرض باقی ہے اس کی مثال اس حاملہ عورت کی ہے جس کی مدت حمل پوری ہوچکی ہو نفاس کا وقت آگیا ہے اور اسقاط حمل کردے اب تو وہ صاحب حمل رہی اور نہ ہی صاحب اولاد۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ اس نمازی کے نوافل قبول نہیں فرماتا۔ جب تک وہ فرائض نہ ادا کرے۔ نمازی ایک تاجر کیطرح ہے۔ جب تک تاجر راس المال نہیں حاصل کرلیتا۔ اُسے نفع نہیں ملتا۔ اسی طرح نوافل کا پڑھنے والا بھی ہے کہ اسکی عبادات نوافل قبول نہیں کی جاتیں جبتک وہ فرائض نہ ادا کرلے

ایسے ہی وہ شخص بھی ہے جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہوگیا فرائض میں سے یہ ہے کہ حرام چھوڑ دے۔ خدا کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کرنے، اسکی قضا و قدر پر اعتراض کرنے۔ اللہ تعالےٰ کے امر و اطاعت سے اعراض کو ترک کردے کہ یہ سب کے سب فرائض ہیں باقی نوافل ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی تابعداری جائز نہیں ہے۔

خواب اور بیداری

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ بیداری کے مقابلہ میں جو ہوشیاری و آگاہی کا سبب ہے جس شخص نے نیند کو اختیار کیا اس نے ناقص و ادنیٰ شئے کو اختیار کیا وہ مردوں سے جا ملا مصالح خیر سے اس نے غفلت برتی۔ نیند موت کی بہن ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ کے لئے خواب جائز نہیں مانا گیا۔ اسی طرح فرشتوں سے بھی نیند دور ہے کیونکہ وہ اللہ کے قریب ہیں اسی طرح اہل جنت سے بھی نیند دور کردی گئی ہے اسی لئے تو تمام بھلائیوں میں بہتر بھلائی شب بیداری میں ہے اور تمام برائیوں میں بدتر برائی سونا ہے اور نیک کاموں سے غفلت برتنے میں ہے۔

جو شخص خواہشات نفس کی بنا پر کھائیگا پیئے گا وہی سوئے گا۔ اسکی بہت سی بھلائیاں و نیکیاں فوت ہوجائینگی جس شخص نے حرام غذا میں سے قدر قلیل بھی کھایا اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ہوائے نفس سے مباح چیز زیادہ کھالی کیونکہ حرام غذا نور ایمان کو ڈھانک لیتی ہے اور دل کو تاریک کردیتی ہے۔ جیسے شراب عقل کو ڈھانک لیتی ہے اور اسے تاریک کردیتی ہے۔ جب ایمان ہی تاریک ہوگیا تو پھر نہ نماز ہے نہ عبادت اور نہ اخلاص۔ جس نے امر الٰہی کے ساتھ حلال غذا میں سے تھوڑا کھایا اور اس لئے کھایا کہ عبادت میں ذوق اور قوت پائے اسے ایک نور ملا۔ حرام غذا ظلمتوں میں سے ایک ظلمت ہے۔ حرام میں نہ کوئی نیکی ہے نہ بھلائی نہ خیر۔ پھر امر الٰہی کے بغیر خواہش نفس سے اکل حلال بھی حرام کی مانند ہے اس لئے کہ یہ بھی نیند لانے والا ہے بس اسمیں بھی کوئی بھلائی و خیر نہیں رہجاتی۔

قرب خدا کا راستہ

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے تمہارا [illegible] طرح سے خالی نہیں ہے یا تو اللہ عزوجل سے تم دور ہوگے یا اللہ تعالےٰ سے قریب ہوگے اگر تم اللہ تعالےٰ سے غائب و دور ہو تو پھر کیا وجہ ہے دین و دنیا کی نعمت، دائمی عزت۔ نفع عظیم۔ عافیت کبریٰ سلامتی و تونگری حاصل کرنے میں تمہاری سستی کرنے کا؟

تم فوراً اٹھو اور اللہ کی طرف جلد پرواز کرو۔ ایک بازو حرام مباح لذات و شہوات اور آسائش سب کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرا بازو مکروہات و تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔ فرائض کا ادا کرنا۔ عمل میں سختی اٹھانی خواہش نفس و ارادۂ دنیا و آخرت سے نکل جانا ہے۔

یہاں تک کہ تم وصول الی اللہ کے معرکہ میں فتحیاب و ظفرمند ہو جاؤ۔ پھر اسوقت جس شئے کی تمنا کروگے اسے حاصل کرلوگے اور تمہیں کرامت عظمےٰ و عزت کبریٰ حاصل ہوگی اور ممکن ہے کہ تم ان مقربین و واصلین میں شامل ہو جاؤ جنکو عنایت ربانی نے پالیا ہے۔ مہربانی حق جن کے شامل حال ہوگئی ہے محبت الٰہی نے جنھیں کھینچ لیا ہے اور اسکی رحمت و بخشش نے جن کو گھیر لیا ہے تم نے خواہش و ارادۂ اختیار و تدبر سے جس چیز کو چھوڑ دیا ہے اسکی طرف مائل نہ ہو قلب کی حفاظت کرو۔ بلا نازل ہونے کے وقت صبر و رضا اور

موافقت حق کو نہ چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تم گیند کی طرح بن جاؤ۔ غسال کیسامنے مُردے کی طرح بن جاؤ اور ماں و دایہ کی گود میں شیر خوار بچہ کی طرح بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب سے اندھے ہو جاؤ ضرر و نفع عطا و منع کے معاملہ میں حق کے سوا کسی کو نہ دیکھو۔ تکلیف و بلا کے ہنگام میں تمام مخلوق اور اسباب کو اللہ تعالیٰ کا تازیانہ سمجھو جس تازیانہ سے وہ تمھیں مارتا ہے اور نعمت و عطا کیوقت ان ہی اسباب سے تمہیں اللہ تعالیٰ اس طرح کھلاتا ہے جیسے کہ اپنے ہاتھ سے تمھیں لقمہ کھلا رہا ہے۔

زاہدین کی فضیلت

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ زاہدین کو دو مرتبہ ثواب دیا جائیگا اوّل تو دنیا کو ترک کرنے کی وجہ سے۔ اسلئے کہ وہ اپنی خواہش سے دنیا کو قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ محض اسے حکم خدا سے لیتے ہیں زاہدین سے جب اپنے نفس کی دشمنی و خواہش کی مخالفت ثابت ہو جاتی ہے اور وہ محققین و اہل ولایت میں شمار کرلئے جاتے ہیں زمرۂ ابدال اور عارفین باللہ میں وہ داخل ہو جاتے ہیں تو زاہدین کو ان اقسام نعم کو لینے اور ان سے تعلقات قائم کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اس لئے کہ اب اس حال میں ان کے لئے نعمتوں کے حصے ضروری ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے سوا کسی غیر کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔ زاہدین جب قبول نعم کے اس حکم کو بجا لاتے ہیں اور ان نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں ان سے تعلقات پیدا کرلیتے ہیں بغیر اس کے کہ اس میں ان کے ارادے و خواہش و ہمت کا کوئی لگاؤ ہو تو زاہدین کو اس بلا قصد و ارادہ لینے کے سبب دوہرا ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس حال میں فعل حق کی موافقت و امر حق کی بجا آوری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب انھیں محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے اور انھیں اپنی نعمتوں کے سایہ تلے رکھتا اپنے لطف و مہربانی و رحمت و بیحساب بخشش سے پرورش کرتا ہے اسلئے کہ انھوں نے اپنی ذات کیلئے جلب منفعت و دفع مضرت کرنے سے دنیا میں اپنے ہاتھ روک لئے ہیں۔ وہ شیر خوار بچوں کی طرح ہو گئے ہیں جنہیں نفس کی مصلحتوں کیلئے کوئی جنبش نہیں ہے جیسے خدا کے فضل اور ماں باپ کے ہاتھوں پہونچنے والے رزق کے ساتھ ناز و نعم میں لکھا گیا ہے اور ماں باپ خدا کی طرف سے اس بچے کے وکیل و ضامن بن گئے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے ان زاہدین کو نفس کی خواہشوں سے نے نیاز اور یکسو کر دیتا ہے تو مخلوق کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دیتا ہے ان پر مخلوق کو مہربان کر دیتا ہے اور ان کیلئے لوگوں کے قلوب میں رحمت و شفقت پیدا کر دیتا ہے۔ ہر شخص انکے اوپر مہربانی کرتا ہے اور انکی طرف مائل ہو جاتا ہے ان کے ساتھ احسان ہی کرتا ہے۔ ہر اس شخص کی یہی حالت ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے خالی ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ کے امر و فعل کے سوا کوئی بھی حرکت و جنبش نہیں ہے سکتا۔

یہ بندے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے واصل ہو جاتے ہیں اور دونوں عالم میں ناز و نعم کے ساتھ رکھے جاتے ہیں ان سے تمام تکالیف دور کر دی جاتی ہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ ان کا کفیل ہو جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیغمبر سے ارشاد فرمایا ہے کہ کہدیجئے اللہ میرا مددگار ہے جس نے قرآن کو نازل فرمایا اور صالحین کو دوست رکھتا ہے

وجہ نزول بلا

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین میں سے ایک گروہ کو جو اہل ولایت و معرفت میں سے ہوتے ہیں بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے مگر اس لئے کہ ان کو بلا کی وجہ سے سوال (دعا) کی جانب متوجہ کرے پھر جب وہ سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سوال کو پسند فرماتا ہے اور ان کے سوال کے بعد ان کے سوال کی قبولیت کو دوست رکھتا ہے تاکہ ان پر کامل طور پہ جود و کرم کی بارش فرمائے۔ کیونکہ مومن اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے تو جود و کرم خود اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعائے مومن کی استدعا کرتے ہیں۔

بندہ کو چاہئے کہ نزول بلا کے وقت ادب الہٰی کو ملحوظ رکھے۔ ترک اوامر و ارتکاب نواہی کے ظاہری و باطنی گناہوں کو سوچے! اس لئے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہ کے سبب بلا میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اگر وہ بلا دور ہو گئی تو مقصود حاصل ہو گیا۔ ورنہ چاہئے کہ دعا و تضرع اور عذر خواہی میں ہمیشہ مشغول رہے اسپر مداومت کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا ابتلا اسی لئے ہو کہ خدا سے سوال کرتا رہے۔ قبولیت دعا میں تاخیر ہونے پر ایسا نہ کرے کہ خدا پر تہمت لگائے جیسا ہم نے ذکر کیا بلکہ قبولیت دعا کا امیدوار رہے کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔

راحت کبریٰ اور جنت عالیہ

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رضا بالقضا طلب کرو۔ کہ

راحت کبریٰ۔ جنت عالیہ اور قرب الٰہی کا یہی باب عالی ہے۔ بندۂ مومن کے لئے یہی محبت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست بنا لیتا ہے دنیا و آخرت میں اس پر عذاب نہ فرمائے گا۔

رضا و فنا کیا ہے؛ خدا سے ملنا خدا کی طرف پہونچنا خدا کے ذکر سے آرام پانا ان نعمتوں کی تلاش میں مشغول مت ہو جاؤ۔ جو یا تو تمہارے لئے تقسیم ہی نہیں کی گئیں ہیں یا تقسیم کر دی گئی ہیں اور ان میں تمہارا حصّہ رکھ دیا گیا ہے اور اگر تمہارے لئے نہیں تقسیم کی گئیں تو ان کی تلاش میں مشغول ہونا حماقت، جہالت ہے جیسا اور عقوبات میں سے یہ بھی ایک سخت ترین عذاب ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ عذابوں میں سے سخت عذاب اس چیز کی طلب ہے جو تمہارے مقسوم میں نہیں ہے۔ اگر وہ نعمتیں تمہارے لئے ہیں بھی تو انکی تلاش و طلب میں مشغول ہو جانا سراسر لالچ و حرص ہے جو عبودیت و محبت اور حقیقت کے مرتبہ میں شرک ہے اس لئے کہ یہ ماسویٰ اللہ ہے اور اللہ کے ماسویٰ میں مشغول ہونا شرک ہے۔

اعمالِ صالحہ

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو بندہ اپنے مالکِ حقیقی سے سچائی و راستبازی اختیار کر کے تقویٰ و پرہیزگاری کو اختیار کرتا ہے وہ شب و روز اسکے ماسوا سے بیزار رہتا ہے۔ میرے دوستو! جو بات تمہارے اندر نہ ہو اس کا دعویٰ نکرو۔ خدا کو ایک جانو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ جس شخص کا راہ خدا میں کچھ تلف ہو جاتا ہے۔ خدائے کریم اس کا نعم البدل ضرور دیتا ہے۔ یاد رکھو دل کی کدورت نہیں جا سکتی تا وقتیکہ نفس کی کدورت نہ چلی جائے۔ جبتک نفس اصحاب کہف کے کتے کی مانند بابِ رضا پر نہ بیٹھ جائے اس وقت تک دل میں صفائی نہیں پیدا ہو سکتی اسوقت تمہیں یہ خطاب ملے گا۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف خوشی و رضا کے ساتھ" (پارہ عم) اسی وقت وہ بارگاہ قدس میں بھی باریاب ہوگا اور مقام اعلیٰ سے اُسے یہ پیغام سُنائی دینے لگا یَا عِبَادِیْ اَنْتَ لِیْ وَ اَنَا لَكَ۔ "اے میرے بندے تو میرے لئے ہے

اور میں تیرے لئے ہوں۔" جب اس حال میں مدت تک اسے قرب الٰہی حاصل رہے گا تو خاصان خدا میں شامل ہو جائے گا۔ خلیفۃ اللہ علی الارض کہلانے کا مستحق ہوگا اب یہ خدا کا امین ہوگا۔

خدائے تعالیٰ نے اسے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ ڈرانے معصیت میں ڈوبنے والوں کو غرق ہونے سے بچائے۔ گمراہی کے بیابانوں میں راہ حق سے گمشدہ لوگوں کو راہ حق پر لگائے۔ پھر اگر کسی مردہ دل پر اسکی نظر پڑ جاتی ہے تو وہ اسے زندہ کر دیتا ہے۔ اور اگر کسی گنہگار انسان پر اسکی توجہ ہوتی ہے تو اسے نصیحت کرتا ہے اور بدبخت کو نیک بخت بنا دیتا ہے۔

مقامِ فنا

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے تم خدا کو مدِ نظر رکھ کر مخلوقات سے صرفِ نظر کر لو۔ تو اسوقت تم علم الٰہی کے لائق ہو سکو گے۔ مخلوق سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اس سے تمہارا تعلق بالکل منقطع ہو جائے اسکے نفع سے امیدوار اور اسکے ضرر سے بیخوف ہو جاؤ اور خود اپنی ہستی اپنے نفس و خواہش سے منقطع ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ نفع حاصل کرنے اور ضرر دفع کرنے میں اسباب ظاہری سے نظر اٹھا لو اور سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کر دو اور سمجھ لو کہ جس ذات الٰہی نے اوّلاً ہم میں تمام امور کا تصرف کیا ہو وہی ہم میں اب بھی تصرف فرمانے والا ہے اپنے ارادہ سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ مشیت الٰہی کے سامنے تمہارا ارادہ کچھ بھی نہ ہو بلکہ اسی کا فعل تمہارے اندر جاری رہے تمہارے اعضا جس کے حکم سے خاموش ہوں اور دل مطمئن و خوش رہے ذرا بھی منقبض نہ ہو تمہارا باطن نور سے معمور اور تمام باتوں سے مستغنی رہے اور تم قدرتِ الٰہیہ کے ہاتھ میں آجاؤ جو کچھ بھی وہ تم پر اپنا تصرف کرے۔ زبان ازلی اس وقت تمہیں پکارے گی علم لدنی تمہیں حاصل ہوگا تم نورِ جمال الٰہی کا لباس پہن لوگے اور جب ارادۂ الٰہی کے سوا تمہارے اندر کچھ نہ رہے گا تو اس وقت تصرفات اور خرق عادات تمہاری طرف منسوب ہوں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر میں ہے ورنہ درحقیقت وہ فعل الٰہی ہوگا۔

اسوقت اپنے دل میں جب تم کوئی ارادہ پاؤ تو خدا کی عظمت و بزرگی کا خیال کرو اور اپنے وجود کو حقیر جانو۔ یہاں تک کہ تمہارے وجود پر قضائے الٰہی وارد ہو اس وقت تمہیں بقا حاصل ہوگی کیونکہ فنا حد ہے اور وہ یہ کہ صرف خدا تعالیٰ ہی باقی رہے۔ جیسا کہ خلق پیدا کرنے سے پہلے بھی وہی تنہا تھا یہی حالت فنا ہے جب تم خلق سے جُدا ہو جاؤ گے تو کہا جائیگا۔ رَحِمَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَحَیَّاكَ خدا تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے اور حقیقی زندگی نصیب ہو اور اسی وقت تمہیں حقیقی زندگی نصیب ہوگی۔

صداقت اور سچائی

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سچائی و راستبازی اختیار کرو۔ اگر

یہ دونوں صفتیں نہ ہوتیں تو کسی شخص کو بھی قرب الٰہی حاصل نہ ہوتا۔ اگر اخلاص و راستبازی کا عصائے موسوی تمہارے دل کے پتھر پر مار دیا جائے تو اس سے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں۔ عارف اسی اخلاص و سچائی کے بازو سے عالم کون و فساد کے قفس سے نکل کر فضائے نور قدس میں پہونچ سکتا ہے اور مقام اعلیٰ پر بیٹھ سکتا ہے۔ جس کسی کے دل پر بھی نور صدق و یقین ظاہر ہو جاتا ہے۔ عالم ملکوت میں فرشتے اس کا نام پکارتے ہیں۔ اور قیامت کے دن وہ صدیقین کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ یاد رکھو خواہشات نفسانی سے اجتناب کرنا آتش عشق کے شعلوں کو صاف کرتا ہے کہ اغیار کے قرب سے کسی طرح بھی لذت نہیں حاصل ہو سکتی وہ عاشقوں کے دل کی وحشت ہے جو انھیں محبت کے بیاباں میں لئے پھرتی ہے۔

یاد رکھو! راہ حق پر آنا صدق و سچائی کے بغیر ناممکن ہے اور جب عارف کی نظر عالی ہو جاتی ہے تو اسکے مقام سر پر تجلیات و انوار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

تنزیہ ربانی

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ ہم سے قریب و خالق کل ہے اس نے اپنی حکمت کاملہ سے تمام امور مقدر کر رکھے ہیں اس کا علم ساری چیزوں پر حاوی ہے اسکی رحمت سب پر عام ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ لوگ جھوٹے ہیں جو اسکی مخلوقات میں کسی کو بھی اس کے برابر سمجھتے ہیں کسی کو اس کا شریک جانتے ہیں یا کسی کو بھی اس کا شبیہ و نظیر ٹھیراتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ اللہ تعالےٰ ان تمام باتوں سے پاک و برتر و بالا ہے وہ مالک علے الاطلاق ہے۔ تمام عیوب سے مبرا ہے۔ سب پر غالب ہے۔ سب سے زیادہ حکمت والا ہے وہی تنہا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ وہ خود کسی کو پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کوئی بھی شئے اس جیسی نہیں ہے وہ سب کی سنتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے نہ اس کا کوئی معاون و مددگار ہے نہ کوئی وزیر و نائب ہے وہ کوئی شئے نہیں ہے جسے کوئی چھو سکے نہ جوہر ہے کہ جلا پائے اور نہ عرض ہے کہ فنا ہو جائے نہ ذی ترکیب و تالیف ہے نہ ذی ماہیت ہے کہ محدود ہو سکے نہ وہ طبائع میں سے کوئی طبیعت ہے نہ طلوع ہونیوالی چیزوں میں سے کوئی طالع چیز ہو تمام چیزیں اسکے علم میں حاضر ہیں وہ سب کو دیکھ رہا ہے وہی سب کا معبود ہے ہمیشہ سے زندہ ہے ہمیشہ زندہ رہے گا نہ اسے موت ہے نہ فنا ہے۔ وہ حاکم ہے۔ عادل ہے۔ بندوں کے عیب سے چشم پوشی کرنے والا ہے اور خالق و رازق ہے۔ اسی کی سلطنت ابدی ہے اسکی عظمت و جلالت الٰہی ہے نہ وہ کسی کے وہم و خیال میں آسکتا ہے اور نہ کسی کے وہم و خیال میں سما سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی حقیقت معلوم کرنے سے ساری دنیا عاجز ہے اور اذہان اسکی کنہ معلوم کرنے سے قاصر ہیں نہ وہ تشبیہ دیا جا سکتا ہے نہ کسی شئے کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے تمام سانسیں اسکے شمار میں ہیں اور سب کے اعمال و افعال اسکو گنتی میں ہیں وہ کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا وہ سب کو روزی دیتا ہے خود اسے روزی کی حاجت نہیں وہ جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس نے بلا کسی نظیر و مثال محض اپنے ارادہ سے یہ ساری مخلوق پیدا کی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرماتا ہے ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ بزرگ و برتر عرش والا ہے پس جو چاہتا ہے کرتا ہے جو کچھ اس نے مقدر کر دیا ہے وقت معینہ پر اسے جاری فرماتا ہے۔ اس کی تدبیر مملکت میں کوئی اس کا معین و مددگار نہیں وہ عالم الغیب ہے۔ قادر مطلق ہے اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں وہ مدبر ہے اس کا کوئی ارادہ ناقص نہیں ہے وہ یاد رکھتا ہے بھولتا نہیں۔

تخلیق انسانی

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں سبحان اللہ اس خالق کون و مکاں نے انسان کو کس عمدہ اور بہترین صورت میں پیدا کیا اس ضعیف البنیان کے وجود میں اپنی کیا کیا حکمتیں دکھلائیں۔ اگر انسان میں اپنی خواہشوں کی پیروی کرنے کی عادت نہ ہو تو وہ اپنی فضیلت کی وجہ سے بہت ہی اکمل و اعلیٰ ہے۔ اگر انسان میں کثافت طبعی نہ ہوتی تو وہ ایک ایسا خزانہ ہے جس میں اسرار و عجائب اور جمیع اصناف کمالات ودیعت کئے گئے ہیں اس کا وجود ایک مکان ہے جو نور و ظلمت دونوں سے بھرا ہوا ہے۔ فرشتوں پر اسکی فضیلت نے اسے لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کا لباس پہنایا ہے اس کے جسم کا صدف روحانی موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔ وجود کے دریا میں علم کی کشتیاں لدی ہوئی ہیں اور وہ کشتیاں ہوائے روح کے ذریعہ ریاضت و مجاہدہ کیطرف جاری ہیں۔ اس کے میدان وجود میں سلطان عقل سلطان نفس کے اوپر کھڑا ہوا ہے اور دونوں لشکر فضائے صدر میں بڑی جواں مردی سے ایک دوسرے کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ سلطان نفس کے لشکر کا سردار شیطان ہے۔ اور سلطان عقل کے لشکر کا سردار روح ہے۔ ان دونوں لشکروں کی تیاری کے بعد حکم الٰہی کے مؤذن نے پکار کر کہہ دیا ہے۔ اے

لشکرِ الٰہی کے جوانمردو آگے بڑھو اور اے لشکر سلطانِ نفس کے بہادر سامنے آؤ پھر لڑائی شروع کردو یہ حکم الٰہی صادر ہونے کے بعد دونوں لشکر لڑنے لگتے ہیں اور جانبین سے ایک دوسرے پر فتح پانے کی غرض سے طرح طرح کے مکر و حیلے کئے جاتے ہیں۔ اسی وقت توفیق الٰہی بھی زبان حال سے پکار کر دونوں لشکروں سے کہلا دیتی ہے کہ میں جسکی مدد کروں گی۔ فتح کا میدان اسی کے ہاتھ ہوگا اور دنیا و آخرت میں وہی سعید کہلائے گا۔

مسلمانو! عقل کی پیروی کرو تاکہ تمھیں سعادت ابدی حاصل ہو۔ نفس کی پیروی کو چھوڑ دو اور قدرتِ الٰہی پر غور کرو۔ کہ جسم کے ساتھ روح جو سماوی اور عالم شہود سے آئی ہے یکجا کر دیا ہے۔ تمھیں ایسی زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ روح کا یہ طائر لطیف عنایت الٰہی کے بازوؤں سے اڑتا ہوا جسم کے پنجرۂ کثیف کو چھوڑ کر شجرۂ حضرت القدس میں اپنا آشیانہ بنالے اور تقربِ الٰہی کی شاخوں پر بیٹھ کر لسانِ شوق سے چہچہائے۔ معارف کے میدان سے جواہراتِ حقائق چنے اور جسم کو ظلمت وجود میں پڑا رہنے دے پھر جسم خاکی فنا ہو جائے گا اور اسرار قلب ظاہر ہونے لگیں گے اگر توفیق الٰہی ایک لمحہ بھی تمھارے شامل حال ہو جائے تو اسکی ایک نظر توجہ ہی تمھیں مقام عرش تک پہونچا دے اور تمھارے دل میں حقائق علوم بھر کر اسے اسرارِ معرفت کا خزانہ بنادے، اسوقت تمھیں دل کی آنکھوں سے جمال ازل نظر آئے گا۔

اسمِ اعظم

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے فرمایا ہے اسم اللہ ہی اسم اعظم ہے۔ مگر اس کا اثر اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں بجز اللہ کے اور کچھ نہ ہو۔ عارف کی بسم اللہ بمنزلۂ حکم کُن کے ہے۔ اللہ تعالےٰ جب کسی شئے کو موجود کرنا چاہتا ہے تو اس کی نسبت فرماتا ہے کُن (ہو جا) بس وہ موجود ہو جاتی ہے۔ یہی حال عارف کی بسم اللہ کا ہے

اللہ وہ کلمہ ہے جو ہر مہم کو آسان اور ہر غم کو دور کر دیتا ہے یہ وہ کلمہ ہے جو زہر کے اثر کو بھی زائل کر دیتا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کا نور عام ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے۔ اللہ مظہر العجائب ہے اللہ کی سلطنت تمام سلطنتوں سے زبردست ہے۔ اللہ تمام بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے دلی بھید سے واقف ہے۔ اللہ تمام سرکشوں کو پست کرنیوالا تمام زبردستوں کو توڑنے والا ہے۔ اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے جو اللہ کا ہے وہ اللہ کی حفاظت میں ہے جو اللہ کو دوست رکھتا ہے وہ غیر اللہ کو دوست نہیں رکھتا جو اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے وہ اس تک پہونچ جاتا ہے اور اسکے سایۂ رحمت میں زندگی بسر کرتا ہے جو اللہ کا مشتاق ہوتا ہے وہ اللہ کے ساتھ انس رکھتا ہے جو اغیار کو چھوڑ دیتا ہے اسکے اوقات خدا کے ساتھ گذرتے ہیں وہ خدا ہی کے در پر اسی سے التجا کرتا ہے خدائے تعالےٰ سے بھاگنے والو اب بھی خدا کی طرف آؤ۔ تم اس کا نام اسکی عظمت اس سرائے فانی میں سن رہے ہو تو عالم باقی میں اسکے جمال کا کیا حال ہوگا۔ دار المحنت میں تمھارے لئے یہ سب کچھ ہے تو دار النعمت میں کیا کچھ نہ ہوگا؟ خدا کا نام لو اور اس کے در پر آکر اسے پکارو اور جب حجاب اٹھ جائے تو دیکھو گے کہ تم مشاہدہ میں رہو گے اور وصال کے دریا تمھارے اوپر سے بہہ رہے ہونگے۔

عِلم اور عمل

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ پہلے علم حاصل کرو پھر گوشہ نشین بنو۔ جو علم دین کے بغیر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے اسکے جملہ کام بجائے سُدھرنیکے زیادہ بگڑ جاتے ہیں پہلے اپنے ساتھ شریعت الٰہی کا چراغ لے لو پھر عبادت الٰہی کرو۔ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے خدا تعالےٰ اسکے علم کو وسیع کر دیتا ہے اور اسے علم لدنی عطا فرماتا ہے تم اسباب اور تمام مخلوق منقطع ہو جاؤ اللہ تعالےٰ تمھارے دلوں کو مضبوط کرے گا۔ عبادت و پرہیزگاری کیطرف دل میں میلان پیدا ہو جائیگا ماسوا اللہ سے جدا رہو اور اپنی رُوح کے چراغ گل ہونے سے ڈرتے رہو۔ خدائے تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ چالیس دن اگر تم اس کی یاد میں بیٹھے رہے تو تمھارے دل سے زبان کی راہ حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں گے۔ اور تمھارا دل اسوقت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آتش محبت الٰہی میں دہکنے لگے گا۔ آتش محبت دیکھ کر تمھارا نفس تمھاری خواہش، تمھارا شیطان، تمھاری طبیعت تمھارے اسباب کہنے لگیں گے ٹھہر جاؤ میں نے آگ دیکھی ہے اور مقام ستر سے ندا ہوگی میں ہوں تیرا رب تو میرے غیر سے تعلق نہ رکھ مجھے پہچان لے اور ماسوا کو بھول جا مجھ ہی سے علاقہ رکھ اور سب سے علاقہ توڑ دے۔ میرا ہی طالب بنا رہ اور باقی سب سے اعراض کرلے۔ میرے علم سے میرا تقرب حاصل کر۔ پھر جب بقا تمام ہو جائے گی۔ تو تمھیں بہت کچھ حاصل ہوگا۔ اور جو کچھ حاصل ہوگا الہام ہوگا۔ حجابات اٹھ جائینگے کدورت دور ہو جائیگی۔ نفس بھی ساکن ہو جائیگا اور الطاف کریمانہ ہونے لگیں گے اور تم سے خطاب ہوگا اے قلب فرعون نفس و خواہش شیطان کے پاس جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ۔ میں انھیں ہدایت کروں گا اور ان سے کہنا تم میری پیروی کرو۔ میں تمھیں نیک راہ دکھلاؤں گا۔

اتباعِ سُنّت

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ سنت کی پیروی کرو۔ دین الہٰی میں گمراہی والی بدعت نہ نکالو۔ خدا اور اسکے رسول کے ہر قول پر عمل کرو۔ خدا کو ایک جانو اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ، خدا کو جملہ عیوب ونقائص سے پاک جانو اسکے اوپر کسی قسم کی تہمت نہ لگاؤ دین اسلام کو سچا دین جانو اس میں کوئی شک نہ کرو۔ مصیبتوں میں صبر کرو۔ بے صبری کی راہ نہ اختیار کرو۔ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو۔ بھاگو مت خدا کا فضل مانگو اور مانگنے میں غمناک نہ ہو اپنے مطلب کے پورا ہونے کا انتظار کرو۔ امیدوار ہو، ناامید نہ ہو۔ ایک دوسرے کے بھائی بنو۔ آپسی دشمنی نہ رکھو۔ اکٹھے ہو تو آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ باہمی محبت پیدا کرو۔ ایک دوسرے کو اپنی خواہشات کی بنا پر دشمن نہ بناؤ۔

گناہوں سے پاک رہو۔ معصیت سے آلودہ نہ ہو۔ اپنے رب کی طاعت کے ساتھ زینت وآراستگی حاصل کرو۔ اور توبہ کرنے میں تاخیر نہ کرو۔

ترکِ دُنیا کا غلط مفہوم

الفاظ کے سر پر اڑتے نہیں معنی الفاظ کے سینے میں اتر کر دیکھو کا عجیب عالم ہے لوگ معنی سے زیادہ ظاہری الفاظ اور مغز سے زیادہ چھلکے یا بالفاظ دگر حقیقت سے زیادہ خیال کے پرستار ہیں بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو حقیقت شناس ونکتہ رس دماغ کے مالک اور صاحب نظر مستقیم ہوں۔ اگر حقیقت بینی ونکتہ رسی عادت بن جاتی تو علم وعمل کی اس پستی سے ہرگز انھیں دوچار نہ ہونا پڑتا اور کبھی بھی ذلت ورسوائی نہ ہوتی۔ ہماری جملہ کمزوریوں اور پستیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم حقیقت میں مزاج اسلام سے ناآشنا ہیں خود اپنی کم فہمی غلط روی جہل وغفلت شعاری کی وجہ سے اسلام کو بازیچۂ اطفال بنا ڈالا ہے اسلام کے اندر منجملہ ان عقائد کے جو مسلمانوں کی غفلت وجہالت کا تختۂ مشق بنے ایک عقیدہ ترک دنیا کا بھی ہے بالعموم ترک دنیا کا یہ مفہوم تصور کیا جاتا ہے کہ انسان جائز لذتوں اور خواہشوں کو چھوڑ کر دنیا سے قطعی علیحدہ ہو جائے اور دنیا کی ہر شئے سے اپنا تعلق ختم کر دے نام نہاد صوفیا واعظین نے ترک دنیا کا مفہوم سمجھے بغیر ہی ترک دنیا کی تعلیم اور وعظ شروع کر دیا جسکے نتیجہ میں سطحی نظر رکھنے والوں کی نظر میں اسی کو بزرگ ولی سمجھا جانے لگا جو معاملات دنیا سے علیحدگی اختیار کرلے اور ہر لمحہ تسبیح کے دانے پھرا تا رہے اور شادی بیاہ خاندان وبرادری سے کوئی رابطہ نہ رکھے لیکن اگر ترک دنیا کا یہی معنی ہے تو اس معیار پر بڑے بڑے صوفیا بھی ولی نہیں ثابت کئے جا سکتے۔ اور تو اور ہیں خود معلّم کائنات بانئ اسلام صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن کا ہر قول وفعل مسلمانوں کے لئے مکمل قانون اور نمونۂ عمل ہے آپکے دامن کرم کے سایہ میں تو گیارہ بیویاں تھیں اور دنیا کے بہت سے امور ومعاملات سے بھی آپکا تعلق رہا۔

ترکِ دُنیا کا صحیح مفہوم

زہد وترک دنیا کی وہ تعلیم جو اسلام نے دی ہے اور تمام صوفیا کرام میں پائی جاتی ہے اس میں دنیا سے مراد دنیا کے تعلقات کا منقطع کر دینا نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ چیز میں مراد ہیں جو خدا سے غافل کر دیں اور اگر کسی ولی نے غلبۂ حال کے سبب دنیا کو ترک کر دیا ہے تو یہ اسکی خدا طلبی کا کمال ہے۔ لیکن یہ فعل دوسروں کے لئے دلیل یا قانون نہیں ہے دراصل زہد اور ترک دنیا سے مقصود یہ ہے کہ سالک اپنے دل سے ماسوئ اللہ کی محبت نکال دے اور نفس سرکش کو مغلوب کر لیا جائے۔ اگر دنیوی تعلقات رکھتے ہوئے یہ صفت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس سے بڑھ کر کمال اور کیا ہو سکتا ہے؟ بجائے اسکے کہ دنیوی تعلقات کو ختم کر کے منزل سلوک طے کیجائے اس سے بدرجہا بہتر اور کمال یہ ہے کہ دنیوی تعلقات کو قائم رکھتے ہوئے معبود حقیقی کا قرب وصال حاصل کیا جائے اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ترک دنیا میں حقیقت ومعرفت کا وہ راز پنہاں ہے جو روحانی زندگی کا قیمتی جوہر ہے۔ یہ امر مسلّم ہے کہ دنیا اور دین کی ہر کامیابی کا راز نفس کُشی میں مضمر ہے آرزومندی اور خواہشات ہی انسان کو دنیا میں ذلیل وخوار کرتی ہیں۔ مطالب دین کے حصول میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں اور دنیا کو ہزار ہا پریشانیوں اور رنج والم کا گہوارہ بنا دیتی ہیں۔ دنیا کی جس چیز کی طرف آپ کا دل راغب ہو اور اس رغبت کو آپ اپنے دلمیں جگہ دے لیں تو بس یہی ناکامی کی بنیاد بن جاتی ہے کیونکہ جب اپنی محبوب چیز یا مطلوب ذات نہیں ملتی یا مل کر جدائی اختیار کر لیتی ہے تو دل میں غم والم کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں لیکن بخلاف اسکے جس چیز کی آرزو ہو اور اس سے استغنا برتا جائے تو دنیا میں کسی قسم کے رنج وغم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اسکے سامنے ہفت اقلیم کی شہنشاہی کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ جہاد نفس اور ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ آپکو بھوک لگے مگر کھانا نہ کھائیں۔ پیاس معلوم ہو اور پانی نہ پیئیں۔ سردی لگے مگر کپڑے نہ پہنیں نکاح کی طاقت وخواہش ہوتے ہوئے شادی نہ کریں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس دنیا میں قناعت صبر وشکر اور تحمل وبرداشت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

امام احمد رضا کی خدماتِ جلیلہ

پروفیسر محمد مسعود احمد

باسمہٖ تعالیٰ

(۱)

(۱)

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے ــــ نشیب و فراز آتے رہتے ہیں ــــ کبھی اُجالا کبھی اندھیرا ــــ کبھی اندھیرا کبھی اُجالا ــــ زمین پر بسنے والے جب نور کو ترستے ہیں ــــ ظلمت کے پردے اُٹھتے چلے جاتے ہیں ــــ مٹے مٹے نقوش اُبھرتے چلے آتے ہیں ــــ روشنیاں پھیلتی چلی جاتی ہیں ــــ ہر طرف اُجالا ہی اُجالا نظر آتا ہے ــــ راستہ صاف ہو جاتا ــــ نظروں سے اوجھل منزل، نظروں کے سامنے آنے لگتی ہے ــــ ڈگمگاتے ہوئے قدم، جمنے لگتے ہیں ــــ پست حوصلے، بلند ہونے لگتے ہیں ــــ قافلہ والے دھیرے دھیرے جمع ہونے لگتے ہیں ــــ پھر وہی کوس رحیل ــــ پھر وہی بانگ درا ــــ پھر وہی دھوم دھام کہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ!

ایک صدی گزرتی نہیں کہ غبار چھانے لگتا ہے ــــ زمانے کا عمل جس طرح اجسام کو متاثر کرتا ہے ــــ افکار کو بھی متاثر کرتا ہے ــــ افراد کے احوال بدلتے رہتے ہیں ــــ افکار کی چمک دمک ماند پڑنے لگتی ہے ــــ ملت کا حال دگرگوں ہونے لگتا ہے ــــ تو پھر وہ چمکانے والا، چمکانے والوں کو بھیجتا ہے جو اندھیروں میں اُجالا کرتے ہیں ــــ رسولوں اور نبیوں کا سلسلہ تو بند ہو گیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آچکے ــــ ہاں مگر مجدد آتے رہیں گے ــــ اندھیروں میں اُجالا کرتے رہیں گے ــــ احوال بدلتے رہیں گے ــــ انقلاب لاتے رہیں گے ــــ آتے رہیں گے جاتے رہیں گے ــــ جاتے رہیں گے آتے رہیں گے ــــ زندگی کی طرح رواں دواں رہیں گے۔

(۲)

اوائل چودھویں صدی ہجری میں مسلمانانِ پاک و ہند کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور تمدنی حالات دگرگوں تھے ــــ نئے نئے خیالات، نئے نئے تصورات، نئے نئے نظریات سامنے آرہے تھے ــــ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں ــــ کوئی کہہ رہا تھا نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو یہ اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں غرق ہو جانے سے بدرجہا بُرا ہے ــــ کوئی کہہ رہا تھا جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ــــ کوئی کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی کے برابر ہیں اور آپ کی ایسی عزت کی جانی چاہئے جیسے بڑے بھائی کی کی جاتی ہے ــــ کوئی کہہ رہا تھا خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب میں آخری نبی ہیں ــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے ــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلوں کو منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا ناجائز ہے خواہ یہ محفلیں شریعت کے مطابق ہوں یا نہ ہوں، ــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے ایسا علم تو بچوں، دیوانوں جانوروں، درندوں سب کو حاصل ہے ــــ

کسی نے قرآن پر اعتراض کیا ــــ کسی نے حدیث پر اعتراض کیا ــــ کسی نے ائمۂ دین پر اعتراض کیا ــــ کسی نے سلف صالحین پر اعتراض کیا ــــ کسی نے صوفیائے کرام پر اعتراض کیا ــــ کسی نے علمائے حق پر اعتراض کیا ــــ اور دل کی وہ زمین جہاں کبھی ایمان و یقین بسا کرتے تھے، اب وہاں شکوک و شبہات بسیرا کرنے لگے ــــ یہ تھا اوائل چودھویں صدی کا مذہبی ماحول ــــ

سیاسی ماحول یہ تھا ــــ اول اول یہ تحریک چلائی کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے قریب لایا جائے ــــ پھر تحریک چلی کہ ہندو بھائیوں کی خاطر گائے کی قربانی ترک کر دی جائے ــــ اور اس طرح پاک و ہند سے اسلامی شعار مٹانے کی کوشش کی گئی ــــ ایک تحریک اس کے خلاف چلی، اور مسلمانوں کی ترکی ٹوپیاں نذر آتش کر دی گئیں یہ کہہ کر ان کا کپڑا اٹلی سے آتا تھا ــــ ایک تحریک چلی کہ جنگ عظیم میں انگریز فوجوں کے ساتھ لڑنے کے لئے عربوں اور ترکوں کے خلاف، پاک و ہند کے مسلمان فوجیوں کو بھیجا جائے، اس طرح ہزاروں مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے ــــ یہ سارا خون خرابہ اس امید پر کرایا گیا کہ ہندوستان کو خون شہداء کے عوض آزادی ملے گی مگر وہ اس وقت نہ ملنا تھی، نہ ملی ــــ پھر تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات چلائی گئی اور اس کے پردے میں ہندوستان کی آزادی کا خواب دیکھا گیا اور مسلمانوں کو بے دست و پا کیا گیا ــــ مسلمانوں کے پاس پہلے ہی کیا تھا ــــ جو کچھ تھا وہ اس بہانے لینے کی کوشش کی گئی ــــ

سی برس بہیں کیا ـــــ تحریک ہجرت چلاکر مسلمانوں کو ان کی زمینوں اور جائدادوں سے محروم کیا گیا ـــــ تحریک کھدر چلاکر ایک طرف مسلمان پارچہ بافوں کی کمر توڑ دی گئی اور دوسری طرف کھدر کی گاندھی کیپ تیار کرکے صافوں اور ترکی ٹوپیوں کی جگہ پہنائی گئی ـــــ اس طرح پاک و ہند سے اسلام کی نشانیاں مٹانے کی کوشش کی گئی ـــــ تحریک ترک موالات چلاکر قصابوں کا کاروبار سرد کیا گیا اور مسلمانوں کو سنت انبیاء سے محروم کیا گیا ـــــ الغرض ہر تحریک مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی طور پر کمزور کرتی چلی گئی اور مسلمان اپنی سادہ لوحی یا کوتاہ اندیشی کی بنا پر ان تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور انجام سے بے خبر رہے ـــــ انجام کی جب خبر ہوئی جب تباہی نے آگھیرا بلکہ بعض لوگوں کو اس وقت بھی احساس نہ ہوا ـــــ اللہ اللہ بے حسی سی بے حسی تھی

دین اسلام کے لالے پڑ رہے تھے ـــــ شعائر دین پر دھاوے بولے جا رہے تھے ـــــ مسلمانوں کو بے دست و پا کیا جا رہا تھا ـــــ اسلام کی مستی ختم ہو رہی تھی ـــــ وطن پرستی کا جنون بڑھ رہا تھا ـــــ مسلمان ہونا باعث فخر نہ رہا تھا ـــــ ہندوستانی ہونے پر فخر کیا جا رہا تھا ـــــ اللہ اور اللہ والوں کی محبت پیچھے جا رہی تھی ـــــ زمین اور اہل زمین کی محبت آگے بڑھ رہی تھی ـــــ یہ تھا اس زمانے کا سیاسی احول۔

اور معاشی حالات یہ تھے ـــــ تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، ملازمت میں مسلمان پیچھے جا رہے تھے ـــــ ان کی جائدادیں اور زمینیں اوروں کے پاس رہن تھیں ـــــ وہ سود در سود کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے ـــــ مقدمہ بازی کا وہ ذوق و شوق کہ گھر کا سارا اثاثہ لٹا کر قلاش ہو گئے، پیسے پیسے کے محتاج ہو گئے تو کوئی پرواہ نہیں ـــــ سیر و تفریح اور کھیل کود کا یہ چسکا کہ آن کی آن میں خون پسینے کی کمائی داؤ پر لگا دی ـــــ اخلاقی حالات اس سے بھی گئے گذرے تھے ـــــ الغرض مسلمان معاشی طور پر ہندوؤں، انگریزوں اور خود اپنے نفس کے ہاتھوں گرفتار تھے ـــــ اور مستقبل میں ترقی و خوشحالی کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔

تہذیبی اور تمدنی حالات بھی اچھے نہ تھے ـــــ مسلمانوں کو انگریزی تہذیب و تمدن کا دلدادہ بنایا جا رہا تھا ـــــ انگریزی تہذیب کی ایک ایک ادا کو دل نشین کیا جا رہا تھا ـــــ یہ زہر ایسا پھیلایا کہ آج تک اس سے چھٹکارا نہ مل سکا ـــــ اُدھر کچھ ہندو اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیں۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے ایک بھرپور تحریک چلائی جس نے پاک و ہند کے درو مندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ـــــ مسلمانوں کو مرتد بنایا گیا ـــــ ہندو تہذیب کا رنگ اُن پر چڑھایا گیا

آج سے ایک صدی قبل یہ دگرگوں حالات تھے ـــــ ظلمت پر ظلمت چھا رہی تھی ـــــ اُجالے کو لوگ ترس رہے تھے ـــــ رحمت باری کو جوش آیا اور پھر وہ آیا جس نے اندھیروں میں اُجالا کیا ـــــ صراط مستقیم کا پتا بتلایا ـــــ ہاتھ پکڑ پکڑ کر راستے پر لگایا ـــــ ہدایت پر ایسا حریص کہ گمراہوں کی گمراہی پر بلبلاتا اور تڑپتا ـــــ وہ دل سے چاہتا تھا کہ چاروں طرف اسلام کا بول بالا ہو ـــــ وہ اسلام کا شیدائی تھا ـــــ وہ اسلام کا فدائی تھا ـــــ وہ اسلام کا متوالا تھا ـــــ کون؟ ـــــ احمد رضا خاں بریلوی!

(۳)

(۱)

احمد رضا عالم اسلام کا جلیل القدر عالم تھا ـــــ عارف تھا ـــــ ایک عبقری تھا ـــــ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا ـــــ اس نے قرآن مجید کا بے ساختہ اور با محاورہ اردو ترجمہ کیا ـــــ اور تفسیر لکھنی شروع کی تو سورۂ والضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۶۰۰ صفحات سے تجاوز کر گئی ـــــ وہ زندگی بھر بھی تفسیر لکھتا تو زندگی ختم ہو جاتی مگر تفسیر ختم نہ ہوتی ـــــ وہ علوم اسلامیہ کا بحر بیکراں تھا ـــــ جس سمت چلتا، چلتا چلا جاتا ـــــ احادیث پر مہارت و عبور کا یہ عالم تھا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علما، اس کو "امام المحدثین" کے خطاب جلیل سے نواز رہے ہیں ـــــ فقہ میں تبحر کی یہ کیفیت کہ جب ایک مکی عالم نے عربی فتویٰ مطالعہ کیا تو بے ساختہ پکار اُٹھا "یہ فتوی امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور اس کے مصنف کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے ـــــ

اور جب ریاض یونیورسٹی کی کلیۃ الشریعۃ کے پروفیسر نے ایک عربی فتویٰ دیکھا تو وہ پھڑک اُٹھا اور اس ایک فتوے سے اس نے اندازہ لگایا کہ مفتی کتنا جلیل القدر فقیہ ہے ـــــ احمد رضا کی فقاہت کا عالم اسلام میں جواب نہ تھا ـــــ اس کے مخالف بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے رہے ـــــ علماء عرب نے اس کے سامنے استفتاء پیش کئے اور اس نے لاجواب جواب دیئے ـــــ اس کی فقاہت پر ہندوستان کی پٹنہ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے ـــــ لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے پروفیسر اس کے فتوے مطالعہ کر رہے ہیں ـــــ

(۲)

فقہ میں اس کے تبحر کا سکہ پاک و ہند کی عدالتوں کے ججوں پر بھی بیٹھا ہوا تھا ـــــ بہاولپور ہائی کورٹ کے جج سے جب ایک فیصلہ نہ ہو سکا تو اس نے حکم دیا کہ مقدمہ فیصلے کیلئے احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے ـــــ مقدمہ استفتا کی صورت میں پیش کیا گیا ـــــ اور احمد رضا نے ایسا فاضلانہ جواب دیا جس نے ججوں کو حیرت میں ڈال دیا ـــــ یہ فتوے فتاوی رضویہ کی گیارویں جلد میں آج بھی موجود ہے ـــــ بمبئی ہائی کورٹ کا مشہور پارسی جج پروفیسر ڈی۔ ایف مُلّا احمد رضا کی فقاہت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے ـــــ پاک و ہند میں فقہ میں دو نادر روزگار کتابیں لکھی گئیں ـــــ ایک فتاویٰ عالمگیری اور دوسری فتاویٰ رضویہ ـــــ یہ پاک و ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے ججوں کے احساسات اور تاثرات ہیں ـــــ احمد رضا کی حیات اور فکر کا ہر پہلو اس لائق ہے کہ اس پر تحقیق و ریسرچ کی جائے ـــــ بلاشبہ وہ بجائے خود ایک جہاں تھا ـــــ

قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ، توقیت و فرائض تو اس کے خاص میدان تھے مگر وہ پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں دسترس رکھتا تھا ـــــ یہی نہیں بلکہ ہر علم و فن میں وہ اپنی یادگاریں چھوڑ کر گیا ہے جن پر کام کرنا فرد واحد کے بس کی بات نہیں ـــــ ایک اکیڈمی کا کام ہے ـــــ راقم کے ذاتی کتب خانے میں تیس سے زیادہ علوم و فنون پر احمد رضا کے ایک سو سے زیادہ مخطوطات کے عکس موجود ہیں ـــــ مطبوعات اس کے علاوہ ہیں جن کی تعداد بھی ایک سو سے کم نہ ہوگی ـــــ ان میں بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ اہل علم دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں اور خود کو عاجز و درماندہ پاتے ہیں ـــــ اور وہ جو کبھی احمد رضا کو جاہل و کم علم کہتے تھے، ان نوادرات کو دیکھتے ہیں تو دم بخود رہ جاتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ احمد رضا کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا تھا، سراسر جھوٹ تھا ـــــ اللہ اللہ یہ نوادرات وہ ہیں جنھوں نے جاہل تو جاہل عالموں کو بھی اعتراف جہل پر مجبور کر دیا ـــــ اللہ اکبر! احمد رضا کے علم و فضل کی بلندیاں تو دیکھئے کہ علماء ا[illegible] سرنگوں ہیں ـــــ احمد رضا کی شخصیت کا ایک پہلو نہیں، بیسوں پہلو ہیں ـــــ [illegible] سے ایک تابناک ـــــ راقم نے احمد رضا کی بسیط سوانح کا خاکہ مرتب کیا تھا جو ۱۹۸۲ء میں کراچی سے شائع ہو گیا ـــــ اس میں احمد رضا کی سوانح کو پندرہ جلدوں میں سمیٹنے کی

کوشش کی گئی ہے ـــــ جس کی شخصیت پندرہ جلدوں میں بھی نہ سمائے، اس کی وسعت کا اندازہ کیا جائے ـــــ

(۳)

احمد رضا موحد تھا ـــــ اس کے خیال میں توحید یہ نہیں کہ محبوبان خدا سے پیٹھ پھیر کر اللہ کے آگے سر نیاز خم کیا جائے ـــــ اس کے نزدیک مقام محبوبیت محبوبان خدا غیر نہیں ـــــ ابلیس اس نکتہ کو نہ سمجھا اور مارا گیا ـــــ اگر اللہ کو ایک ماننا اور صرف صرف اس کے آگے جھکنا توحید کا حقیقی مفہوم ہوتا تو ابلیس نہ مارا جاتا بلکہ اس کو انعام سے نوازا جاتا ـــــ اور سب سے بڑا موحد تصور کیا جاتا ـــــ تحقیر و تذلیل آدم پر وہ مردود ٹھہرا اور مقام عظمت سے گرا کر ذلت و خواری کی پستیوں میں ڈھکیل دیا گیا ـــــ احمد رضا کے خیال میں توحید یہ ہے کہ محبوبان خدا کی محبتوں اور عظمتوں سے دل کو آباد کر کے پھر اللہ کے آگے جھکایا جائے کہ ویران دل جھکنے کے قابل ہی نہیں ـــــ

احمد رضا کے فکر و شعور پر "اللہ ہی اللہ" چھایا ہوا تھا ـــــ وہ فکر و حیات کے ہر گوشے میں اللہ کی جلوہ گری دیکھنا چاہتا تھا ـــــ طبیعیات، فلکیات، سیاسیات، معاشیات غرض علم کی ہر شاخ اسی ایک اصل سے پھوٹ رہی ہے تو پھر اس کا ذکر کیوں نہ ہو؟ ـــــ ہمارے صفحات اس کے ذکر سے خالی کیوں ہیں؟ ـــــ ہم نے اس کو کیوں بھلا دیا ـــــ جس نے زندگی دی جس نے علم دیا ـــــ جس نے بولنا سکھایا ـــــ جس نے قلم پکڑنا بتایا ـــــ جس نے قلم چلانا سکھایا ـــــ جس کے احسان سے انسان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا ـــــ پھر ایسا احسان فراموش کیوں ہو گیا کہ اپنے منعم کو بھول گیا اور یہ سمجھ بیٹھا کہ سب کچھ خود ہی ہو رہا ہے ـــــ طبیعیات میں خدا کا ذکر ـــــ نہ کیمیا میں اللہ کا ذکر ـــــ نہ نباتیات میں اللہ کا ذکر ـــــ نہ حیاتیات میں اللہ کا ذکر ـــــ نہ معاشیات میں اللہ کا ذکر ـــــ احمد رضا کا کہنا تھا کہ کوئی علم و فن اس کے ذکر سے خالی نہ ہونا چاہئے ـــــ یہ ایک ایسا انقلابی خیال تھا کہ اگر اس پر عمل کیا جاتا تو دل و دماغ اس طرح ویران نہ ہوتے جس طرح آج ویران ہیں ـــــ احمد رضا کا اصرار تھا کہ ہر کتاب میں اس کا ذکر ہونا چاہئے تاکہ پڑھنے والا شعور بندگی لے کر ابھرے ـــــ جس کو بندگی کا شعور آگیا، اسے زندگی کا شعور آگیا ـــــ جو بندگی سے بے خبر ہیں وہ خود زندگی سے بے خبر ہیں ـــــ اور ہاں احمد رضا نے ہر علم و فن میں لکھا لیکن کہیں اپنے آقا و مولی کو فراموش نہ کیا ـــــ جو کچھ کہا، کر دکھایا اور آنے والوں کو سبق دے گیا ـــــ

اللہ کے تصور اور اللہ کی یاد نے اسے ایسا مخلص بنا دیا تھا کہ اس کے اخلاص کو دیکھ دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کا اخلاص یاد آتا تھا ـــــ بلکہ اسے دیکھ دیکھ کر خدا یاد آتا تھا ـــــ اس کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ ایسے ایسے فتوے لکھے، ایسے ایسے رسالے اور کتابیں لکھیں جن کے سامنے دور جدید کے اعلی تحقیقی مقالات ہیچ نظر آتے ہیں مگر ایک پائی نہ لی ـــــ تقریریں کیں مگر ایک پیسہ نہ لیا ـــــ تعویذات دیئے مگر ایک کوڑی نہ لی ـــــ وہ اخلاص کا پیکر تھا اس نے جو کچھ کیا اللہ کے لئے کیا ـــــ جو کچھ کہا اللہ کے لئے کہا ـــــ اس کی دوستی بھی اللہ کے لئے تھی اور اس کی دشمنی بھی اللہ کے لئے ـــــ اس نے کبھی نماز باجماعت ترک نہ کی ـــــ سفر و حضر میں اس نے نماز باجماعت کا اہتمام رکھا ـــــ مرض الموت میں بھی اس کو نماز یاد رہی ـــــ سکرات میں بھی وہ اللہ کو یاد کرتا رہا ـــــ اور یاد کرتے کرتے جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی ـــــ

(۴)

یہی اللہ کی محبت تھی جس نے اس کو اللہ کے محبوب کا شیدائی بنا دیا ـــــ وہ محبت مصطفے اور عشق رسول کو مسلمانوں کی ملی زندگی میں بنیادی حیثیت دیتا ہے ـــــ قومیں عشق ہی سے زندہ رہتی ہیں ـــــ ملت مسلمہ بھی عشق ہی سے زندہ ہوئی ـــــ عشق ہی سے زندہ رہی ـــــ عشق ہی سے زندہ رہے گی ـــــ عشق جتنا محکم ہوگا، زندگی اتنی پائندہ ہوگی ـــــ احمد رضا محبت کی موت کو ملت کی موت سمجھتا تھا اس لئے اس نے محبت کی خاطر ملک گیر تحریک چلائی ـــــ دلوں کو مرنے نہ دیا ـــــ زندہ رکھا ـــــ اس کو معلوم تھا عشق و محبت نے صحابہ کو سرفراز کیا ـــــ وہ عشق مصطفے کے ساتھ ساتھ علم مصطفے کا بھی پرچارک تھا ـــــ اس کا کہنا تھا کہ دنیا جہان کے علوم قرآن میں ہیں، قرآن سینۂ مصطفے میں، تو پھر سینۂ مصطفے میں دنیا جہان کے علوم کیوں نہیں؟ ـــــ اس کے نزدیک علوم ماکان و مایکون سے باخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سب سے بڑا امتیاز تھا ـــــ ڈاکٹر اقبال بھی احمد رضا کی تائید کرتے ہیں اور علوم غیبیہ کو نبوت کا امتیاز خاص قرار دیتے ہیں ـــــ

احمد رضا کے پیش نظر شریعت مصطفوی تھی ـــــ دوست یا دشمن جس نے بھی شریعت کے خلاف قدم اٹھایا، اس نے سخت گرفت کی اور پوری قوت سے اس کی مزاحمت کی ـــــ اس کے سامنے شخصیات نہیں بلکہ شریعت تھی ـــــ اس نے شریعت کو پیمانہ بنایا ـــــ یہی اس کی فکر کا امتیاز خاص ہے ـــــ

(۵)

اس نے انسان کی فکر و حیات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ـــــ نرمی سے، پیار سے، شدت سے، غلظت سے جس طرح بن پڑا اصلاح فکر و خیال کا فریضہ ادا کیا ـــــ احمد رضا کا خیال تھا کہ انسان میں اصل اس کا فکر و خیال ہے ـــــ اگر یہ صحیح ہے تو زندگی صحیح ہے، معاشرہ صحیح ہے سیاست و حکومت صحیح ہے ـــــ اور فکر و خیال ہی صحیح نہیں تو کچھ بھی صحیح نہیں ـــــ دنیا میں ساری افراتفری اسی خیال کے بگڑ جانے اور دل کے ویران ہو جانے سے پیدا ہوئی ہے ـــــ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی خوش حالی کے لئے کوئی صنعت نہ لگائی ـــــ ہاں ایک دل کی صنعت لگائی اور دلوں کو بنایا ـــــ دلوں کو سنوارا ـــــ انسان بنائے ـــــ پھر جو چرواہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے خلیفۃ المسلمین بن گئے ـــــ سپہ سالار بن گئے ـــــ قائد و رہنما بن گئے اور دنیا کے سامنے ایسی شاندار مثالیں چھوڑ گئے کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی ڈھونڈھے سے نہ ملیں گی ـــــ تو اصل چیز دل و دماغ ہے ـــــ اس کے بگاڑ سے قومیں بگڑ جاتی ہیں ـــــ اس کے بگاڑ سے شہر ویران ہو جاتے ہیں ـــــ اس کے بگاڑ سے انسان، انسان کا شکاری ہو جاتا ہے ـــــ سفاک ہو جاتا ـــــ خونخوار ہو جاتا ہے ـــــ

(۶) احمد رضا کی اصلاحی مہم کو بعض حضرات تکفیری مہم قرار دیتے ہیں اور اپنے ان اکابر کے نام گناتے ہیں، احمد رضا نے جن کی تکفیر کی ـــــ لیکن حقیقت یہ ہے چند دماغ والوں نے اسلام کا ایسا معیار پیش کیا جس سے ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان غریب و غربا، کافر قرار پائے ـــــ فدایان رسول جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بنایا تھا ـــــ ان دماغ والوں نے ان کو کافر قرار دے کر ـــــ کفر و شرک کا الزام لگا کر ان کو شہید کیا اور شہید کرایا ـــــ ان کے گھروں کو پامال کیا ـــــ ان کے مال و دولت کو لوٹا ـــــ ان کی عورتوں

کو حلال جانا ــــ اور ہر وہ کام کیا جو ایک مسلمان ایک کافر حربی کے ساتھ کرتا ہے ــــ یہ سب کچھ ہوا مگر کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ داستان خونچکاں نہ سناؤ ــــ دامن کے داغ نہ دکھاؤ ــــ بھول جاؤ، جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ــــ دست قاتل کو بوسہ دو ــــ قاتلوں اور قاتلوں کے ہم نواؤں کو بُرا نہ کہو ــــ اللہ اللہ! یہ کونسی بستی ہے جہاں کا دستور ہی نرالا ہے ــــ

حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا نے خواص کی گرفت کی اور صالح و دیندار عوام کو انکی تلواروں اور انکے غلط فتوؤں سے محفوظ رکھا ــــ وہ عوام کے پاسدار تھے ــــ وہ عوام کے محافظ تھے ــــ وہ سمجھتے تھے کہ بگاڑ علماء سے پیدا ہوتا ہے ــــ ان کو ٹھیک کرنا اور صراط مستقیم دکھانا ضروری ہے ــــ انھوں نے خوامخواہ تکفیر نہ کی ــــ وہ دیوانے نہ تھے ــــ ہزار فرزانے ان کی فرزانگی کے آگے ہیچ ہیں تو پھر ایسا کیوں کیا؟ ــــ

بات یہ ہے کہ اگر کسی مریض کو بخار ہوگا تو ڈاکٹر و حکیم اس کو بخار ہی بتائیں گے ــــ اور کوئی مجرم ہوگا تو جج اس کو مجرم ہی قرار دے گا ــــ اب ڈاکٹر و حکیم سے یہ کہنا کہ جس کو دیکھا بخار بتا دیا ــــ اور جج سے یہ کہنا کہ جس کو دیکھا مجرم بنا دیا ــــ عجیب سی بات ہو ــــ

احمد رضا نے جن جن کی تکفیر کی ان کے دامن بے داغ نہ تھے بلکہ خود ان کے معتقدین نے اعتراف کیا کہ عبارات کا وہ مفہوم لیا جائے جو احمد رضا نے لیا تو یقیناً کفر عائد ہوتا ہے ــــ اصل میں نہ مریض بنایا جاتا ہے، نہ مجرم بنایا جاتا ہے ــــ وہ تو اپنے اپنے فعل سے مریض و مجرم بنتے ہیں ــــ حکیم و ڈاکٹر کا کام یہ ہے کہ وہ مرض تشخیص کریں اور حکم لگائیں ــــ جج کا کام یہ ہے کہ وہ جرم کی نشاندہی کرے اور حکم لگائے ــــ یہی کفر و شرک کا حال ہے ــــ کوئی بھی شخص خود اپنے قول و فعل سے کافر و مشرک بنتا ہے ــــ کسی کو کافر کہہ دینے سے کوئی کافر نہیں ہوتا ــــ مگر اس کے کفر کی نشاندہی اور اس کے کفر کا اعلان وہی کر سکتا ہے جو نبض کفر پہچانتا ہے ــــ ہر کس و ناکس فتویٰ نہیں لگا سکتا ــــ مطالعہ کے دوران بڑھاپے کی بعض "معصوم" صورتوں کی جوانیوں کا حال پڑھا تو آنکھیں کھل گئیں ــــ ایک مفسر قرآن عالم جوانی میں عقل کے دوست اور اسلام کے دشمن نکلے ــــ دوسرے مفسر قرآن وادیٔ الحاد میں سرگرداں نظر آئے ــــ یہ حضرات ان لوگوں میں سے ہیں جن کا تعاقب احمد رضا نے کیا تھا اور ان کے قول و عمل پر سخت گرفت کی تھی ــــ میں تو یہ کہوں گا کہ احمد رضا کی شدید تنقید نے اصلاح حال کا کام کیا ــــ اس کی للکار خالی نہ گئی بلکہ یہ کرامت دکھا گئی کہ عقل پرستوں اور دہریوں کو مفسر قرآن بنا دیا ــــ

حقیقت میں احمد رضا کی تنقیدات و تعاقبات نے فتنوں کو دبا دیا اور عقیدوں کو سدھارا ــــ احمد رضا کے ہر فکر میں جان ہے ــــ ہر فیصلے میں وزن ہے ــــ احمد رضا نے ایسے فکر کی تعمیر کی جو اسلام سے مانوس تھا ــــ ان کے مخالفین نے ایسے فکر کو پروان چڑھایا جو کفر سے مانوس اور اس کا دمساز تھا ــــ احمد رضا کو یہ شکایت تھی کہ ان کے مخالفین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخیاں کیوں کرتے ہیں ــــ مخالفین کو یہ شکایت تھی کہ احمد رضا اُن کو اور ان کے اکابر کو بُرا کیوں کہتے ہیں ــــ یہیں سے دونوں کے افکار کی بلندیوں اور پستیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ــــ

(۳)

(۱)

تاریخ کے مختلف مراحل میں مذہبی اور سیاسی قوتوں کا ٹکراؤ رہا ہے ــــ سیاسی قوتیں یہ چاہتی ہیں کہ مذہبی اور روحانی قوتوں کو اپنا دست نگر بنالیں ــــ اس کے لئے مختلف جتن کرتی ہیں ــــ مختلف حربے استعمال کرتی ہیں ــــ مگر اہل عزیمت ہمت والے ــــ دل والے ــــ کبھی ان کی چال میں نہیں آتے ــــ کبھی ان کے جال میں نہیں پھنستے ــــ اپنے فرائض ادا کئے جاتے ہیں ــــ احمد رضا کا سب سے اہم کارنامہ یہی ہے کہ اس نے مذہبی اور روحانی قوتوں کو سیاست جدیدہ کے زیر اثر نہ آنے دیا اور تن من دھن کی بازی لگا دی ــــ اس نے سیاسی قوتوں سے ٹکراؤ لیا اور عافیت کوشی و مصلحت اندیشی کو قریب نہ آنے دیا ــــ وہ اپنے دور کے علماء و صوفیہ میں اس خصوص میں نہایت ممتاز نظر آتا ہے ــــ اس کے عہد میں سیاسی قوتوں کا مذہبی قوتوں سے عظیم ٹکراؤ تھا ــــ احمد رضا نہ ہوتا تو شاید اہل سیاست مذہبی قوتوں کو زیر دست بنانے میں کامیاب ہو جاتے بلکہ قریب قریب کامیاب ہو ہی رہے تھے کہ احمد رضا کی پکار نے پانسا پلٹ کر رکھ دیا ــــ

(۲)

وہ لوگ جو اپنے خیال میں مسلمانوں کے مفادات کے لئے کام کر رہے تھے مگر حقیقت میں وہ دوسروں کے مفادات کے لئے کام کر رہے تھے ــــ انھوں نے احمد رضا کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی ــــ مشہور کیا گیا کہ احمد رضا انگریزوں کے خیرخواہ اور دمساز ہیں ــــ جذباتی دور تھا ــــ بات مشہور ہو گئی ــــ تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ کبھی نہ بولا گیا ہوگا ــــ احمد رضا انگریزوں سے بیزار تھے ــــ ان کی حکومت، ان کی سیاست، ان کی تہذیب و تمدن، ان کی عدالت ان کی زبان، غرض ان کی ہر چیز سے بیزار تھے ــــ ان کا پیکر، ان کا گھر اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا جب کہ ان کے بعض مخالفین کے گھر انگریزی تہذیب و تمدن کا نمونہ بنے ہوئے تھے ــــ راقم نے اپنے تحقیقی مقالے "گناہ بے گناہی" میں اس الزام کی تحقیق کی ہے، یہ رسالہ ۱۹۸۳ء میں دو بار پاکستان سے شائع ہوا اور ایک بار ہندوستان سے ــــ پاک و ہند کے طول و عرض میں اس کی پانچ ہزار کاپیاں پھیل چکی ہیں جو اہل علم کی نظروں سے گزریں اور سب نے بیک زبان اعتراف کیا کہ احمد رضا پر انگریز دوستی کا الزام سراسر بہتان ہے ــــ

احمد رضا انگریزوں کے دمساز کیا ہوتے، انگریزوں کو تو اہل سنت سے پرخاش تھی ــــ انھوں نے بہادر شاہ ظفر سے حکومت چھینی جو متصلب اور پکا سُنی تھا ــــ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے اہل سنت کے مقابلے میں ان کے مخالفین کے مدارس کی مدد کی ــــ انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل اہل سنت کے مدارس پھل پھول رہے تھے، انقلاب کے بعد اوس سی پڑ گئی اور پاک و ہند میں ان کے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے ــــ انگریز سمجھتا تھا کہ فکر و نظر کی تعمیر مدارس میں ہوتی ہے اس لئے ایسے مدارس پر نظر رکھی جائے جہاں مجاہدین تیار ہوں مگر اس کس مپرسی کے عالم میں بھی احمد رضا نے جو قلمی اور فکری جہاد کیا اس نے

سلمانوں کو زندہ کر دیا اور بالآخر ایسی تحریک چلی جس کے نتیجے میں انگریزوں کو ہندوستان
سے جانا پڑا ——

(۳)

احمد رضا نے پاک و ہند کی مسلم اقلیت کے حقوق کی حفاظت میں اپنی جان
و عزت و ناموس کی بھی پرواہ نہ کی —— اکثریت، اقلیت کے حقوق کی پاسداری
مخلص نہیں ہوتی اس لئے تحفظ حقوق کے لئے اقلیت کا بیدار رکھنا ضروری ہے
—— حقوق کی پامالی سے عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے اور جب یہ احساس
بڑھ جاتا ہے تو علیحدگی کی باتیں ہونے لگتی ہیں —— پچھلی نسل اس تجربے سے
گزر چکی —— کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں اور ناانصافیوں سے مسلمانان پاک و ہند
میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوا —— ملک تقسیم ہوا —— پاکستان وجود
میں آیا —— پھر مشرقی پاکستان میں اسی قسم کی صورت حال پیدا ہوئی ——
پاکستان تقسیم ہوا —— بنگلہ دیش وجود میں آیا —— دانا و بینا وہ ہے جو تاریخ
کے تجربات و حادثات سے سبق حاصل کرے —— ہاں بات تھی مسلمانان پاک و ہند
کے احساس عدم تحفظ کی —— اکثریت اپنی چالاکی اور عیاری سے مسلم اقلیت کو اپنے
دام میں گرفتار کرنا چاہتی تھی —— احمد رضا نے بروقت خبردار کیا —— وہی
اکثریت، اقلیت کا پاس و لحاظ رکھ سکتی ہے جو خدا ترس ہو اور خدا ترسی، دین کی سچی محبت
اور خدا اور رسول کی اطاعت سے پیدا ہوتی ہے —— پاکستان میں نام کے مسلمان سہی
پھر بھی ان کے جذبۂ رواداری کا یہ عالم ہے کہ ۳۶ برس سے پاکستان میں غیر مسلم
اقلیت چین و سکون سے رہ رہی ہے جب کہ ہندوستان میں ہزاروں فسادات ہو چکے اور
ہزاروں مسلمان شہید ہو چکے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں —— ہندوستانی مسلمانوں کے
سروں پر ہر وقت موت کے سائے منڈلاتے رہتے ہیں —— مگر وہ اپنی فطری جواں مردی کی
وجہ سے بے خوف و خطر زندگی گزارتے ہیں —— شاد باد اے ہمت مردانہ!

(۴)

احمد رضا دین کو قوم کی اساس سمجھتا تھا —— اس کے خیال میں دین نہیں
تو کچھ نہیں ؏

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

وہ دین کے لئے ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار تھا مگر دین کو جان سے لگائے رکھتا تھا
—— دین کی محبت سیکھنی ہو تو اس سے سیکھئے —— دین کا راز سمجھنا ہو تو اس سے سمجھئے
دین کی سمجھ پیدا کرنی ہو تو اس کے قریب آیئے —— وہ دین سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل
نہ تھا —— وہ بیدار تھا —— ایسا بیدار جس نے خوابیدہ قوم کو بیدار کر دیا
اس کو اسلامی تہذیب و تمدن سے پیار تھا —— وہ اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا
سب کو اسلامی رنگ میں رنگنا چاہتا تھا —— اسے غیر اسلامی تہذیب و تمدن
سے نفرت تھی —— یہ تنگ نظری نہیں، خود نگری ہے —— جو قومیں احساس
کمتری میں مبتلا ہیں —— اپنی ہر چیز سے نفرت —— اغیار کی ہر چیز سے پیار
—— ہاں ایسی قومیں پنپ نہیں سکتی ہیں —— ترقی کے لئے خود نگری ضروری ہے
—— احمد رضا تہذیب و تمدن کی ہر ادا میں اسلام کی نسبت تلاش کرتا تھا ——

آج ہمارا یہ حال ہے کہ جس شے کو جرمنی، فرانس، انگلستان، جاپان وغیرہ سے
نسبت ہو، وہ اچھی لگتی ہے —— اس سے ہم کو پیار ہے —— اس کو حاصل
کرنے کے لئے تگ و دو ہے —— اس کو پا لینے کا جنون ہے —— کاش ہماری
چاہتوں کا جھکاؤ اسلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جائے تو کیا بات ہے
—— ہمیں ہر وہ چیز اچھی لگنی چاہئے جس کو اسلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے
نسبت ہو —— احمد رضا کی چاہتوں کی دنیا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
اقدس تھی —— اس کو ہر وہ چیز پسند تھی جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی
—— اس کو ہر اس چیز سے پیار تھا جس سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبت
تھی —— اسی چاہت نے اس کو عربی زبان سے پیار سکھایا —— وہ عربی کا ایسا
باکمال ادیب تھا جس کا لوہا اہل عرب بھی مانتے تھے —— اس نے دو سَو سے
زیادہ کتابیں عربی زبان میں لکھیں ——

(۴)

(۱)

سائنس اور علوم جدیدہ ریاضیہ میں احمد رضا کو جو مہارت حاصل تھی مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ کے ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم نے اس کا بچشم خود مشاہدہ کر کے کہا تھا کہ "یہ ہستی
نوبل پرائز کی مستحق ہے" —— احمد رضا کی مہارت کا اس سے اندازہ لگایا جا
سکتا ہے کہ جب ۱۹۱۹ء میں سان فرانسسکو امریکہ کے ایک ہیأۃ داں نے
نیوٹن کے نظریۂ کشش ثقل کے تحت ممالک متحدہ امریکہ کی تباہی اور دنیا کے دوسرے
علاقوں میں زلزلوں اور طوفانوں کی پیش گوئی کی تو احمد رضا نے فوراً اس کا تعاقب
کیا اور اپنی تحقیق سے اس کی پیش گوئی کو باطل قرار دیا —— یہ ایک بڑا چیلنج تھا
جو احمد رضا نے قبول کیا —— جس دن کے لئے پیش گوئی کی گئی تھی جب وہ دن آیا
تو کچھ نہ ہوا —— دنیا کے ماہرین ہیأۃ دوربینیں لئے آسمان کو تکتے رہے کہ تباہی
اوپر سے آنی تھی مگر وہ نہ آنی تھی نہ آئی —— مغربی دنیا پر احمد رضا کی یہ پہلی ضرب
تھی —— احمد رضا نے نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات کا تعاقب کیا ہے
ان پر تنقید کی ہے اور اپنی فاضلانہ تحقیقات دنیا کے سامنے پیش کی ہیں —— اس کی
کتابیں معین مبین، نزول آیات فرقان، فوزِ مبین اور الکلمۃ الملہمہ وغیرہ اسی قسم کی تحقیقات
پر مشتمل ہیں —— علوم جدیدہ میں احمد رضا کی مہارت دیکھ کر اسلامیہ کالج لاہور
کے پرنسپل اور ماہر ریاضی داں پروفیسر مولوی حاکم علی، احمد رضا کی طرف متوجہ ہوئے
اور اتنے متاثر ہوئے کہ احمد رضا کو چودہویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ——
وہ احمد رضا کے ہاں لاہور سے بریلی آتے جاتے تھے اور ان سے علمی استفادہ کرتے
ہاں سائنسی تجربے کرتے —— علوم جدیدہ میں احمد رضا کے عربی، فارسی
اردو میں بہت سے رسائل و حواشی ہیں، چند ایک شائع ہوئے ہیں، باقی سب قلمی
ہیں جو اہل علم و فن کے لئے قابل مطالعہ ہیں ——
احمد رضا سائنس کو قرآن کی روشنی میں پرکھنے کا قائل تھا —— اس کے نزدیک
قرآن، کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب حکمت بھی —— جس دور میں مرعوب و مغلوب
عقلیں قرآن میں تاویلیں کر کر کے سائنسی نظریات کو سچا ثابت کر رہی تھیں اور قرآن کو
سائنس کی روشنی میں دیکھ رہی تھیں اس دور میں صرف اور صرف احمد رضا نے یہ نعرہ لگایا

کہ قرآن کی روشنی میں سائنس کو پرکھو ـــــ یہ بات جذباتی نہیں، عقلی ہے ـــــ قرآنی نظریات قطعی ہیں، ارتقاپذیر نہیں ـــــ سائنس کے نظریات ظنی اور ارتقاپذیر ہیں ـــــ آج جو ثابت کیا جاتا ہے کل اس کو سائنسداں خود باطل قرار دے دیتے ہیں ـــــ جو شئے ظنی ہو اس کو یقینی اور قطعی نہیں کہہ سکتے ـــــ احمد رضا کا کہنا تھا کہ ظنی افکار کو قطعی افکار کی روشنی میں پرکھو اور جانچو ـــــ جس طرف احمد رضا نے توجہ دلائی وہ خود سائنس دانوں کے لئے مفید تھی ـــــ ماضی سے حال میں فائدہ اُٹھانا دانائی ہے ـــــ مگر علمی حلقوں میں تعصب و تنگ دلی نے حال کو ماضی سے محروم رکھا ـــــ قرآن کو انجیل محرف پر قیاس کیا اور دنیا کے دانشور ایک بڑی دولت سے محروم رہے۔

(۲)

احمد رضا سائنس اور علوم ریاضیہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ ایک باکمال شاعر بھی تھا ـــــ یہ بات سخت حیران کن ہے، اسی لئے ازہر یونیورسٹی قاہرہ کے پروفیسر محی الدین الوائی نے جواب مدینہ یونیورسٹی میں ہیں کہا تھا "پرانا مقولہ ہے کہ علمی تحقیقات اور نازک خیالی یک جا نہیں ہو سکتے مگر احمد رضا نے اس مقولے کو باطل کر دکھایا" ـــــ احمد رضا کا شعری مجموعہ "حدائق بخشش" دیکھئے ـــــ پھر فلسفہ قدیم پر "الکلمۃ الملہمۃ" پڑھئے ـــــ فلسفہ جدیدہ پر "فوز مبین" مطالعہ کیجئے ـــــ فقہ حنفی میں فتاویٰ رضویہ دیکھئے ـــــ ہر جگہ ایک نیا عالم نظر آتا ہے ـــــ کہیں وہ باکمال شاعر نظر آتا ہے ـــــ کہیں دیدہ ور فلسفی اور کہیں بے مثل مفتی و فقیہ ـــــ ہر علم و فن میں اس کا یہی عالم ہے ـــــ

اردو تو اس کی اپنی زبان تھی، اس زبان میں اس کا اشہب قلم ہر موضوع اور ہر فن میں ایسا دوڑتا ہے کہ باید و شاید ـــــ ان کے معاصرین علماء میں کوئی ایسا عالم پیش نہیں کیا جاسکتا جس کو اردو پر ایسا عبور حاصل ہو، عربی و فارسی کی بات تو الگ رہی ـــــ مولانا حسرت موہانی جیسا سرتاج شعراء ان کے اشعار ازبر رکھتا ـــــ اور مرزا داغ جیسا فصیح اللسان ان کے اشعار کی تعریف کرتا ـــــ ان کا قصیدۂ معراجیہ اہل نظر کی نگاہوں میں پوری اُردو شاعری پر بھاری ہے ـــــ پڑھتے جائیے ـــــ سر دُھنتے جائیے ـــــ کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی زبان میں یہ قصیدہ لکھا ہے ـــــ اس کا ایک قصیدہ سندھ یونیورسٹی (پاکستان) کے ایم۔ اے (اردو) کے نصاب میں بھی شامل ہے

اردو تو اس کی اپنی زبان تھی اس میں کمال حاصل کرنا اتنا بڑا کمال نہ تھا جتنا عربی اور فارسی میں ایسا کمال حاصل کرنا کہ خود اہل زبان حیران رہ جائیں ـــــ عربی نظم و نثر میں احمد رضا کی مہارت کو دیکھکر علمائے عرب نے کہا کہ اس کے سامنے عرب کا فصیح اللسان سحبان بن وائل بھی بے زبان ہے ـــــ اس سے بڑھ کر اور کیا تعریف ہوگی ـــــ

پاک و ہند کی سرزمین میں عربی زبان کے ایسے فصیح اللسان شاذ و نادر ہی پیدا ہوئے ہیں ـــــ کسی زبان میں بول لینا اور لکھ لینا کمال نہیں ـــــ کمال یہ ہے کہ اس طرح بولے اور اس طرح لکھے کہ خود اہل زبان عش عش کر اٹھیں ـــــ یہ ملکہ اہل زبان کے ساتھ مدتوں صحبت ... بعد پیدا ہوتا ہے ـــــ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ کمال عشق مصطفےٰ کے طفیل حاصل ہو ـــــ حدیث میں آتا ہے جب کوئی اخلاص سے عمل کرتا ہے تو اس کے دل میں حکمت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں ـــــ احمد رضا کے اخلاص عمل نے اس کے دل کو مخزن علوم بنا دیا ـــــ وہ فرمانِ محمدی کا زندہ معجزہ تھا ـــــ

حدیثیں پڑھتے جائیے، احمد رضا کو دیکھتے جائیے ـــــ

پاکستان کے ایک محقق، پاک و ہند کی عربی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں ـــــ انھوں نے اپنے مقالے میں احمد رضا کے کمالات شاعری کو بیان کیا ہے اور نمونۂ شاعری پیش کیا ہے ـــــ احمد رضا کو انتقال کئے ۶۲ سال گزر چکے ہیں ـــــ اس کے جانشین اس کے پرپوتے علامہ اختر رضا خاں ازہری ہیں ـــــ بڑے متقی اور عالم باعمل ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لائے ـــــ از راہ کرم غریب خانے پر بھی تشریف لائے ـــــ ایک عربی نعت کی فرمائش کی، قلم برداشتہ اسی وقت لکھ دی ـــــ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی زبان نے احمد رضا کے گھرانے میں گھر کر رکھا ہے ـــــ یہ اس گھرانے کا امتیاز خاص ہے ـــــ

(۳)

عربی اور فارسی مسلمانوں کی تہذیبی زبانیں ہیں ـــــ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سرزمین پاک و ہند میں ان زبانوں کا مستقبل خطرے میں پڑ چکا تھا ـــــ تصنیف تالیف کا سلسلہ برائے نام رہ گیا تھا ـــــ احمد رضا نے ۱۸۶۹ء سے ان زبانوں میں جس سرعت سے تصنیف و تحقیق کا سلسلہ شروع کیا وہ حیرت ناک ہے ـــــ افسوس اس کی عربی و فارسی تصانیف ابتک شائع نہ ہو سکیں ایک دو کتابیں ترکی سے اور چند کتابیں پاک و ہند سے شائع ہوئی ہیں ـــــ لیکن ابھی ایک عظیم ذخیرہ غیر مطبوعہ ہے ـــــ فقہ کی مشہور کتاب شامی پر اس کے وقیع حواشی جد الممتار حیدرآباد دکن میں چھپ کر المجمع الاسلامی سے شائع ہو چکے ہیں ـــــ یہ حواشی علماء اور فقیہوں کے لئے قابل مطالعہ ہیں ـــــ احمد رضا نے عربی اور فارسی میں ۲۰۰ سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں ـــــ اس کی علمی کاوشیں، اس کے عہد کے سارے علمی اداروں کی کاوشوں پر بھاری نظر آتی ہیں ـــــ یہ مبالغہ نہیں، جو پڑھے گا، تائید کرے گا۔ ـــــ

(۴)

احمد رضا نے منظر اسلام کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو بعض حیثیات سے نہایت ممتاز تھا ـــــ پہلی بات تو یہ کہ اس میں ایسا فاضل جلیل درس دیتا تھا جس کی نظیر عالم اسلام میں نہ تھی ـــــ دوسری بات یہ کہ یہاں کے طلبہ جو پاک و ہند کے گوشے گوشے اور بیرونی ممالک سے آتے تھے دوسرے مدارس کے طلباء سے ممتاز تھے ـــــ احمد رضا اپنی جیب خاص سے ان کے لئے خاص اہتمام کرتا ـــــ کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ایک فاضلہ نے لکھا ہے کہ احمد رضا عید بقرعید پر طلباء کے لئے نئے نئے کھانے پکواتے ـــــ ان کے دل پسند اور مرغوب کھانے ـــــ کھلا کھلا کر خوش ہوتے ـــــ وہ اپنے طلباء کو یتیموں کی طرح نہیں پالتا تھا بلکہ بیٹوں کی طرح ان کی پرورش کرتا تھا ـــــ اس کا مدرسہ کھانے کمانے کا ایک آلہ نہ تھا بلکہ علم و فضل کا ایک سرچشمہ تھا ـــــ احمد رضا سے نہ صرف طلباء بلکہ علماء بھی استفادہ کرتے تھے ـــــ بعض علماء روس، سعودی عرب اور پاک و ہند وغیرہ سے آئے ـــــ حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں علماء نے اس کے سامنے استفتاء پیش کیا اور احمد رضا نے عربی زبان میں ایسا فاضلانہ جواب دیا جس کو پڑھ کر علماء حرمین حیران رہ گئے ـــــ

(۵)

(۱)

احمد رضا ایک معاشی اور اقتصادی پروگرام رکھتا تھا ـــــ اس کے نزدیک مال و دولت ہی معاشیات کے ذیل میں نہیں آتے بلکہ وقت بھی ایک عظیم دولت ہے اور اپنی معاشی اہمیت رکھتی ہے ـــــ وقت ایک انمول مہلت ہے ـــــ جس نے وقت کی قدر کی، وقت نے اس کی قدر کی ـــــ جس نے وقت کو برباد کیا، وقت نے اس کو برباد کیا ـــــ وقت کی قدر سیکھنی ہو تو احمد رضا سے سیکھئے ـــــ جس نے زندگی کا ایک لمحہ ضائع نہ کیا ـــــ اس نے ایک ایک لمحہ سے فائدہ اٹھایا ـــــ وہ گفتار و کردار دونوں کا غازی تھا ـــــ اس نے زبان و قلم کی توانائیاں ضائع نہ کیں ـــــ تحریر و تصنیف کا یہ عالم کہ لکھتے لکھتے صبح سے دوپہر ہو جاتی، دوپہر سے شام شام سے رات اور کبھی کبھی رات سے صبح ـــــ جب لکھنے پر آتے لکھتے چلے جاتے چار آدمی مسودات صاف کرتے جاتے ـــــ احمد رضا کی سرعت فکر و تحریر کا یہ عالم کہ نقل کرتے کرتے یہ چاروں عاجز ہوتے اور چھٹا ورق تیار ہو جاتا ـــــ یہی وجہ ہے کہ احمد رضا نے اپنی تصانیف اور حواشی و شروح کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے ـــــ اس خصوص میں اس کے معاصرین میں اس کا ہم پلہ کوئی نظر نہیں آتا ـــــ بعض حضرات اس کے مقابل ایک عالم کو لاتے ہیں، اس کی تصانیف کی صرف تعداد بتاتے ہیں ـــــ تصانیف کا نام و نشان بتاتے ہچکچاتے ہیں ـــــ افسوس یہ اہل علم بھی جھوٹ سے نہیں بچتے اور دروغ گوئی کو فروغ دیتے ہیں ـــــ ہاں تو ذکر تھا احمد رضا کا ـــــ احمد رضا نے اپنے عمل سے بتایا کہ وقت کتنا گراں بہا ہے ـــــ اگر اس کو ڈھنگ سے خرچ کیا جائے تو ایک انسان ایک جماعت کا کام کر سکتا ہے ـــــ خود تو بنتا ہی ہے، ہزاروں کو بنا جاتا ہے

(۱) قومی معیشت میں احمد رضا نے قرض لینے کی عادت کو نہایت ہی مذموم قرار دیا ـــــ یہ عادت افراد میں ہو یا جماعت اور حکومت میں ـــــ قرض کی عادت فرد و جماعت سے خود اعتمادی اور حمیت و غیرت کی دولت چھین لیتی ہے ـــــ پوشیدہ صلاحیتیں مردہ ہو کر رہ جاتی ہیں ـــــ قوت عمل ضائع ہونے لگتی ہے ـــــ زندہ قومیں قرض لے کر سود در سود کے بندھنوں میں نہیں بندھا کرتیں ـــــ وہ قرض دیا کرتی ہیں، لیا نہیں کرتیں ـــــ احمد رضا کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" ـــــ یعنی دینے والا ہاتھ، لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ـــــ جن قوموں نے اس حدیث پر عمل کیا انھوں نے معاشی استحکام حاصل کیا ـــــ دور کیوں جائیں چین نے عہد کیا کہ وہ کسی سے قرض نہ لے گا ـــــ پھر دیکھئے وہ کہاں سے کہاں جا پہونچا ـــــ قرض دینے والے اس کی بلندیوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہیں ـــــ مگر حیرت کی کوئی بات نہیں ـــــ بات اصول کی اور اصول پر چلنے کی ہے ـــــ ہندوستان کے مسلمانوں کی بڑی تعداد ہندوؤں کی مقروض تھی ـــــ سود در سود کے بوجھ تلے دبی جا رہی تھی ـــــ جائدادیں اور زمینیں نیلام ہو رہی تھیں ـــــ خوش حال گھرانے رفتہ رفتہ بدحال ہوتے جا رہے تھے ـــــ احمد رضا نے اس قرض کے خلاف آواز اٹھائی اور اس کے اسباب کو دور کرنے کے لئے نہایت مفید پروگرام قوم کے سامنے پیش کیا ـــــ انھوں نے مسلمانوں کو خود اعتمادی اور خود نگری کا درس دیا ـــــ

(ب) احمد رضا اس بات کے بھی خلاف تھے کہ کوئی قوم اپنے ملک کا خام مال دوسرے ملکوں کو کوڑیوں کے مول دے اور پھر خود ہی تیار شدہ مال چاندی کے مول خریدے ـــــ ایک ملک خام لوہا برآمد کرتا ہے ـــــ دو تین تولے لوہے کی کیا قیمت ـــــ لیکن جب وہی لوہا گھڑی کی صورت میں درآمد کیا جاتا ہے تو چاندی اور سونے کے مول خریدا جاتا ہے ـــــ اس لئے احمد رضا کا کہنا تھا کہ خام مال کی تیاری کے لئے ملک میں فیکٹریاں لگائی جائیں ـــــ اور افراد کی توانائیوں سے اس خام مال میں زندگی پیدا کی جائے اور پھر یہ سونے چاندی کے مول برآمد کیا جائے ـــــ اس کے نزدیک جو ملک اپنی خام اشیاء برآمد کرتا ہے وہ نا عاقبت اندیش ہے ـــــ

(ج) احمد رضا آمد و خرچ میں توازن رکھنے بلکہ آمد بڑھانے اور خرچ گھٹانے کا قائل تھا تاکہ فرد و جماعت دونوں معاشی طور پر مستحکم ہوں ـــــ سیاسی استحکام کا دارومدار معاشی استحکام پر ہے اس لئے دور جدید کی سیاست، معاشیات کے گرد گھومتی ہے ـــــ اہم مسئلہ آمد کا ہے اور اس سے اہم خرچ کا ـــــ کمانے میں دیر لگتی ہے، خرچ کرنے میں کچھ دیر نہیں لگتی ـــــ اس لئے خرچ کرنے کے لئے زیادہ دانائی اور احتیاط کی ضرورت ہے ـــــ آج ہمارے مزاج میں فضول خرچی نے جگہ کر لی ہے بلکہ بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے جو فضول خرچی سے زیادہ خطرناک ہے ـــــ نام و نمود کی خواہش ـــــ شان و شوکت کا اظہار ـــــ ہماری خام خیالی یہ ہے کہ شاید ہمارے شاندار مکانات و محلات ـــــ قیمتی ملبوسات ـــــ رنگ برنگ ماکولات و مشروبات ـــــ لمبی چوڑی موٹریں اور کاریں دیکھ کر دوسرے لوگ متاثر ہو سکیں ـــــ نہیں نہیں حقیقی عظمت اور سچی شوکت کا ان چیزوں سے دور کا بھی علاقہ نہیں ـــــ حقیقی عظمت اور سچی شوکت تو انسان کی اپنی سیرت و شخصیت سے وابستہ ہے ـــــ سیرت پاک و صاف اور تابناک و روشن ہو تو ٹاٹ پر بیٹھ کر بھی اہل علم کے دلوں پر حکومت کی جا سکتی ہے ـــــ بلکہ خاک نشینی سے وہ ہیبت طاری ہوتی ہے جو تخت پر بیٹھنے والوں کو نصیب نہیں ـــــ سچ کہا ہے خوب کہا ہے ؎

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوت سلطان مدینہ

(د) شریعت نے اسراف و تبذیر کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے یعنی ضرورت کے وقت حد شرع سے زیادہ خرچ کرنا اور بیجا خرچ کرنا ـــــ اسلام نے فضول خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے، اسی سے اس بد عادت کی ہلاکت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ـــــ جس فرد اور قوم نے اسراف و تبذیر کے اس گر کو پا لیا وہ کبھی محتاج نہیں ہو سکتی ـــــ احمد رضا نے مسلمانان پاک و ہند کو خصوصیت کے ساتھ ان بری عادتوں کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا ـــــ اس نے اپنا ایک نمونۂ عمل پیش کیا ـــــ اس کی کفایت و احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بچا ہوا جھوٹا پانی پھینکنے کا بھی روادار نہ تھا ـــــ اور سخاوت کی یہ کیفیت کہ

جو کچھ ہوتا غریبوں کی مدد کے لئے خرچ کر دیا جاتا یا دین کے کاموں میں لگا دیا جاتا ــــ زندگی بھر کبھی اتنا روپیہ نہ بچا کر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ــــ

(۵) روپے پیسے کے معاملے میں احمد رضا نہایت ہی محتاط تھا ــــ خواہ وہ پیسہ بطور نذر آتا ــــ یا چندے کی صورت میں آتا ــــ احمد رضا نے کبھی نذر نہ مانگی کہ نذر خود پیش کی جاتی ہے، مانگی نہیں جاتی ــــ جو مانگی جائے یا جس کی آرزو کی جائے وہ نذر نہیں، بھیک ہے یا مزدوری و جرمانہ ــــ کوئی از خود نذر دیتا، قبول کر لیتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر قبول کرنے کا حکم فرمایا ہے ــــ مگر جب نذر معاوضے کے طور پر دی جاتی فوراً لوٹا دیتے کہ حضرات انبیاء اور اہل اللہ نے دین کی خدمت کے لئے کبھی مزدوری نہیں لی ــــ اور ہاں نذر کا یہ پیسہ کبھی اپنی ذات یا اہل خانہ پر صرف نہ کیا ــــ یہ پیسہ دوسرے دینی کاموں میں لگا دیا ــــ اللہ رے احتیاط! ــــ

یہی حال چندے کا تھا ــــ دار العلوم منظر اسلام کا جس زمانے میں وہ خود مہتمم تھا، چندہ اُس کے نام سے آتا ــــ ایک ایک پائی کا حساب رکھا جاتا ــــ جب کثرت کار کی وجہ سے دار العلوم کا اہتمام مشکل ہو گیا تو اپنے بیٹے مولانا محمد حامد رضا خاں صاحب کو مہتمم بنا دیا جو ایک جلیل القدر عالم اور عارف کامل تھے ــــ احمد رضا نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ مہتمم بنا رہے، چندہ اس کے نام سے آتا رہے اور اہتمام کوئی اور کرے ــــ جب تک وہ خود پیسے کی دیکھ بھال کر سکا چندہ کی ذمہ داری اُٹھائی، جب مجبور و مصروف ہو گیا ذمہ داری اپنے صاحبزادے کو تفویض کر دی ــــ

سیاسی تحریکوں میں تو ہزاروں اِدھر سے اُدھر ہوتے ہیں ــــ جاتا کسی اور کے لئے ہے، خرچ کہیں اور کیا جاتا ہے ــــ جب تحریک خلافت چلی اور چندوں کی گرم بازاری ہوئی تو احمد رضا نے اسی وقت تاڑ لیا کہ خلافت کے نام پر لیا جا رہا ہے، من مانی مدوں میں خرچ کیا جا رہا ہے ــــ اس نے بروقت ٹوکا ــــ مگر کھانے والے کس کی سنتے ہیں؟ ــــ مگر اس کے اندیشے صحیح ثابت ہوئے ــــ حال ہی میں علامہ نور محمد قادری کے تحقیقی مقالات کا مجموعہ نظر سے گذرا جس میں انھوں نے دلائل و شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ تحریک خلافت میں جمع ہونے والے ہزاروں لاکھوں روپے کانگریس کے کام آئے ــــ احمد رضا یہی کہتا تھا کہ خلافت کا پردہ ہے، کام کچھ اور ہو رہا ہے ــــ مگر اخیار نے ملامت کی ــــ اپنے بدگمانیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے ــــ احمد رضا کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی ــــ جوش جنوں میں لوگ آپے سے بے آپے ہو رہے تھے ــــ میدان سیاست کے ساحروں نے ایسا جادو کیا کہ اچھے اچھوں کی عقلیں جواب دے گئیں ــــ مگر ایک احمد رضا تھا جس پر کسی کا جادو نہ چلا۔

(۲)

احمد رضا کی شخصیت ایسی متحرک اور فعال تھی کہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس کو محسوس کیا اور چلنے والے اس کے نقوش قدم پر چلنے لگے ــــ پاک و ہند کے تقریباً ہر ... میں احمد رضا کی آواز بازگشت سنی گئی ــــ پاکستان کے صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد وغیرہ میں ہمیشہ اس کے نام لیوا رہے ــــ سندھ علماء اور دانشوروں نے خود احمد رضا کی حیات میں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی خدمات کو سراہا اور خراج عقیدت پیش کیا ــــ حرمین شریفین کے ایک مہاجر سندھی عالم نے احمد رضا کو چودہویں صدی کا مجدد قرار دیا ــــ سندھ کے مشہور ادیب و شاعر جناب سرشار عقیلی مرحوم نے احمد رضا کے وصال پر اپنے ایک مقالے میں خراج عقیدت پیش کیا ــــ پروفیسر سید محمد عارف نے اپنے ایک مقالے میں سرزمین سندھ میں احمد رضا کی مقبولیت کا جائزہ لیا ہے ــــ سندھ کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم درس (مدرسہ درسیہ، کراچی) سے احمد رضا کے خصوصی تعلقات تھے، اسی تعلق خاطر کی وجہ سے احمد رضا کراچی تشریف لائے ــــ پنجاب کے عوام و خواص تو احمد رضا کی زندگی سے اس کے گرویدہ بلکہ عاشق ہیں ــــ ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک مجلس میں احمد رضا سے شرف نیاز حاصل کیا اور ان کو اپنے اشعار بھی سنائے ــــ پروفیسر مولوی حاکم علی (پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) تو احمد رضا کے بڑے عاشق تھے اور اس کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد کہتے تھے ــــ احمد رضا کے خلیفہ مولانا دیدار علی نے لاہور میں ایک مدرسہ قائم کیا اور مسجد وزیر خان میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے ــــ مولانا احمد بخش صاحب نے اپنے عربی قصیدے پر احمد رضا سے اصلاح لی، یہ طویل قصیدہ راقم کے پاس محفوظ ہے ــــ مولانا کا تعلق ڈیرہ غازی خاں سے تھا ــــ اسی طرح اور بہت سی مثالیں ہیں جن پر ایک مستقل مقالہ لکھا جا سکتا ہے ــــ سرحد والے بھی احمد رضا کے فیض سے محروم نہ رہے ــــ خلیفہ مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، مولانا عمر الدین ہزاروی کے احمد رضا سے خاص مراسم تھے ــــ سرحد سے طلباء دار العلوم منظر اسلام میں پڑھنے جاتے تھے ــــ مولانا محمد امیر شاہ گیلانی مدظلہ نے اپنی کتاب "تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد" میں ایسے علماء کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق احمد رضا یا اس کے دار العلوم سے رہا ہے ــــ پشاور کے مولانا محمد زکریا دیوبندی کا خیال تھا کہ اگر احمد رضا نہ ہوتے تو پاک و ہند سے حنفیت ختم ہو چکی ہوتی ــــ موصوف کے پاس احمد رضا کا مشہور و معروف فتاویٰ رضویہ بھی تھا جو انھوں نے مولانا محمد امیر شاہ گیلانی کو عنایت فرمایا ــــ پشاور کے ایک بزرگ مولانا تاج محمد صدیقی القادری کے کتب خانے سے راقم کو احمد رضا کی بہت سی تصانیف ملیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرحد کے لوگ احمد رضا کی تصانیف سے مانوس تھے ــــ صوبہ سرحد سے تو احمد رضا کا ایک اور بھی تعلق تھا اور وہ یہ کہ اس کے اجداد کا تعلق قندھار کے ایک خاندان سے تھا، گویا احمد رضا کے اجداد سرحد کے پڑوسی تھے بلکہ اس زمانے میں تو سرحد بھی دہلی کے صوبہ کابل میں شامل ہوگا ــــ اسی تعلق کی وجہ سے کابل یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالشکور خاں شاد نے لکھا ہے کہ احمد رضا کی حیات اور کارناموں سے متعلق جملہ معلومات آریانا دائرۃ المعارف میں شامل کر لینی چاہئیں ــــ الغرض احمد رضا جس طرح ہندوستان کے صوبوں میں مقبول و معروف تھا اسی طرح پاکستان کے صوبوں میں بھی مقبول و معروف تھا ــــ نہ صرف پاک و ہند بلکہ عالم اسلام میں اس کا چرچا تھا جس کا اندازہ "امام احمد رضا اور عالم اسلام" کے مطالعے سے ہوگا ــــ

(۶)

(۱)

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے ــــــ ۱۹۲۰ء میں ایک سیاسی انقلاب آیا اور پاک و ہند کے حالات بھی کچھ بدلے ــــــ مسلمانوں میں فکری اور نظری تبدیلیاں پیدا ہوئیں لیکن بقول ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مسلمان عوام پر احمد رضا کا اثر رہا ــــــ لیکن ایک طبقہ سیاسی اور نظری اختلافات کی بنا پر احمد رضا کا مخالف ہوگیا اور انتقام کے درپے ــــــ چنانچہ مکروہ پروپیگنڈے سے احمد رضا کے خلاف کردار کشی کی زبردست مہم چلائی جس کے اثرات نصف صدی تک باقی رہے اور اہل علم یہ سمجھتے رہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے شاید یہی صحیح ہے ــــــ اس طرح برسوں اہل علم کی آنکھوں سے احمد رضا کی شخصیت چھپی رہی ــــــ

احمد رضا پر ایک الزام یہ لگایا کہ اس نے ملت کو گروہوں میں تقسیم کردیا چنانچہ حکیم عبد الحی رائے بریلوی کے فرزند علی میاں ندوی نے نزہتہ الخواطر کے تکملہ میں جہاں احمد رضا کی دل کھول کر تعریف کی ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ملت میں انتشار اس نے پیدا کیا اور تفرقہ کی بنیاد ڈالی ــــــ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ احمد رضا نے کسی نئے عقیدے اور فکر کی بنیاد ڈالی ــــــ لیکن حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا نے نہ کسی عقیدے کی بنیاد ڈالی اور نہ کسی فکر کی ــــــ ہاں قدیم عقائد و افکار حقہ کو زندہ ضرور کیا ــــــ انقلاب ۱۸۵۷ء سے کچھ پہلے اور بعد ان عقائد و افکار کو ختم کرنے کی کوششیں شروع ہو چکی تھیں ــــــ انگریز نے مسلمانوں سے حکومت چھینی ــــــ اس نے دیکھا کہ قرآن کی محبت ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور حضرات اہل اللہ کی عقیدت و محبت مسلمانوں کی طاقت کا راز ہے ــــــ چنانچہ اسی زمانے میں بعض ایسی تفسیریں لکھی گئیں کہ ایمان ڈانواڈول ہونے لگا ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کو موضوع بحث بنا کر محبت و عشق کو ضعیف کیا گیا ــــــ انبیاء اور اہل اللہ کو اللہ کا عاجز بندہ بنا کر مسلمانوں کو ان سے روگرداں کیا گیا اور اس صف میں کھڑا کر دیا جہاں ابلیس نے تکریم آدم سے انکار کیا تھا ــــــ ایسے ایسے فتوے لکھے گئے کہ علماء سابقین و لاحقین سب کافر و مشرک قرار پائے ــــــ حالانکہ ان حضرات کے وہی عقائد تھے جن پر صدیوں سے مسلمان اکثریت کاربند رہی تھی ــــــ نہریں اور ندی نالے، دریا سے نکلتے ہیں ــــــ دریا کو کوئی ندی نالہ نہیں کہتا ــــــ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ دریا کو ندی کہا جانے لگا اور ندی کو دریا ــــــ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اس وقت ہمارے سامنے جو فرقے موجود ہیں، ان کی اکثریت بلکہ ماسوائے ایک دو کے سب انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد کی پیداوار ہیں کہ ؏

غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

(۲)

احمد رضا نے کسی جماعت سے ہٹ کر کوئی نیا فرقہ نہیں بنایا ــــــ ان کی محققانہ تصانیف دیکھئے وہ وہی بات کہتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے ــــــ سچی سچی باتیں کہتے ہیں ــــــ کاٹ چھانٹ نہیں کرتے ــــــ کچھ دکھاتے اور کچھ چھپاتے نہیں ــــــ قرآن و حدیث سے تو اور بھی کہتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور احمد رضا صرف قرآن و حدیث کی باتیں کرتا ہے ــــــ اپنے من کی باتیں اس میں نہیں ملاتا ــــــ خوب غور کریں، معلوم ہوگا کہ جس وقت سواد اعظم انتشار کا شکار تھا ــــــ ملت کو گروہوں میں بانٹا جا رہا تھا ــــــ احمد رضا ہی وہ مرد مجاہد تھا جس نے ملت کو پارہ پارہ ہونے اور ٹکڑیوں میں بٹنے سے بچایا اور صداقتوں کو آشکار کیا ــــــ یہ ستم ظریفی ہے کہ جس نے گروہ بندی کے خلاف جہاد عظیم کیا اس کو فرقہ پرست اور فرقہ بند کہا گیا ــــــ احمد رضا نے وہی عقائد و افکار پیش کئے جو ہر زمانے اور ہر عہد میں پیش کئے گئے ــــــ وہ عقائد و افکار دور غلامی کی یادگار نہ تھے، بلکہ دور آزادی کی یادگار تھے ــــــ وہ عرب و عجم میں مشہور و معروف تھے ــــــ احمد رضا کا اضطراب فطری اضطراب تھا کیونکہ ہر نیا فرقہ سواد اعظم اہل سنت سے ہی افرادی قوت حاصل کر رہا تھا: اس کے اپنے پاس کیا تھا؟ ــــــ احمد رضا نے وہی بات کہی اور وہی پیغام دیا جو صدیوں سے دیا جا رہا تھا ــــــ جس کو بھولنے والے بھول گئے تھے ــــــ جس کو بھلانے والے بھلا رہے تھے ــــــ احمد رضا نے بھولی باتوں کو یاد دلایا اور بتایا ہمارے اسلاف کس طرح سوچتے تھے ــــــ ہمارے اسلاف کس طرح عمل کرتے تھے ــــــ ان کی سوچ کا انداز کیا تھا ــــــ ان کے عمل کا انداز کیا تھا ــــــ احمد رضا نے آفاقیت کے لئے کوشش کی ــــــ گو ان کا آفاقی پیغام "بریلویت" کے نام سے جانا پہچانا گیا، یہ اس لئے کہ احمد رضا، اہل سنت کا نشان بن گئے ــــــ احمد رضا، اہل سنت کی علامت بن گئے ــــــ احمد رضا "بریلی" کے رہنے والے تھے اس لئے ان کے آفاقی پیغام کو بریلی سے نسبت دی جانے لگی ــــــ اور "بریلویت" سے تعبیر کیا جانے لگا ــــــ دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسے سنی بستے ہیں جو "بریلویت" کی اصطلاح تک سے واقف نہیں مگر عقائد وہی رکھتے ہیں جن کی تبلیغ و اشاعت احمد رضا نے کی ــــــ پاک و ہند میں لاکھوں ایسے مسلمان رہتے ہیں جو خود کو بریلوی نہیں کہتے لیکن جب ان کے عقائد و افکار کا مطالعہ کریں گے تو احمد رضا کا ہم نوا پائیں گے ــــــ تو در اصل "بریلویت" "آفاقیت" کا دوسرا نام ہے ــــــ احمد رضا سے پہلے بھی یہ عقائد و افکار تھے ــــــ اس وقت تو 'بریلویت' کی اصطلاح کسی کے وہم و خیال میں نہ آئی ہوگی ــــــ احمد رضا نے کسی نئے عقیدے اور فکر کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ سلف صالحین کے مسلک اور ان کے افکار و عقائد کو زندگی بخشی اسی لئے آپ کو علماء عرب و عجم نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے ــــــ

(۳)

سوچنے کی بات ہے کیا چودہ سو برس سے دین کو جس طرح سمجھا گیا، وہ صحیح نہ تھا؟ ــــــ کیا اتنی عقلیں کسی غلط خیال پر جم سکتی ہیں؟ ــــــ کیا اتنے علماء و ائمہ کے قدم کسی غلط راہ پر چل سکتے ہیں ــــــ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ــــــ پھر عقلیں بھی

روشن اور تابناک اور قدم بھی مبارک ومقدس ـــــ کیا اس صدی کے نئے نئے خیال اور نئی نئی سوچ رکھنے والے دین کو صحیح طور پر سمجھے، اس سے پہلے اور کوئی نہ سمجھا ـــــ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے ـــــ ہاں حق وہی ہے جو برابر ایک طرح چلا آرہا ہے ـــــ سچ وہی ہے جو صدیوں سے یکساں چلا آرہا ہے ـــــ احمد رضا نے یہی سچ پیش کیا جس کو چھپایا جا رہا تھا ـــــ جس کو دبایا جا رہا تھا ـــــ سمجھنے والے ان کو سمجھے ہوئے تھے ـــــ پرکھنے والے ان کو پرکھے ہوئے تھے ـــــ مگر نام زبانوں پر آتے آتے رک جاتا تھا ـــــ کروہ پروپیگنڈے کی دبیز تہوں میں حقیقت گم ہو چکی تھی ـــــ مگر دلوں میں یاد موجود تھی ـــــ دماغوں میں بات محفوظ تھی ـــــ اگر ایسا نہ ہوتا تو گرد و غبار صاف ہوتے ہی یوں ہی سب اس کے گن نہ گانے لگتے ـــــ کوئی اچانک یوں اچھا نہیں ہو جاتا ـــــ

شخصیت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے ایک زمانہ چاہئے ـــــ مگر یہاں عالم یہ ہے کہ جب تار عنکبوت تار تار ہوا ـــــ حقائق سامنے آئے ـــــ اہل علم یوں بول اٹھے گویا دبستاں کھل گیا ـــــ ایک وہ زمانہ تھا جب کسی علمی مجلس میں احمد رضا کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا، کام کرنا تو دور کی بات ہے ـــــ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ علماء، ادباء، شعراء، دانشور، ڈاکٹر، پروفیسر، مورخ، محقق، کمانڈر، جج اور وزیر جو ہے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے ـــــ دیکھتے دیکھتے ان حضرات کے تاثرات کا ایک عظیم ذخیرہ سامنے آیا ـــــ ابتک ان تاثرات پر مشتمل آٹھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ـــــ ایک عربی میں باقی اردو میں ـــــ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنے لوگوں نے احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کیا ہوگا ـــــ اور ابھی بہت سے تاثرات منتظر اشاعت ہیں اور بہت سے رفتہ رفتہ سامنے آتے جا رہے ہیں ـــــ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کے پروپیگنڈے نے اہل علم کی زبانیں بند کر رکھی تھیں مگر دل مچل رہے تھے ـــــ اب تڑپ تڑپ کر جذبات و خیالات باہر آرہے ہیں ـــــ ایک سیلاب ہے جو تھمائے نہیں تھمتا ـــــ ایک طوفان ہے جو روکے نہیں رکتا ـــــ بندھ باندھنے والوں کے ہاتھ شل ہو گئے ـــــ عقلیں جواب دے گئیں ـــــ سیلاب ہے کہ امنڈا چلا آرہا ہے ـــــ

احمد رضا کی شخصیت ایسی تابناک ہے کہ ملک و بیرون ملک محققین برابر متوجہ ہو رہے ہیں ـــــ بعض جامعات میں کام ہو چکا ہے اور بعض جامعات میں کام ہو رہا ہے مثلاً لندن یونیورسٹی، لیڈن یونیورسٹی، کیلیفورنیا یونیورسٹی، ازہر یونیورسٹی، جبل پور یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ ـــــ تحقیقی کام کے علاوہ احمد رضا کی حیات اور افکار پر ابتک پانچ سو سے زیادہ مضامین و مقالات اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں ـــــ یہ اعداد و شمار سندھ یونیورسٹی کی ایک ریسرچ اسکالر نے کتابی صورت میں مرتب کئے ہیں۔ ـــــ انشاءاللہ تعالیٰ اگر مزید تحقیق کی جائے تو مضامین و مقالات کی یہ تعداد بڑھ سکتی ہے ـــــ ویسے یوم امام احمد رضا کے موقع پر ہر سال کم از کم بیس تیس مضامین و مقالات کا اضافہ ہوتا ہے ـــــ

(۴)

جب احمد رضا کا ملک و بیرون ملک چرچا ہونے لگا، محققین، اور دانشوروں کی تیرہ سالہ جد و جہد رنگ لائی تو یہ بات احمد رضا کے مخالفین کو نہ بھائی ـــــ وہ فکر میں پڑ گئے، کریں تو کیا کریں ـــــ ایک فاضل نے یہاں تک فرمایا کہ احمد رضا کو ہم تو دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر نے قبر سے نکالا ہے اب دوبارہ دفن کرنے میں نصف صدی لگے گی ـــــ ان جملوں سے فکر و تشویش کے عالم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ـــــ چار و ناچار وہی پرانا حربہ یاد آیا اور جس طرح مکروہ پروپیگنڈے سے ساٹھ ستر سال پہلے کردار کشی کی مہم چلائی تھی، اب پھر وہی مہم چلائی اور ایک دور کی کوڑی نکال کر لائے ـــــ انکشاف یہ فرمایا کہ احمد رضا نے قرآن کریم کے اردو ترجمے میں بہت سی فاحش غلطیاں کی ہیں ـــــ اہل عرب جن کو اردو نہیں آتی ان کو باور کرایا گیا کہ ایسا ہی ہے ـــــ انکشاف کرنیوالے بھلے مانس مسلمان معلوم ہوتے تھے ـــــ اہل عرب کو یقین آگیا اور بعض عرب ممالک میں اس ترجمے پر پابندی لگادی گئی ـــــ پابندی لگتے ہی اس کی تشہیر شروع کردی اور احمد رضا کے خلاف طرح طرح کے مطالبے ہونے لگے ـــــ

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے ستر برس ہوئے کہ احمد رضا نے یہ ترجمہ مکمل کیا اور پھر مرادآباد سے شائع ہوا ـــــ یہ وہ دور تھا جب کہ جانبین کے مکاتب فکر میں ایسے ایسے علماء موجود تھے کہ آجکل کے مخالف علماء ان کا پاسنگ بھی نہیں ـــــ ان میں کسی کو ترجمے میں غلطی نظر نہ آئی ـــــ مخالفین کو بھی خردہ گیری کی جرأت نہ ہوئی یہاں تک کہ ستر سال کا طویل عرصہ گذر گیا ـــــ پھر پاکستان میں گذشتہ تیس سال سے لاکھوں کی تعداد میں یہ ترجمہ چھپ کر شائع ہو رہا ہے آجتک کسی عالم نے غلطیوں کی نشاندہی نہ کی ـــــ لیکن آخر یہ شور و غوغا کیوں ہے ـــــ اس شور و غوغا سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ گذشتہ تیرہ چودہ برسوں میں احمد رضا کا جو نام روشن ہوا ہے اس پر خاک پڑ جائے گی ـــــ یہ تحقیق بعد میں ہوتی رہے گی، غلطیاں ہیں یا نہیں ـــــ پھر یہ مسئلہ اہل علم کا ہے، عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں ـــــ وہ قرآن سے والہانہ عشق رکھتے ہیں یقیناً اس شخص سے نفرت کرنے لگیں گے جس کے متعلق یہ سنیں گے کہ اس نے قرآن کے ترجمے میں غلطیاں کی ہیں ـــــ مخالفین نے پروپیگنڈے کے لئے یہ حساس پہلو تلاش کیا ہے اور یہ کام سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے کا ہی ہو سکتا ہے ـــــ

اگر احمد رضا کی شخصیت پہلے کی طرح پوشیدہ ہوتی تو شاید اس حربے سے زیادہ کامیابی ہو سکتی لیکن جب ان کی شخصیت کا ہر پہلو سامنے آگیا ہے اور لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ علم و فضل میں وہ یکتائے روزگار تھے تو یہ حربہ وہیں کامیاب ہو سکتا ہے جہاں احمد رضا کا تعارف نہیں ـــــ سوچنے کی بات ہے جو قرآن کا ماہر علوم و فنون کا جامع اور عربی زبان کا ایسا ماہر ہو جس کی عربی دانی کی خود اہل عرب نے داد دی ہو اور اردو زبان میں وہ کمال

پیدا کیا ہوگا اردو کے بڑے بڑے شعراء و ادبا اس کو تحسین و آفریں کہتے ہوں کیا وہ قرآن کریم کے ترجمے میں غلطی کا مرتکب ہوگا؟ ـــــ اگر اس نے غلطی کی ہے تو پھر کسی بھی اردو ترجمے کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ غلطیوں سے مبرا ہے کیوں کہ علم و فضل میں اردو کے سارے مترجمین سے وہ بلند و بالا ہے ـــــ اور دیانت و تقویٰ میں سب پر فائق ـــــ

(۵)

اس پروپیگنڈے سے ایک مقصد تو احمد رضا کو بدنام کرنا ہے ـــــ دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ تجارتی سطح پر احمد رضا کے ترجمے کی نکاسی روکی جائے ـــــ گذشتہ چند برسوں میں احمد رضا کے ماننے والے ایشیا، افریقہ، امریکہ، اور یورپ کے مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں ـــــ سب کے سب مالی طور پر مستحکم ہیں اور اُردو لکھتے پڑھتے ہیں، احمد رضا کے ترجمے کو پسند کرتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں منگاتے ہیں اس سے مخالفین کے تراجم کی نکاسی متاثر ہوئی، ظاہر ہے ایک تاجر یہ کیسے پسند کرے گا کہ دوسرے کی گرم بازاری، اس کی سرد بازاری کا باعث ہو ـــــ اس لئے ترکیب یہ سوجھی کہ ممالک اسلامیہ میں اس ترجمے پر پابندی لگواؤ تاکہ یہ ترجمہ وہاں نہ جا سکے، لامحالہ لوگ مخالفین کے ترجمے پڑھیں گے، اس کے علاوہ ایک یہ بھی فائدہ ہوگا کہ جب لوگ پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بدگمان ہونگے تو نہ صرف عرب بلکہ دوسرے ملکوں اور پاک و ہند میں بھی اس ترجمے کی نکاسی متاثر ہوگی اور رفتہ رفتہ اس کو نظر سے ہٹا دیا جائے گا ـــــ لیکن سُنا یہ ہے کہ جب سے پابندی لگی ہے یہ ترجمہ لاکھوں کی تعداد میں نکل رہا ہے، گویا ؏

ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

بہر حال راقم کی نظر میں مخالفت کی وجہ علمی اور مذہبی نہیں بلکہ سراسر فرقہ وارانہ اور تاجرانہ ہے ـــــ رقابت و عصبیت اچھے اچھوں کو بے بصر کر دیتی ہے اور اس پست سطح پر لے آتی ہے جہاں خود متعصب و عنید اپنے آپ کو پاکر اپنے ضمیر کے سامنے نادم و شرمسار ہوتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۶)

ہماری تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ جنھوں نے دین و ملت کی بے لوث خدمت کی وہ پس منظر میں چلے گئے ـــــ اور جنھوں نے ان کے مقابلے میں معمولی خدمات انجام دیں، مبالغہ آرائی سے ان کی خدمات کو رائی کا پہاڑ بنا کر دکھایا گیا ـــــ پڑھنے والے چاہ ظلمات میں حقائق کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے ـــــ پتا نہیں چلتا ـــــ تاریخ نگاری کا یہ عظیم المیہ ہے ـــــ پچھلوں نے چند شاعروں، چند نثر نگاروں، چند عالموں، چند مجاہدوں کے نام دے دئے ـــــ برسوں سے یہی چلے آرہے ہیں ـــــ کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ان کے علاوہ بھی کوئی ہے؟ ـــــ پوچھنا تو درکنار جمود کا یہ عالم ہے کہ کوئی لایا بھی جائے ـــــ کوئی دکھایا بھی جائے تو دیکھتے نہیں ـــــ نظریں پھیر لیتے ہیں ـــــ آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں ـــــ کانوں میں روئی ٹھونس لی ـــــ کوئی دکھائے تو کیا دکھائے اور سنائے تو کیا سنائے؟ ـــــ

صوفیہ و علماء حق کا عظیم گروہ جس نے میدان ادب، میدان سیاست اور میدان علم و دانش میں اہم کردار ادا کیا، ان کا ذکر تک نہیں ـــــ تاریخ و ادب کی کتابوں میں یا تو ان کا ذکر ہی نہیں اور ہے تو سرسری ـــــ اس حقیقت کو پاکستان کے شہرۂ آفاق مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک علمی مجلس میں برملا اظہار کیا اور فرمایا اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تاریخ میں ابتک جو کچھ لکھا گیا وہ سب یک طرفہ ہے غالباً ان کی مراد تاریخ پاک و ہند سے تھی ـــــ اگر یہ بیان صحیح ہے اور کوئی وجہ نہیں جو اس کی صحت سے انکار کیا جائے تو ہم کو پوری تاریخ پر نظر ڈالنی ہوگی خصوصاً تاریخ پاکستان و ہندوستان اور جو اہم مواد مورخین و محققین نے چھوڑ دیا ہے یا ان سے چھوٹ گیا ہے اس کو تاریخ میں شامل کرنا ہوگا ـــــ

مورخ کی نظر شش جہات میں ہونی چاہئے ـــــ وہ ساحل پر پڑے ہوئے گھونگوں سے سروکار نہیں رکھتا، قعر دریا میں غوطہ زن ہو کر گوہر ہائے آبدار نکالتا ہے ـــــ مگر بعض مورخوں نے گھونگوں کو موتی سمجھ کر تاریخ کو سجایا ـــــ حقائق سے منہ موڑا ـــــ اب حقائق و شواہد خود بخود نکلے چلے آتے ہیں ـــــ مورخ و محقق حیران ہیں ـــــ پشیمان ہیں کہ ہم نے کیا کیا ـــــ تاریخ کو کیا سے کیا بنا دیا ـــــ

جب آفتاب طلوع ہونے لگا ـــــ تاریکیاں چھٹنے لگیں ـــــ روشنیاں پھیلنے لگیں ـــــ تو ظلمت کے مارے پریشان ہونے لگے ـــــ سارا عالم جگمگا رہا ہے ـــــ ہر زبان پر نورٌ علیٰ نور ہے ـــــ گروہ جنھوں نے اندھیریوں سے دوستی کی ٹھانی ہے انکار پر انکار کئے جاتے ہیں ـــــ اور الزام پر الزام لگائے جاتے ہیں ـــــ نئے نئے الزام ـــــ نئے نئے اتہام ـــــ جو نہ اُٹھائے جائیں نہ دیکھے جائیں ـــــ اللہ اللہ جہل کے بازار میں علم و دانش نیلام ہو رہے ہیں ـــــ بولیوں پر بولیاں لگ رہی ہیں ـــــ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝!

(۷)

مگر ماننے والے مان رہے ہیں ـــــ تسلیم کرنے والے تسلیم کر رہے ہیں ـــــ بلاشبہ احمد رضا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ تھا ـــــ علمائے حرمین نے سچ کہا ـــــ جب اس کی یاد آتی ہے، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی ہے ـــــ بیشک احمد رضا فنا فی الرسول تھا ـــــ سب نے مانا ہے ـــــ سب نے تسلیم کیا ہے ـــــ مخالف نے بھی، موافق نے بھی ـــــ تو پھر بتاؤ عاشق رسول غلط راہ پر کیسے چل سکتا ہے؟ ـــــ اس کے ماننے والے ـــــ اس کی راہ پر چلنے والے غلط کار نہیں ہو سکتے ـــــ گمراہ نہیں ہو سکتے ـــــ

مفتیٔ اعظم کی حیاتِ مبارکہ

پروفیسر محمد مسعود احمد

(۱)

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ
وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّاه

سلام اس پر جس نے دلوں پر حکومت کی۔
سلام اس پر جس کی یاد روشنیاں لے کر آتی ہے
سلام اس پر جس کا خیال تاریکیاں لے کر جاتا ہے
سلام اس پر جس کے قدم نہ ڈگمگائے
سلام اس پر جس کی نظر نہ بہکی
سلام اس پر جو صراطِ مستقیم پر رواں دواں رہا
سلام اس پر جس نے ملت کو شعورِ زندگی بخشا
سلام اس پر جس نے سب کچھ لٹایا
سلام اس پر جس نے کچھ نہ چاہا
سلام اس پر جو محبت کا پاسدار تھا
سلام اس پر جو غریبوں کا غمگسار تھا
سلام اس پر جس نے گرتوں کو سنبھالا
سلام اس پر جس نے ڈوبتوں کو نکالا
سلام اس پر جس نے طوفان کے منہ پھیر دیئے
سلام اس پر جو یادگارِ سلف تھا
سلام اس پر جو افتخارِ خلف تھا
سلام اس پر جس کا جہاں سارا جہاں تھا

سلام اس پر جو فقرِ غیور کا علم بردار تھا۔ سلام اس پر مداحانِ رسول جس سے فیض پاتے تھے۔ سلام اس پر گستاخانِ رسول جس سے خار کھاتے تھے۔ سلام اس پر جس نے عشقِ مصطفےٰ کے چراغ روشن کئے۔ سلام اس پر جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھا۔ سلام اس پر جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ سلام اس پر جو قدم قدم پر خدا کو یاد رکھتا تھا۔ سلام اس پر جو واصل باللہ تھا۔ سلام اس پر جو باقی باللہ تھا۔ سلام اس پر جس نے اسلام کی آن رکھی سلام اس پر جس کے شب و روز خدا کی عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ سلام اس پر جس کے رات دن مخلوقِ خدا کی خدمت میں صرف ہوتے تھے۔ سلام اس پر جس کی ہر بات نصیحت تھی۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کا حق ادا کر دیا۔ سلام اس پر جس کا مسکن مرکزِ اربابِ صفا تھا۔ سلام اس پر جس کا مدفن مرجعِ اربابِ وفا ہے۔

ہاں، وہ کون ہے جس کے لئے آج آنکھ اشکبار ہے ؟ ہاں، وہ کون ہے جس کیلئے آج دل بے قرار ہے؟ ہاں وہی جو دلوں میں رہتا ہے۔ جو آنکھوں میں بسا تھا۔

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں
آہ! یہ کس کی یادگاری ہے
کیا کہوں تم سے بے قراری کی
بے قراری سی بے قراری ہے

ہاں، وہ وہی شہزادۂ عالی وقار ہے جو ۲۲ر ذی الحجۃ ۱۳۱۰ھ ہجری مطابق ۱۸۹۲ء کو آفتاب بن کر افقِ بریلی پر جلوہ گر ہوا۔ جس کا نام نامی مرشدِ نوری نے "ابوالبرکات محی الدین جیلانی"۔ والدگرامی نے "محمد" رکھا۔ اور عرف "مصطفےٰ رضا" تجویز کیا گیا۔

جس ذات سے اس کو نسبت فرزندی تھی وہ اپنے وقت کا فردِ فرید تھا۔ وہ علومِ نقلیہ کا تاجدار تھا۔ وہ علومِ عقلیہ کا غواص تھا۔

وہ میدان فقاہت کا شہسوار تھا۔ وہ میدانِ سیاست کا علم بردار تھا۔ عرب و عجم میں اس کی دھوم تھی۔ سارے جہاں میں اس کا چرچا تھا۔ کون؟۔ عبد المصطفٰے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ شہزادۂ عالی جاہ اپنے والد بزرگوار کا عکس جمال تھا۔ اس کے حسن و رعنائی کی بات کیا کیجئے۔ گورا رنگ، نورانی چہرہ، چوڑی پیشانی، لبوں پر تبسم، گفتگو میں حلاوت، کلام میں لطافت جدھر سے گذرتے، دیکھ کر لوگ دوڑے چلے آتے تھے۔ کشش و دل نوازی کا عجیب عالم تھا۔

سینہ خالی کنید از دلہا
یار بہر شکار می آید
مژدہ اے دل کہ بہر استقبال
رحمتش بے قرار می آید

اور جس ذات قدسی صفات سے اس کو شرف بیعت حاصل تھا وہ بھی آسمانِ ارشاد کا آفتاب تھا۔ اور علم و دانش کا ماہتاب تھا۔ ایک عالم اس سے فیضیاب تھا۔ کون؟ شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔ یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کی تعریف میں امام احمد رضا جیسا فاضل اجل یوں رطب اللسان ہے ؎

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

اور جس سے خود امام احمد رضا کو شرفِ خلافت و اجازت حاصل تھا۔ اس شرف و سعادت پر وہ ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں ع

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری

اور سنو سنو ؎ کیا کہہ رہے ہیں۔

اٰنَسْتُ مِنْ مَارَهْرَةَ نَارًا عَلٰی
طُوْبٰی اَشَا طُوْرًا بِهٖ یَهْدِیْنَا
طُوْبٰی لِاَبْنَاءِ السَّبِیْلِ اِذَا اهْتَدُوْا
وَمَشَوْا لِهٰذَا النُّوْرِ مُنْقَادِیْنَا
اَکْرِمْ بِنَارٍ ضَوْئُهَا یَجْلُو الدُّجٰی
مِنْ اَحْمَدَ النُّوْرِیِّ جَاءَ مُبِیْنَا
ذُرُّ الْهُدٰی بَحْرُ التُّقٰی بَدْرُ النُّقٰی
اَضْحٰی لَهٗ حِفْظُ الْاِلٰهِ مُعِیْنَا

ترجمہ و تفہیم

میں نے مارہرہ سے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے۔ میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میں اس کی راہبری چاہتا ہوں۔ ہاں مبارک ہیں وہ راہروانِ منزل جو اس کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ پائیں۔ کیسی بلند و بالا ہے وہ آگ جس کی چمک دمک تاریکیوں کو روشن کرتی ہے ہاں یہ چمک جو احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے۔ کون احمد نوری؟ ہدایت کا نور۔ تقوے کا دریا۔ پاکیزگی کا ماہتاب۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کی مدد فرما ئے۔

شہزادۂ عالی وقار کو اپنے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ شاعری کی تو تخلص بھی نوری رکھا۔ ؎

داغ دل ہم نے نوری دکھا ہی دیا
دردِ دل کا فسانہ سُنا کر چلے

مرقد نوری پہ روشن ہے یہ لعل شب چراغ
یا چمکتا ہے ستارا آپ کی پیزار کا

بلا شبہ جس کو ایسا مرشد ملا ہو وہ اپنی قسمت پر کیوں نہ نازاں ہو اور اس کی تربت کیوں نہ فروزاں ہو۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ مختلف سلاسل طریقت میں خلافت و اجازت اپنے والد ماجد امام احمد رضا سے حاصل کی۔ ان کی صحبت نے کندن بنا دیا اور این و آں سے بے نیاز کر دیا۔

خود فرماتے ہیں:

اب نہ تو وہ خودی ہے جو بے خود بنائے تھی۔ نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کئے تھی۔ نہ وہ جوانی کی امنگ۔ نہ کسی قسم کا کوئی ترنگ۔"

محمد مصطفٰے رضا خان
ملفوظات حصہ اول، مطبوعہ لاہور، ص ۵

اور وہ وقت بھی آیا جب امام احمد رضا دنیا سے جا رہے ہیں۔ آفتاب عالم تاب غروب ہو رہا ہے۔ بے قرار دل دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ مگر سلسلہ بیعت بند ہو چکا ہے۔ شہزادگان کو حکم ملتا ہے کہ وہ بیعت کریں۔ گروہ در گروہ مے گسار چلے آ رہے ہیں اور بھر بھر کے جام و سبو لئے جا رہے ہیں۔ ہاں ؎

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردِ خلیق

ہاں شہزادۂ عالی جاہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ والد ماجد نے خود اپنی زندگی میں اپنے سامنے بیعت کرایا۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا اور ایسا چلا کہ ۷۰ برس تک تھمنے پر نہ آیا۔ اور تو اور جب

آپ کا وصال ہونے لگا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کلماتِ بیعت تلقین فرما رہے ہیں مگر سامنے کوئی نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں اور ایک ایک کو بیعت فرما رہے ہیں۔ شاید عالم اجسام کا یہ مرشد کامل عالم ارواح اور عالم جنات میں تشنہ روحوں کو بیعت سے سرفراز فرما رہا تھا۔

۲

اس کو ہر بہار، بہار مصطفےٰ میں نظر آ رہی۔ اس کے لئے ساری بہاروں کی جان بہی بہار ہے۔ ؎

زمین و آسماں کی سب بہاریں آپ کا صدقہ

اللہ! اللہ! محبت کی ایسی لگن کہ ۸۷ سال میں عمر میں جب دوسری بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین کے لئے حاضر ہوئے تو ایک روز غار ثور کی زیارت کے لئے چلے۔ شوق کا یہ عالم کہ پہاڑ پر چڑھے تو چڑھتے ہی چلے گئے۔ جوان و تنومند انسان جو فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتا ہے، آپ نے ڈھائی گھنٹے میں طے کر لیا اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور جب گھر واپس تشریف لائے تو چند سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہو گیا۔ بے شک عشق و محبت کے طفیل ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ ؎

عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق و محبت کامل ہی کا یہ کرشمہ تھا کہ وہ گستاخانِ رسول سے کسی قیمت پر مفاہمت یا ان کے ساتھ رعایت کے روادار نہ تھے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ گستاخوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کوئی شئے استعمال نہ کرتے تھے۔ اللہ اللہ! جس نے اپنے جسم و جان کی اس طرح حفاظت کی ہو اس کی پاکیزگی کا کیا عالم ہو گا۔!

بے شک محبوبانِ خدا کے لئے وہ ابر باراں تھے۔ دشمنانِ رسول کے لئے وہ برق تپاں تھے۔ خود امام احمد رضا ان کی اس صفت خاص کا یوں ذکر فرما رہے ہیں۔ ؎

شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

وہ اتباع سنت میں پیش پیش تھا۔ سنت کے سانچے میں خود کو ایسا ڈھالا تھا کہ باید و شاید۔ اس کی ایک ایک ادا ترجمان سنت تھی۔

سنئے سنئے:-

ایک غریب جاں بلب ہے۔ عبادت کے لئے قدم اٹھے ہیں کہ اتنے میں خبر آئی کہ گورنر یو۔پی ملاقات کے لئے حاضر ہو رہا ہے۔ مگر اتباع سنت میں، جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ آج تو وہ آ رہا ہے جس کی دید کے لئے دنیا اہل دنیا آرزوئیں کرتے ہیں۔ مگر نہیں نہیں ان حضرات کی نظر میں آنی جانی عہدوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ان کے مولیٰ نے ان کو وہ عزت دی ہے، زمانہ کا کوئی حادثہ اس کو متاثر نہیں کر سکتا۔ بڑے سے بڑے عہدیدار اور وزیر و بادشاہ کی مسند چھن سکتی ہے مگر ان حضرات کے دامن عصمت پہ جو ہاتھ ڈالتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔ سچ ہے "عزت اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور مومنین ہی کے لئے ہے" آج عالم و صوفی، اہل دُوَل کی طرف لپکتے نظر آتے ہیں۔ دنیوی جاہ و جلال ان کو مرعوب کئے دیتا ہے۔ سلام اس پر جس کی نظریں دو عالم سے بے نیازانہ گذر گئیں۔

عشق و محبت نے ان کو ایسا مست و بے خود کر دیا تھا کہ نہ کسی کی جاہ و حشمت نظروں میں جچتی تھی اور نہ مال و دولت ان کے والد گرامی نے ان کو اور اپنے تمام وابستگان کو یہ نصیحت کی تھی

تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار، اشاعتِ دین و حمایت سنت میں جلب منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً لوجہ اللہ ہو۔

(الرضا، شمارہ ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ ہجری، ص ۹)

اس ہدایت و نصیحت پر ایسا عمل کیا کہ باید و شاید۔ "متاع غرور" سے ایسی نظریں پھیریں کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

سنیے سنیے:-

حج بیت اللہ شریف سے بمبئی واپسی ہے۔ ایک مرید باصفا نے ایک گراں قیمت کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک اس میں لے جائے۔ راستہ میں مریدوں اور معتقدوں کو بلاتا جائے اور جب بریلی پہونچے تو یہ کار نذر کر دے۔ بمبئی سے روانہ ہوئے۔ جاں نثار و فدا کار

راستے میں زیارت کرتے رہے۔ بریلی پہونچے۔ تکمیل آرزو کا وقت آگیا ہے۔ مرید وفاشعار دست بستہ کھڑا ہے۔ اپنی کار خدمت اقدس میں نذر گزران رہا ہے۔ مگر ان کی نگاہ کی رفعت کا عالم نہ پوچھئے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ حرماں نصیب اپنی کار واپس لے کر لوٹ رہا ہے۔ مگر حریم جاناں سے، درس محبت لے کر لوٹ رہا ہے۔ جس کی نگاہ میں محبوب سما جائے پھر اور کوئی نہیں سما سکتا۔ ساری آرزوؤں کا حاصل صرف ایک آرزو ہو جاتی ہے۔ ؎

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

آج عالم و عامی سبھی کار کے آرزومند ہیں۔ جس کو دیکھو دنیا کی طرف لپک رہا ہے۔ مگر وہ گریزاں ہے۔ ایک وہ ہیں جن کے پیچھے دنیا بھاگ رہی ہے اور دنیا سے وہ گریزاں ہیں۔ ہزاروں سلام ہوں اس ہمتِ بلند پر۔

داہنے ہاتھ سے لینا اور کھانا سنت ہے۔ اس سنت سے اب عوام تو عوام خواص بھی غافل نظر آنے لگے ہیں۔ مگر اس کی نگاہِ پاک آخر تک سنت ہی کو تکتی رہی۔ وہ جمال سنت ہی میں محو تھا۔ کوئی خلافِ سنت عمل اس کو نہ بھاتا تھا۔ لوگ تعویذ لینے آتے تھے اور تعویذ دئے جاتے تھے۔ ایک روز ایک حاجت مند آیا، تعویذ جو عنایت فرمایا، اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ آپ نے ہاتھ روک لیا، برہم ہو گئے نصیحت فرمائی، تنبیہ فرمائی، پھر جب اس نے داہنا ہاتھ بڑھایا تو تعویذ عنایت فرمایا۔

بظاہر بات معمولی سی ہے مگر سیرت کی پختگی کا حال انہیں باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

وقت پر نماز ادا کرنے کا خاص اہتمام فرماتے۔ ریل میں سفر کر رہے ہیں۔ ایک اسٹیشن پر ریل رکتی ہے۔ نیچے اترتے ہیں اور اطمینان و سکون کے ساتھ نماز شروع کرتے ہیں (یاد رہے کہ آپ کے نزدیک چلتی ریل میں نماز پڑھنا جائز نہ تھا) خضوع و خشوع کا عالم ہے۔ ادھر ریل جا رہی ہے مگر مجال کیا عجلت و اضطراب کا عالم نظر آئے۔ اللہ اللہ ؎

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

نماز ہوتی رہی۔ ریل چل گئی۔ مگر چلتے چلتے رک گئی۔ آگے نہ بڑھ سکی۔ جیسے کسی غیبی طاقت نے قدم پکڑ لئے ہوں... بے شک من له المولیٰ فله الکل۔ جو مولیٰ کا ہو گیا ہر شئے پر اس کی حکمرانی ہے۔ نماز ختم ہوئی۔ ریل واپس لوٹی۔ گارڈ نے معذرت کی پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئی

نماز کا یہ اہتمام کرنے والا کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے مرید نماز سے غافل ہو جائیں۔

ایک مرید کی نماز قضا ہو گئی، جب وہ مجلس میں آیا تو منہ پھیر لیا اور بات تک نہ کی۔ اہل محبت کے لئے یہ معمولی بات نہیں کہ محبوب کے حکم کو نظر انداز کر کے کسی قسم کی تاخیر روا رکھی جائے۔ نماز ہو تو وقت پر ہو۔ محبت بیدار رہنی چاہیئے۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آج کل پیر و فقیر اور عاملوں و عاملوں کے پاس عورتوں کا ہجوم ایک عام سی بات ہے۔ جہاں دیکھئے منہ کھولے چلتی پھرتی اور میٹھی باتیں کرتی نظر آئیں گی۔ حیا اٹھ گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مگر شہزادۂ امام احمد رضا کی تقوی شعاری ملاحظہ کریں۔

زنان خانے میں عورتیں زیارت کے لئے حاضر ہیں۔ انتظار ہو رہا ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب الٹے اور منہ کھلے تھے۔ آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا: "نقاب ڈالو۔ نقاب ڈالو" سب نے نقابیں ڈال لیں۔ اللہ اللہ شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی

آج مسجد و معبد میں، خانقاہوں اور درگاہوں میں ہر جگہ غیر محرم کی جلوہ گری ہے۔ تعویذات لینے۔ قبروں کی زیارت کرنے غول کے غول چلے آتے ہیں۔ سب دیکھتے ہیں، کوئی

نہیں کہتا کہ نقاب ڈالو۔ احساس تک جاتا رہا۔ محرمات ، معمولات بن کر رہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون !—

سلام ہو اس آنکھ کی عصمت پر جس نے غیر محرم کو نہ دیکھا، اور اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھا!

تصویر کشی آپ کے نزدیک حرام تھی۔ وہ حرام کو حرام سمجھتے تھے۔ زمانے کے کسی انقلاب نے ان کی فکر کو متاثر نہیں کیا۔ مگر آج عالم ہی کچھ اور ہے۔

اقبال نے سچ کہا ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس درجہ ہوئے فقیہانِ حرم بے توفیق

آپ نے ساری عمر تصویر نہ کھنچوائی۔ مگر حج بیت اللہ کے لئے تصویر لازمی تھی۔ کریں تو کیا کریں۔ مولیٰ کے دربار میں مولیٰ کا نافرمان بندہ بن کر حاضر ہونا بھی کوئی حاضر ہونا ہے الحمد اللہ ان کی استقامت نے دنیا کے قانون بدل دیئے تصویر سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا اور اسی شان سے حاضری ہوئی کہ دامنِ عصمت پر نافرمانی کا ایک دھبہ تک نہ تھا۔ آج جس کو دیکھو فوٹو کھنچوا رہا ہے۔ شوق و ذوق سے۔ بڑھ چڑھ کر۔ پوز بنا بنا کر۔ بہت سے دامن اس داغ سے داغدار ہیں۔

۳

ایسی متبع شریعت اور متبع سنت۔ ایسی پاک باطن، اور پاک شخصیت کو ہی زیب دیتا ہے کہ وہ مسندِ افتار پر جلوہ گر ہو۔ ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں عم محترم مولانا حسن رضا کے انتقال کے بعد دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام شہزادۂ کبیر مولانا حامد رضا خان کے سپرد ہوا اور شہزادۂ صغیر مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ ملک و بیرونِ ملک سے آنے والے سوالات کے لئے فتوؤں کی تیاری میں جب امام احمد رضا کے حوالے کے لئے کسی عبارت کی ضرورت ہو تو وہ کتاب نکال کر حوالہ کی نشاندہی کریں اور امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کر دیں — ہاں اسی خدمت نے آپ کو مفتی بنایا۔ اسی خدمت نے آپ کو مفتیٔ اعظم بنایا۔ اسی خدمت نے آپ کو امام احمد رضا کا دستِ راست بنایا۔ اور فتویٰ نویسی کی اجازت کی یہ تقریب ہوئی کہ ایک روز دار الافتار میں فتویٰ لکھنا تھا۔ سب مفتی اپنی اپنی سوچ میں غلطاں تھے۔ آپ بھی ادھر نکل آئے اور بغیر کوئی کتاب دیکھے اسی وقت فتویٰ لکھ دیا۔ جب امام احمد رضا کو دکھایا گیا تو حرف بحرف صحیح نکلا۔ اس طرح آپ دار الافتا کے مفتیوں پر سبقت لے گئے۔ اور امام احمد رضا کی طرف سے باقاعدہ فتویٰ لکھنے کی اجازت مل گئی۔ ایک مہر تیار کرا کر دی گئی جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

"ابو البرکات محی الدین جیلانی، آل رحمٰن عرف مصطفےٰ رضا"

یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ ہجری مطابق ۱۹۱۰ء کا ہے۔ جب کہ آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ سال تھی۔ آپ دار الافتار میں مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا برہان الحق جبل پوری کے رفیق رہے اور فتویٰ نویسی میں وہ کمال پیدا کیا کہ پھر آپ کی نگرانی میں بیسیوں علماء نے فتویٰ نویسی کی مشق کی اور مفتی بنے۔ آپ کے فتاویٰ مصطفویہ کی ڈھائی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس کی طرف بھی توجہ کی۔ دار العلوم مظہر اسلام قائم کیا جہاں ہند اور بیرون ہند کے طلبہ علم دین حاصل کرتے ہیں۔ آپ طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت کرتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے۔ امام احمد رضا بھی طلبہ پر بہت مہربان تھے۔ خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلبہ کو لذیذ کھانے پکوا کر کھلایا کرتے تھے۔ ہمارے علمی اداروں میں یہ محبت و شفقت عنقا ہو گئی۔ اور انگریزی اداروں کی تو بات ہی نہ پوچھئے۔ یہاں طلبہ، اساتذہ کے لئے مالِ تجارت بن کر رہ گئے ہیں۔ پھر طلبہ میں جذبۂ اطاعت و محبت پیدا ہو تو کیوں کر ہو۔ شفقت و محبت ختم ہو گئی۔ شفقت عنقا ہو جائے تو محبت بھی عنقا ہو جاتی ہے۔ ہم طلبہ سے محبت مانگتے ہیں مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹتی ہے۔ مانگنے سے نہیں ملتی۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی اور بہت سے رسالے اور کتابیں شائع کیں۔ مذہبیات میں بھی اور سیاسیات میں بھی۔

امام احمد رضا کے ملفوظات چار حصوں میں مرتب کر کے مہجوروں کو امام احمد رضا کی محفل میں بٹھا دیا۔ فراق میں وصال کا لطف آگیا۔ جو پڑھتا ہے مجلس رضا کا حظ اٹھاتا ہے۔ اور عالم یہ ہوتا ہے ؎

کھینچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا

سیاسیات سے متعلق مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے درمیان مراسلات کو الطاری الداری الخ کے نام سے تین حصوں میں مرتب کر کے مؤرخین کے لئے ایک تاریخی دستاویز مہیا کر دی۔ جو پڑھتا ہے ماضی کو اِس آئینے میں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ اللہ اللہ! ہم سے پہلے میدان سیاست میں کیا کیا ہو چکا ہے۔

۴

شہزادۂ امام احمد رضا کی زندگی سراپا حرکت تھی۔ وہ ہر جگہ متحرک نظر آتی ہے۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک حرکت ہی حرکت۔ جب کفر و اسلام کو یکجا کیا جا رہا تھا۔ بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جا رہا تھا۔ شعائر کفر کو اپنایا جا رہا تھا۔ اسلامی شعائر کو مٹایا جا رہا تھا۔ ایک نیا دین بنایا جا رہا تھا۔ تو وہی تھا جو بے تابانہ آگے بڑھا۔ اس کو ملامت کی پروا نہ تھی۔ اس نے اسلام کی آبرو پر اپنی عزت و آبرو قربان کر دی اور سب کچھ لٹا کر اسلام کو بچا لیا۔ طوفانی ہواؤں میں اس نے اسلام کی شمع روشن رکھی۔ بجھانے والوں نے اپنی سی کوشش کی مگر اس نے بھی تن من دھن کی بازی لگا دی اور بجھنے نہ دی۔ شاد باش اے ہمتِ مردانہ

اور جب کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانا چاہا۔ ان کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا۔ ان کی تہذیب و تمدن کو مٹانا چاہا۔ تو وہی تھا جو سینہ سپر ہو کر میدان میں آیا۔ وہ ایمان و یقین کا پاسدار تھا۔ وہ تہذیب و ثقافت کا محافظ تھا۔ اُس نے ملت کی کشتی کو ڈوبنے نہ دیا۔ اُس نے اللہ کے رنگ کو مٹنے نہ دیا۔ وہ انگریزوں کا خیرخواہ نہ تھا۔ وہ مسلمانوں کا خیرخواہ تھا۔ وہ مسلمانوں کا غم خوار تھا۔

عالم جوانی میں چلنے والی تحریکوں میں وہ آگے آگے رہا وہ بریلی میں قائم ہونے والی جماعت رضائے مصطفےٰ اور جماعت انصار الاسلام کا سرگرم رکن رکین تھا۔ وہ جماعت جس نے مسلمانانِ عالم اور مسلمانانِ ہند کی خیر خواہی کے لئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتی تھی۔ جماعت انصار الاسلام کے ایک جلسے کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔ یہ نکات شہزادہ امام احمد رضا کے برادر عم زاد مولانا حسنین رضا خان (ناظم اعلیٰ جماعت انصار الاسلام) نے شائع فرمائے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ اُن کی نظر میں کس قسم کی سیاست محمود تھی اور وہ مسلمانوں کے لئے کیسا درد رکھتے تھے ملاحظہ ہوں —!

۱۔ حفاظت مقاماتِ مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد و اعانت۔

۲۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت

۳۔ معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی۔

۴۔ ترک و عرب اتحاد کے لئے کوشش و سعی۔

۵۔ خلافِ شرع برطانوی قانون میں ترمیم کا مطالبہ۔

۶۔ مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا۔

۷۔ تجارت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شوق دلانا۔

۸۔ مسلمانوں کے لئے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کے لئے کوشش کرنا۔

(روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور، شمارہ ۱۳ر مئی سنہ ۱۹۲۱ء)

الغرض شہزادۂ امام احمد رضا نے اپنی زندگی مذہب و ملت کے لئے وقف کر دی تھی۔ وہ ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں معروف رہی۔ انھوں نے تبلیغ و ارشاد کا حق ادا کر دیا۔ ہاں اب وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضری کی تیاری میں مصروف نظر آرہے ہیں۔ سن شریف ۹۱ ہو چکا ہے۔ ضعف و نقاہت کا عالم ہے۔ مگر معمولاتِ یومیہ میں فرق نہیں۔ وہی عبادت و ریاضت۔ وہی خدمت خلق۔ جو وقت آنا ہے وہ تو آنا ہی ہے۔ ہاں وہ وقت آگیا جس کے تصور سے دل کانپتا ہے اور کلیجہ منہ کو

آتا ہے ؎

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لئے
دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز و اقارب حاضرِ خدمت ہیں۔ جاں کنی کا عالم ہے۔ اچانک ارشاد ہوتا ہے۔ پڑھو پڑھو

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

پڑھو، سب پڑھو۔ بے شک اپنے بندوں کے لئے وہی کافی ہے ؎

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے
اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

تمام حاضرین بآوازِ بلند

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی پڑھ رہے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے اس کے حضور حاضر ہو گئے اور جان عزیز جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جان، جا، خدا حافظ

اہلِ محبت اور اربابِ وفا کے لئے یہ گھڑی کتنی کٹھن تھی۔ کچھ نہ پوچھئے۔

ہاں ؎

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے
اور چاہیں کہ چھپا لیں تو چھپائے نہ بنے

اللہ اللہ وہ زمانے کیا ہوئے۔ وہ صورتیں کیا ہوئیں۔؟ ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

ہاں۔ ع

گلے بر وقت نہ آید بصد بہار دگر

۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات رات ایک بجکر ۴۰ منٹ پر وصال ہوا۔ ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی۔ خبر ملتے ہی نے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جہاز، ریل، بسیں، کاریں، س کو دیکھو بریلی کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہر بھر گیا۔ ہر طرف انسان ہی انسان۔ راستے بند، چہرے اداس۔

۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ء کو بعد نمازِ جمعہ اسلامیہ کالج (بریلی) کے میدان میں نمازِ جنازہ ہونے والی ہے۔ گھر سے جلوسِ جنازہ چلا۔ گھر سے تین چار میل تک جاں نثار ہی جاں نثار نظر آ رہے ہیں۔ زیب سجادہ کچھوچھہ شریف، شاہ مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی فرائضِ امامت کے لئے موجود ہیں۔ نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے جو نماز کے لئے حاضر ہے۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ نمازِ جنازہ ہوئی۔ جلوسِ جنازہ واپس کوچۂ جاناں کی طرف چلا اور پھر اس جسمِ نازنین کو والد ماجد امام احمد رضا کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ہاں ؎

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

(آمین)

ایک محتاط اندازے کے مطابق دس لاکھ (۱۰،۰۰،۰۰۰) جاں نثار شریک تھے، جو ہند و بیرونِ ہند سے شرکت کے لئے آئے تھے۔ عالمی حکومتوں کے نمائندے اور سفراء بھی شریکِ جنازہ تھے۔ صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کا تعزیتی پیغام لے کر سفیر پاکستان حاضر ہوئے اور ہندوستان کے سابق صدر فخر الدین علی احمد کی اہلیہ اہلِ خانہ کی تعزیت کے لئے حاضر ہوئیں۔

مسلمان تو مسلمان، غیر مسلموں نے بھی اس سوگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سوگواروں کی ضیافت کی۔ بازاروں میں کڑھاؤ چڑھا دیئے اور صدائے عام دے دی۔ بے دریغ تواضع کی۔

۱۵ر نومبر ۱۹۸۱ء کو فاتحۂ سوم ہوئی جس میں اطراف و اکناف کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ایک اندازے کے مطابق مجلسِ فاتحہ میں ایک لاکھ قرآن کریم کا ثواب ہدیہ کیا گیا۔ اللہ اکبر!

ہاں وہ چلے گئے جن سے دلوں کو قرار تھا ــــ مگر ان کے نشانِ قدم موجود ہیں۔ ان کا روئے انور سامنے نہیں۔ ان کا تصور موجود ہے۔ ان کا خیال موجود ہے۔ ہاں، ان کا تصور ایک نئے عالم میں لے جا رہا ہے۔ ان کا خیال ایک نئے جہان میں لے جا رہا ہے۔ اللہ اللہ!

شامِ شبِ فرقت میں بھی انوارِ سحر ہیں
اے نورِ مجسم یہ تری یاد کا عالم

مفتئ اعظم سیمینار دھلی

نئی دھلی :۔ ۱۵ر جولائی دس بجے صبح گاندھی میموریل ہال پیارے لال ن واقع بہادر شاہ ظفر مارگ ایک کل ہند سیمینار کا انعقاد

اہتمام :۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العوام۔ شاخ دہلی پردیش،

صدارت :۔ حضرت مولانا توصیف رضا خاں کیا گیا جس میں ملک کے ور و معروف صاحب قلم حضرات نے شرکت کی۔ سب سے پہلے قاری یق احمد صاحب دہلوی نے تلاوت کلام پاک سے آغاز فرمایا اور حضور تی اعظم کی مشہور و معروف نعت شریف "تو شمع نبوت ہے عالم تیرا پروانہ :۔ و رسالت ہے اے جلوۂ جانانہ" پڑھی

کل ہند سیمینار کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے دہلی کے مشہور روف علمی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی یب و امام شاہی مسجد فتحپوری نے افتتاح فرمایا۔

اس کے بعد خیر مقدم و تعارف مذاکرہ نیز نظامت کے فرائض انجام نے کے لئے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم ریڈر شعبۂ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی رخواست کی گئی۔ موصوف کی نظامت میں مذاکرہ اخیر تک بغیر کسی رکاوٹ لا اور ایک بندھا ہوا سماں محسوس ہو رہا تھا۔

جن حضرات نے مقالہ جات قلم بند فرمائے یا نائے اس طرح ہیں۔

مولانا محمد سعید رضوی نوری۔ بانی رضا اکیڈمی، علی عمر اسٹریٹ بمبئی بعنوان ی اعظم ہند تصوف کے علمبردار"

۔ مولانا شہاب الدین رضوی، مدرس جامعہ رضویہ گنج قدیم رامپور بعنوان ی اعظم ہند کے ممتاز خلفاء"

۔ مولانا اعجاز انجم، مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف بعنوان ی اعظم ہند مادرزاد ولی"

مولانا سید شاہد علی رضوی، صدر مدرس جامعہ رضویہ گنج قدیم رام پور بعنوان ی اعظم ہند اور شدھی تحریک"

مولانا عثمان رضا خاں انجم میاں صاحبزادہ ریحان ملت، بعنوان ی اعظم ہند اور تقسیم ہندوستان"

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی لکچرر شعبۂ تقابل ادیان، جامعہ ہمدرد نئی دہلی بعنوان "مفتئ اعظم ہند تاجدار اہلسنت"

۷۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم، ریڈر شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی بعنوان "مفتئ اعظم ہند نور" علی نور"

۸۔ پروفیسر سید طلحہ رضوی برق، ریڈر شعبۂ فارسی، ایچ۔ ڈی جین کالج، آرا، بعنوان "مفتئ اعظم ہند کی نعتیہ شاعری"

۹۔ مولانا یٰسٓ اختر مصباحی، ایڈیٹر ماہنامہ حجاز جدید نئی دہلی بعنوان "مفتئ اعظم ہند کی حق گوئی و بے باکی"

۱۰۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، ریڈر شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی بعنوان "مفتئ اعظم ہند اور عصر حاضر کے علماء"

۱۱۔ مولانا توصیف رضا خاں صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العوام بعنوان "مفتئ اعظم ہند کی تبلیغی خدمات"

۱۲۔ مولانا مفتی غلام محمد رضوی صدر مدرس دار العلوم امجدیہ گانجہ کھیت ناگپور بعنوان "مفتئ اعظم ہند کی فقہی بصیرت"

۱۳۔ مفتی محمد مکرم احمد میاں خطیب و امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی بعنوان "مفتئ اعظم ہند اغیار کی نظر میں"

۱۴۔ مولانا سبحان رضا خاں سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف بعنوان "مفتئ اعظم ہند کے برادر اکبر"

منقبت :۔ ۱۔ بیکل اتساہی۔ ایم۔ پی (۲) مولانا علی احمد سیوانی مصباحی (۳) جمیل اختر برکاتی (۴) ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکچرر طبیہ کالج۔ نئی دہلی (۵) قاری محمد میاں مظہری ایڈیٹر ماہنامہ قاری دہلی۔

خطبۂ صدارت :۔ مولانا توصیف رضا خاں صاحب صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العوام بریلی شریف

کلمات شکر :۔ مولانا منان رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ رضویہ نوریہ بریلی شریف

صلوٰۃ وسلام کی اھمیت :۔ مفتی محمد مکرم احمد میاں خطیب و امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی

دعائیہ کلمات :۔ مولانا سید اسلام الدین نظامی خطیب و امام شاہی مسجد خلجی درگاہ نظام الدین اولیاء۔ دہلی

ظہیر رضا صدیقی کنوینر! مفتئ اعظم سیمینار دہلی

ایڈیٹر کی ڈاک

(ادارہ)

لوگوں کے دل کی بات کہہ دی

"حجاز جدید" کے دو شمارے ایک ہفتہ کے اندر ہی یکے بعد دیگرے نظر افروز و باصرہ نواز ہوئے۔ پچھلے شماروں کی طرح یہ دونوں شمارے بھی معیاری و معلوماتی مضامین سے معمور و بھرپور ہیں خصوصیت کے ساتھ جون و جولائی ۱۹۹۰ء کی دونوں اشاعتوں کا اداریہ حالات حاضرہ کے پیش نظر ایک زبردست لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے جو اہل علم کے دردمند طبقوں میں نہایت توجہ اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا اور اس سے ہر سنجیدہ و ہوش مند قاری و ناظر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے تازہ ترین اداریوں میں بہت سے لوگوں کے دل کی بات کہہ دی ہے اور اس لب ولہجہ میں اپنے تاثرات و مشاہدات بیان کئے ہیں کہ گویا ؎

کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

قوم و جماعت میں اچھی تعمیری ذہن و فکر رکھنے والوں کی کمی نہیں یہ افراد و اشخاص آپ کی حق گوئی و حقیقت پسندی کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے، آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گے اور آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے۔

آج کل کی صحافت وہ بھی خالص دینی و مذہبی بلاشبہ نہایت صبر آزما و حوصلہ شکن ہے۔ قدم قدم پر مصائب و مشکلات کے نوکیلے کانٹے بچھے ہوئے ملیں گے، کبھی اغیار کی مخالفتوں سے دوچار ہونا پڑے گا اور کبھی اپنوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا لیکن جب علمبردان حق اخلاص وللہیت اور عشق و وفا کے جوش و جذبہ کے ساتھ قوم و ملت کی تعمیر و تنظیم اور ان کے دین و ایمان کی حفاظت و بقا کی خاطر اپنی علمی، اصلاحی، تبلیغی اور قلمی نیز اسی قسم کی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیتے ہیں تو نصرت خداوندی و رحمت الٰہی یقیناً ان کا ساتھ دیتی ہے اور جب خدا کا خاص فضل و کرم ان پر سایہ فگن ہو جاتا ہے تو پھر ساری دنیا خود بخود ان کے قدموں میں سمٹ آتی ہے۔ ؎

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

آپ نے پیشہ ور اور مفاد پرست قائدین کی جس انداز میں نشان دہی فرمائی ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے اسی طرح موجودہ دور کے نام نہاد علماء و مشائخ کی تاجرانہ ذہنیت اور پیشہ ورانہ طبیعت بھی کچھ کم افسوس ناک نہیں۔ ان میں بہت سے ایسے افراد و عناصر بھی ہیں جو محض اپنے آباء و اجداد کے نام پر روٹی کھا رہے ہیں اور خالی جیبیں بھر رہے ہیں ان کے یہاں قوم و ملت کے ناموس و وقار کے تحفظ کا کوئی تصور ہے اور نہ مسلمانوں کی تنظیم و تعمیر کا کوئی لائحۂ عمل ان کی پر عیش صبح و شام کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ان پر قوم و ملت کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور وہ قومی و جماعتی سطح پر کسی بھی حرکت و عمل کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں ان کی خدمت کئے جاؤ، ان کے ہر جائز و ناجائز حکم پر سر جھکاتے رہو اور ان کی خدمت بابرکت میں بھاری نذرانے پیش کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارتے رہو ——

ان پیروں میں بعض ایسے مصلحت پسند

اور صلح کلی قسم کے بھی نہایت قریب سے بار بار دیکھے گئے ہیں اور دینی معاملات میں جانچے اور پرکھے گئے ہیں جو اپنے مالدار مریدوں کے مقابلہ میں غریب عقیدت مندوں کو ٹھکرا دیتے ہیں اور ان کی حق اور جائز بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے یہی نہیں بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ معاملات ومسائل میں اپنے مالدار جاہل اور بدعمل مریدوں کو حق بجانب علماء اہلسنت پر ترجیح دینے سے بھی باز نہیں آتے اور بزعم خویش خود ساختہ، عارفانہ تاویلوں وغیر شرعی حیلہ سازیوں کے ذریعہ جہلا کو مطمئن اور علماء کو خاموش کرنے کی ناکام کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

ان کے عجیب وغریب طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ان کی شریعت جداگانہ اور مسائل مذہب اہلسنت سے علیحدہ ہیں یعنی انھوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لحاظ سے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر گویا اپنا دین ومذہب بالکل الگ گڑھ لیا ہے جس کے حصار سے وہ باہر آنے کو کسی قیمت پر تیار نہیں ع

آں خویشتن گم است کرا رہبری کند

آپ "حجاز جدید" میں ان پیشہ ور دنیادار پیروں کے متعلق بھی شرعی احکام تحریر فرمائیں ع شاید کہ اتر جائے کسی دل میں تیری بات

موقع ملا تو میں بھی قوم وملت کے ان زہریلے جراثیم کو عام ناظرین کے سامنے نمایاں کروں گا یہ حقیقت ہے کہ اس گروہ کی غلط روی وبداندیشی کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ معاف فرمائیں گے جذبات کی رو میں خط بہت طویل ہو گیا ع

عجیب بود حکایت طویل تر گفتیم

انشاء اللہ تعالیٰ دہلی جلد ہی حاضر ہوں گا اور آپ سے بھی ملاقات کروں گا۔ خدا کرے آپ ہر طرح بخیر وعافیت ہوں "حجاز جدید" کامیابی کی منزلیں طے کر رہا ہو۔

محمد صابر القادری نسیم بستوی
رضوی کتاب گھر مقام۔ پوسٹ سکندر پور
ضلع بستی (یو۔پی)

القابات وخطابات کی گرم بازاری

آج جولائی کی پہلی تاریخ ہے اور ماہنامہ حجاز جدید شمارہ ماہ جولائی میرے ہاتھوں میں ہے۔ رسالہ کے ساتھ ساتھ اس کی اشاعت اور ارسال کی پابندی کی بھی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ آپ کے تازہ ترین شمارہ کے اداریہ نے حضرت الاستاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ایک ارشاد کی یاد تازہ کر دی۔ آج سے تقریباً پچیس سال پہلے ایک مجلس میں حضرت نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ آج کل کوئی مکتب دار العلوم سے، کوئی جلسہ کانفرنس سے اور کوئی مولوی علامہ سے کم نہیں ہے۔

جولائی کے شمارے کا اداریہ پڑھ کر ایسا معلوم ہوا کہ اسی بول کی تشریح میں قلم اٹھایا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ بعضوں کے نزدیک یہ الفاظ اتنے اہم نہ ہوں کہ باقاعدہ ان پر اداریہ لکھا جائے مگر بزرگوں کی تنبیہ تو یہ ہے "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" میرے ہم سبقوں کو یاد ہوگا۔ دار العلوم اشرفیہ میں ہم لوگ بخاری شریف کے درس میں حاضر تھے۔ حضور حافظ ملت کی خدمت میں جلسے کا ایک پوسٹر پیش کیا گیا اس میں ایک صاحب کے نام کے ساتھ جو ابھی باحیات ہیں "قدوۃ السالکین" لکھا ہوا تھا۔ حضرت نے قلم لے کر یہ لفظ کاٹتے ہوئے بڑی خفگی سے فرمایا کہ ـــ آج کوئی سالک نہیں ہے قدوۃ السالکین کا تو تصور بھی غلط ہے۔

آج جلسوں کے اسٹیج پر جہال اور فساق مقررین کے ناموں کے ساتھ القابات وخطابات کی جو گرم بازاری نظر آتی ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ باوقار علماء کی موجودگی میں شرعی حدبندیوں سے گزر کر بولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ ایسی ضرورت پر ضرور نظر رکھا کیجیے۔ میں ان دنوں مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف کی تعمیری مہم میں بہت زیادہ مصروف ہوں مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر پا رہا ہوں۔

سید رکن الدین اصدق
مدرسہ اصدقیہ مخدومیہ شرف شاہی مسجد۔ بہار شریف
ضلع نالندہ۔ بہار

